جہادِ کشمیر

مصنفہ

مشتاق احمد قریشی

دو روپیہ آٹھ آنہ

(جملہ حقوقِ دائمی بحقِ مصنف محفوظ)

جہادِ کشمیر

مُصنّفہ

مشتاق احمد قریشی۔ بی۔ اے

ملنے کا پتہ

راحت پبلیکیشنز محمد نگر۔ لاہور

RS. 2/8

(ناشران قریشی بک ایجنسی۔ لاہور)

مئی سنہ ۱۹۴۸ء

بار اول
ایک ہزار

فہرس

پس منظر:

قبل مسیح سے مغلوں کے زوال تک ۹

بیعنامۂ امرتسر:

سکھا شاہی سے ۱۹۴۷ء تک ۲۱

جدّوجہدِ پونچھ:

اوائل ۱۹۴۷ء سے اگست ۱۹۴۷ء ۳۵

اعلانِ شمولیت :

ستمبر ۱۹۴۷ء سے اکتوبر ۱۹۴۷ء ۵۵

قتلِ عام :

اواخرِ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے نومبر ۱۹۴۷ء ۷۷

جہادِ کشمیر :

اوائلِ نومبر ۱۹۴۷ء کے بعد ۱۰۷

محاذِ جنگ :

کشمیر کا محاذِ جنگ اپریل ۱۹۴۸ء تک ۱۳۹

سرور محمود کے نام ———

مصنف : مشتاق احمد قریشی

ولادت : وزیرآباد پنجاب، ۱۰؍اکتوبر ۱۹۲۵؁ء

تعلیم : بی۔ اے، ۱۹۴۶؁ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے تاریخ میں اول انعام حاصل کیا۔

حال : ایڈیٹر روزنامہ 'احسان' لاہور

پتہ : محمد نگر منو روڈ لاہور

افتتاحیہ

میرا یہ ایمان ہے کہ کشمیر انجام کار پاکستان سے آملے گا جب تک ایک کشمیری بھی زندہ ہے وہ ظلم و استبداد کے خلاف جہاد کرتا رہے گا۔ مجھے ادارہ اقوام متحدہ کے وعدوں اور فیصلوں میں قطعی اعتماد نہیں۔ ہندوستانی عساکر کی طاقت اور نہ ہی اقوام متحدہ کی قراردادیں کشمیر کی تقدیر کا فیصلہ کر سکتی ہیں۔ عوام کشمیر کا ناقابل تسخیر استقلال، حب الوطنی اور جذبۂ آزادی ہی انجام کار اس کشمکش میں فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ کشمیر کے عوام پاکستان کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اور وہ پاکستان کے ساتھ ہی جئیں گے اور اس کے ساتھ ہی مریں گے۔

کراچی
۳۱ مارچ ۵۶ء

چوہدری غلام عباس
صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہ رہا ہے داستاں بیدردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر
آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر ؟

پس منظر

بنگال کے ایک مورخ مسٹر ابنیش چندر داس کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے قدیم باشندے آریہ سپت سندھو کے رہنے والے تھے اور یہ وہ علاقہ ہے جو آج پنجاب، افغانستان اور کشمیر پر مشتمل ہے۔ رگ وید میں چونکہ ہندوستان میں کسی دوسری جگہ سے کسی قوم کی ہجرت کا کوئی ذِکر نہیں اِس لئے اِس مورخ نے یہ اندازہ لگایا کہ آریہ دراصل شمالی ہندوستان کے ہی باشندے تھے جو بعد میں اس ملک کے اطراف میں پھیل گئے، لیکن قدیم تاریخی ماخذ کے عمیق مطالعہ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آریوں کا اصلی وطن وسطِ ایشیا میں بحیرۂ کیسپین کے نزدیک کا وہ علاقہ تھا جسے روسی ترکستان کہتے ہیں۔

وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم اندازہ ہے کہ کشمیر دو الفاظ کاش اور میر سے مرکب ہے۔ میر سے مراد پہاڑ کا کوئی خاص حصہ یا وادی لیکن

عام فہم پہاڑ، البتہ حرفِ سابقہ کے متعلق خیال ہے کہ آریوں میں ان کے سات دیوتاؤں میں سے ایک کا نام کاشپ تھا، چونکہ ایک تصریح کے مطابق آریہ کشمیر اور پنجاب سے تعلق رکھتے تھے اس نسبت سے یہ اندازہ لگایا جانے لگا کہ کشمیر کے نام کے پہلے دو حرف کاشپ دیوتا سے لئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے کلی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کشمیر میں جو لوگ آکر آباد ہوئے وہ ٹرانس کاکیشیا کے رہنے والے تھے۔ یہ علاقہ کوہ قاف کے جنوب میں جھیل کیسپن اور بحیرۂ اسود کے درمیان واقع ہے چنانچہ ان کے نام کاکیش کی نسبت سے کشمیر کا نام رکھا گیا۔ کاکیش کا بعد میں ایک لفظ کیش اور پھر کش ہوا۔ کش اور میر کے ملنے کے بعد اس علاقہ کا نام کشمیر مشہور ہو گیا۔

ایک اور نسبت سے اس نام کا تعلق خاندانِ کشن سے ملتا ہے۔ سال ۱۶۵ قبل مسیح میں ہن قوم نے مغربی چین کے ایک قبیلہ یو۔ چی کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ جو ۱۴۰ قبل مسیح کے قریب باختریہ میں مقیم ہو گیا۔ پہلی صدی عیسوی کے اوائل میں اس قبیلہ کی ایک شاخ کشن نام سے ہندوستان کے شمال مغربی حصہ پر قابض ہو گئی۔ اس خاندان کے تیسرے فرمانروا کنشک نے کشمیر پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کشمیر کے دو پہلے حروف کشن سے لئے گئے ہوں اور بعد میں میر کے اضافہ سے کشمیر مشہور ہو گیا ہو۔

ریاست کی راجدھانی کا نام سری نگر ہے۔ ہندوؤں میں لکشمی حسن اور دولت کی دیوی ہے، اسے شری بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اس شہر کا نام شری نگر رکھا گیا جو آجکل سری نگر مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اشوک نے اس شہر کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ بعض اسے شری کرشن جی کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق سری نگر کا

پہلا نام پردرپور تھا اور اسے راجہ پروسین نے بسایا۔ پنڈت کلہن نے 'راج ترنگنی' میں کشمیر کے قدیم دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مہابھارت کی جنگ کے وقت راجہ گونند کشمیر کا حکمران تھا۔

ریاست کشمیر پنجاب کے شمال میں واقع ہے۔ زیادہ حصہ پہاڑی لیکن وادیاں دلکش اور روح فریب ہیں۔ سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق کل آبادی ۴۰،۲۱،۶۱۶ ہے جس میں سری نگر کی آبادی ۲،۰۷،۷۸۷ ہے۔ ریاست کا کل رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے۔ اس کی سرحد ایک ہزار میل لمبی ہے۔ جو ۴۵۰ میل چین بلتستان اور گلگت کے علاقہ سے ملتی ہے۔ چند میل گلگت کے علاقہ پر روس سے مل کر گزرتی ہے۔ ۷۵۰ میل آزاد سرحد صوات اور گلگت کے قریب افغانستان سے ملتی ہے، ۷۵۰ میل ہندوستان، ۳۵۰ میل پاکستان، اور ۳۵۰ میل تبت سے ملتی ہے۔

ریاست کشمیر، ادھم پور، کھٹوعہ، ریاسی، میرپور، جموں، پونچھ، اسلام آباد، بارہ مولا، مظفر آباد لیہ اور گلگت کے انتظامی اضلاع میں منقسم ہے۔ وادیٔ کشمیر میں سری نگر بارہ مولا اور اننت ناگ کے اضلاع میں مسلمان ایک لاکھ تیس ہزار اور ستر ہزار کشمیری پنڈت ہیں۔ صوبہ جموں میں جموں، کھٹوعہ، ادھم پور اور ریاسی میں ڈوگروں کی کافی آبادی ہے۔ مظفر آباد۔ پونچھ اور میرپور میں آٹھ لاکھ مسلمان اور ایک لاکھ ہندو ہیں۔ پونچھ کی آبادی کوئی پونے پانچ لاکھ اور سالانہ آمدنی دس پندرہ لاکھ کے قریب ہوگی۔ ضلع پونچھ کی چار تحصیلیں ہیں۔ جس میں سدھنوتی میں خوراک کی قلت کی وجہ سے وہاں کے لوگ زیادہ جفاکش اور محنتی ہیں۔ پونچھ سے کوئی اسی ہزار کے قریب فوجی سپاہیوں نے گزشتہ جنگِ عظیم میں کارہائے نمایاں کئے۔ ریاست پونچھ میں سدوزئی کی ایک شاخ آباد ہے اسے سدھن کہتے ہیں۔

جس کی اکثریت تحصیل سدھنتی میں ہے۔ سردار محمد ابراہیم خاں صدر آزاد کشمیر گورنمنٹ اسی قبیلۂ سدھن کے چشم و چراغ ہیں۔

صوات اور چترال کے علاوہ ریاست ہنزہ اور ناگر کشمیر کی ہمسایہ ریاستیں ہیں۔ دریائے ہنزہ ان دونوں ریاستوں کو علیحدہ کرتا ہے۔ مہاراجہ جموں و کشمیر اپنی سیاسی چالوں کو بروئے کار لاکر ان دو ریاستوں کے مابین ہمیشہ کوئی ہڈی پھینک دیتا تاکہ ان کا اتحاد ریاست کشمیر کے لئے کسی قسم کے خطرہ کا باعث نہ بن جائے لیکن اس کے باوجود بھی دونوں ریاستیں مطلق العنان رہیں اور مہاراجہ کشمیر ان کے ہاں اپنے نمایندے بھیجتا رہا۔ یہ دونوں ریاستیں پاکستان میں شامل ہوچکی ہیں۔ نواب شوکت علی ریاست ناگر کے امیر ہیں۔

ریاست ہائے ہنزہ اور ناگر گلگت سے کوئی ۵۲ میل پر ہوں گی۔ ان کی بلندی سطح سمندر سے آٹھ ہزار فٹ کے قریب ہے۔ ریاست ناگر کا رقبہ ہنزہ سے کم نہیں لیکن آبادی زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذرائع آمدنی مہیّا ہیں۔ گلگت کا مجموعی رقبہ سترہ ہزار ۷۹۸ میل ہے۔ آبادی ایک لاکھ سولہ ہزار ستادن۔ گلگت ایجنسی میں لہندا، ناگر، اشکوماں، یاسین، چیلاس اور ہنزا کی ریاستیں شامل ہیں۔ صرف ضلع گلگت کا رقبہ تین ہزار ایک سو انیس میل ہے اور آبادی انتالیس ہزار پانچ سو چھبیس ہے۔ باجگذار ریاستوں کا رقبہ ایک لاکھ چار ہزار چار سو اسّی مربع میل ہے۔ اور ان کی آبادی سات لاکھ ساڑھے چھ ہزار کے قریب ہے۔ ڈوگروں نے اس پر سنہ ۱۸۶۶ء سے قبضہ جما رکھا ہے۔

مہتر چترال شاہ امیر تیمور کی اولاد سے ہیں۔ گیارہ توپوں کی سلامی مخصوص ہے۔ ریاست کا کل رقبہ چار ہزار مربع میل اور فوج پانچ ہزار مسلح نوجوان، ریاست کا

دار الخلافہ چترال ہے۔ ہز ہائی نس ریاست میں بہت مقبول ہیں۔ آپ نے ۵ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ کشمیر کے نام ایک خاص پیغام میں اپیل کی کہ وہ پاکستان میں شمولیت کا اعلان کریں اور انھیں متنبہ کیا کہ اگر آپ نے اپنی رعایا کی اکثریت کی مرضی کے خلاف ہندوستان میں شرکت کا اعلان کیا تو کشمیر کی ہمسایہ مسلم ریاستیں مجبور ہو جائیں گی کہ اس غلط فیصلے کو بدلوانے کے لئے کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔ اس سے پہلے ریاست صوات اور امب نے بھی مہاراجہ کشمیر سے پاکستان میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا تھا۔

۱۸۹۵ء تک ریاستہائے چترال۔ گلگت۔ ہنزہ اور ناگر کی ایک فیڈریشن قائم کی گئی تھی اس میں چترال کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ یاد رہے کہ حکیم ناصر خسرو نے اپنی قید کا زمانہ یہاں ہی بسر کیا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں یہاں خانہ جنگی شروع ہوگئی جس کے بعد ان ریاستوں کے مابین خوشگوار تعلقات قائم نہ رہے۔ اس کی تہ میں مہاراجہ کشمیر کی سازش جلوہ گر تھی جو کسی صورت میں ان ریاستوں کا اتحاد برداشت نہ کر سکتا تھا، اگست ۱۹۴۷ء کے بعد یہ تمام ریاستیں پاکستان میں شامل ہوگئیں چنانچہ اب پھر ان میں خوشگوار دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے ہیں۔

دریائے سندھ کی وادی میں شمال مشرق کی طرف کشمیر کی پشت پر بلتستان کی وادی ہے۔ یہاں مسلمانوں کی سو فیصد اکثریت ہے لیکن علاقہ مہاراجہ جموں و کشمیر کے ماتحت جس کی وجہ سے اکثریت پسماندہ، غریب اور قلاش بن کر رہ گئی۔ کل مجموعی رقبہ ۱۴ ہزار مربع میل اور آبادی پندرہ ہزار ۶۸ ہے۔ گلگت سے جو راستہ یہاں پہنچتا ہے وہ انتہائی دشوار اور خطرناک ہے۔ زمین سنگلاخ اور غیر آباد دور تک چٹانیں ہی نظر آتی ہیں لیکن یہاں کے پھلوں کا دنیا بھر میں مقابلہ نہیں۔

بلتستان میں راجہ احمد شاہ کا قلعہ ابھی تک ایک چٹان کی چوٹی پر موجود ہے جب گلاب سنگھ نے سرکارِ انگلشیہ کی مدد سے حملہ کیا تو راجہ احمد شاہ یہ قلعہ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

یہاں کے رہنے والے بلتی اور لداخی ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جو تبت سے یہاں آ کر آباد ہوا۔ ان کا مذہب بدھ مت تھا لیکن انھوں نے جلد ہی اسلام قبول کر لیا۔ ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے کہ اگر مہاراجہ گلاب سنگھ مذہبی تعصب کی بنا پر یہاں کوئی پابندی عائد نہ کرتا تو اسلام کا تبت میں پھیل جانا یقینی امر تھا۔

بلتستان کے لوگ جری اور جفاکش ہیں۔ مہاراجہ کشمیر کی فوج میں بلتیوں کی ایک خاص رجمنٹ ہوتی ہے۔ اکثر بلتی شیعہ ہیں۔ تجارت کی غرض سے ہندوستان، یارقند اور افغانستان کا بھی دورہ کرتے ہیں۔

بلتستان کی دائیں جانب لداخ کا وہ سنگلاخ علاقہ ہے جس کی سرحدیں تبت سے ملتی ہیں۔ الحاقِ جموں سے پہلے یہ علاقہ لامۂ اعظم کے ماتحت تھا۔ لداخ کے باشندے تورانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ شکل و شباہت چینیوں جیسی ہے۔ کشمیریوں کے برعکس لوگ عموماً کند ذہن ہیں۔ تاہم ہنس مکھ اور خوش مذاق واقع ہوئے ہیں۔ لداخ میں ذات پات کی سخت پابندی ہے چنانچہ کم طبقہ کی ذات میں اعلیٰ گھرانے شادی نہیں کرتے۔ ان میں ایک عجیب رسم یہ ہے کہ شادی کے بعد والدین بیٹے کو علیحدہ کر دیتے ہیں اور جب اس کے ہاں کوئی اولاد پیدا ہوتی ہے تو تمام جائداد اسے سونپ کر خود علیحدہ مکان میں چلے جاتے ہیں۔

لداخی زیادہ تر زراعت پیشہ ہوتے ہیں۔ عورتیں بیس بیس میل تک بوجھ اٹھا کر

لے جا سکتی ہیں۔ زیادہ آبادی بدھ مت سے تعلق رکھتی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد چنداں زیادہ نہیں۔

کشمیر کی قدیم تاریخ جاننا ممکن نہیں۔ کیونکہ مذہبی کتابوں اور قدیم کھنڈرات سے سلسلہ وار واقعات پیش نہیں کیے جا سکتے۔ راماین اور مہابھارت میں اس کا سرسری حوالہ ملتا ہے۔ لیکن بدھ مت کی اشاعت کشمیر تک پہنچی تو تاریخ میں اس کا واضح الفاظ میں ذکر آیا۔ اشوک نے اس مذہب کی اشاعت کے لیے کئی ستوپ اور ستون بنائے جن پر بدھ مت کے اصول لکھے گئے تھے اس قسم کے بعض کتبے کشمیر میں بھی ملے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرزمینِ کشمیر پر کسی وقت مہاراجہ اشوک کا سکہ چلتا رہا۔ اس کے بعد موریہ خاندان کو زوال کے دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ کشن خاندان کے تیسرے حکمران کنشک کا زمانہ سنہ ۱۲۰ء سے سنہ ۱۶۲ء تک کا ہے۔ ملک گیری کی ہوس زیادہ تھی۔ کاشغر و بخارا سے متھرا و نربدا تک کا علاقہ فتح کر ڈالا۔ اس نے بھی اشوک کی طرح بدھ مت کی اشاعت کے لیے سری نگر میں ایک کونسل طلب کی جس میں تیسری بار مذہبی اصولوں پر غور کیا گیا۔ چنانچہ کانشی پورہ کا شہر بھی کنشک کے نام سے مشہور رہا۔

اس خاندان کے بعد گپت آئے اور تاریخِ ہند میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا۔ لیکن ہُن قوم کے سردار تومان نے ان صفحات کو جلد ہی اُلٹ کر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے مہرکل نے نظام حکومت سنبھالا۔ سیالکوٹ دار الخلافہ بنایا لیکن مالوہ اور مگدھ کے حکمرانوں نے مل کر اسے سنہ ۵۲۸ء میں ملتان کے قریب ایسی شکست دی کہ کشمیر جا دم لیا۔ وہاں بارہ سال تک خوب قتل و غارت کا بازار گرم رکھا اس کے بعد ریاست میں کئی حکمران آئے، ملک میں لوٹ کھسوٹ کی اور واپس چلے گئے یا دہیں سپرد خاک ہوئے۔

مسلمانوں نے آٹھویں صدی سے ہندوستان آنا شروع کیا لیکن گیارہویں صدی میں انھوں نے باقاعدہ طور پر حملے شروع کر دیئے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے پیر پنجال سے کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن راستہ کی دشواری سدِ راہ ہوئی اور واپس لوٹ گیا۔ تین صدیاں گزرنے کے بعد چنگیزی نسل کے ذوالقدر خاں نے کشمیر پر چڑھائی کی راجہ سہدیو بھاگ اٹھا اور کشمیر پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد تبت کے ایک سردار نے حملہ کیا اس کا نام رینچن شاہ تھا۔ کشمیر میں یہ پہلا حکمران ہے جس نے اسلام قبول کیا۔ اس کا نام اب رینچن شاہ نہیں صدرالدین تھا۔ راجہ صدرالدین نے ملکی نظام کی اصلاح کی کوشش کی لیکن اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ سنہ ۱۳۵۵ء میں شہاب الدین نے پشاور سے سرہند تک کا تمام علاقہ فتح کر لیا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد سکندر خاں کے عہد میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ سکندر خاں نے سنہ ۱۴۱۴ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا دوسرا لڑکا شاہی خاں ریاست پر قابض ہو گیا۔ تاریخ کشمیر میں شاہی خان کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کو آج بھی بڈشاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بڈشاہ کی وفات کے بعد ریاست میں پھر افراتفری شروع ہو گئی کیونکہ اس کے ولیعہد قابل ثابت نہ ہوئے۔ ادھر ہندوستان میں حکومت ایک خاندان سے دوسرے خاندان تک پہنچتی رہی اور ساڑھے تین سو سال کے بعد پٹھانوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ اس کے بعد بابر نے سنہ ۱۵۲۶ء میں ہندوستان فتح کیا لیکن موت نے اتنی مہلت نہ دی کہ حکومت مغلیہ کی بنیادیں مضبوط کر سکتا۔ شیر شاہ سوری نے اس کے بیٹے ہمایوں کے قدم نہ جمنے دیئے لیکن پانی پت کی دوسری جنگ کے بعد اکبر نے ایک قابل حکمران کی حیثیت سے ملک کا

نظم ونسق سنبھالا۔ سنہ ۱۵۸۵ء میں اس کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم کی وفات پر کشمیر کا علاقہ براہِ راست اکبر کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ راجہ مان سنگھ کو ریاست کا گورنر نامزد کیا جس نے زمین کی پیمائش کرائی۔ اکبر کے عہد میں ہی پہلی بار ایک سڑک تعمیر کی گئی جس سے ریاست کشمیر اور ہندوستان میں جو دیوار حائل تھی وہ منہدم ہو گئی۔ اکبر اس حسین وادی کا دلدادہ تھا چنانچہ تین بار یہاں کی سیر کی۔ اس کے بعد جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو وہ بھی کئی بار یہاں آیا۔ اپنی تزک میں اس نے وادیٔ کشمیر کا مفصل ذِکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس پر ہندو راجاؤں کا کافی عرصہ تک قبضہ رہا۔ ریاست کے تفصیلی حالات راجہ ترنگ کی تاریخ میں درج ہیں جس کا ترجمہ اکبر کے حکم سے فارسی میں ہو چکا ہے۔ سنہ ۷۱۲ھ میں اس پر مسلمان قابض ہو گئے۔ چنانچہ ۳۲ حکمرانوں نے ۲۸۲ سال تک حکومت کی اور پھر سنہ ۹۹۴ھ میں اسے اکبر نے فتح کیا۔ کشمیر کے بڑے شہر کا نام سری نگر ہے۔ دریائے بہٹ شہر کے بیچ میں بہتا ہے۔ اس دریا کا مخرج ایک چشمہ ہے جس کا نام دیری ناگ ہے جو سری نگر سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ میں نے اس چشمہ پر ایک باغ اور عمارت تیار کرائی ہے۔ شہر میں چار پُل نہایت مستحکم اور مضبوط ہیں۔ یہاں ایک عالی شان عمارت ہے جسے سلطان سکندر نے سنہ ۹۰ھ میں تیار کرایا۔ نظامِ حکومت کا ذِکر کرتے ہوئے جہانگیر لکھتا ہے کہ کشمیر میں ۳۸ پرگنہ جات ہیں یہاں مالگذاری میں نقد دینے کا دستور نہیں بلکہ بٹائی کا طریقہ ہے کشمیر کی کل مالگذاری ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ہے۔ جس کو نقدی میں تولنے سے ۷ کروڑ ۴۶ لاکھ اور ۷۵ ہزار دام ہوتے ہیں (ایک دام کی قیمت سوا پیسے کے برابر تھی) کشمیر کے مضافات میں پھولوں کی اقسام کا شمار نہیں ہو سکتا۔ استاد منصور نقاش نے میرے حکم سے جتنے پھولوں کی تصویریں ہیں ان کی تعداد سو سے متجاوز تھی۔ عرش آشیانی سے پہلے یہاں شاہ آلو

پیدا نہ ہوتا تھا چنانچہ محمد قلی افشار نے کابل سے لاکر پیوند لگایا۔ اب تک دس پندرہ درخت تیار ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد جہانگیر نے میوہ جات، پیداوار اور حیوانات کے علاوہ لوگوں کی معاشرت اور رہنے سہنے کا بھی مکمل حال قلمبند کیا ہے۔

جہانگیر ؁۱۶۲۷ء میں کشمیر ہی سے واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں انتقال ہو گیا۔ شاہجہاں نے جس وقت حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو ملک میں خانہ جنگی شروع تھی۔ لیکن اس نے آصفجاہ کی مدد سے تمام حالات پر جلد قابو پا لیا۔ اس کے عہد میں ظفر خاں اور علی مردان خاں کشمیر کے صوبے دار مقرر ہوئے۔ انھوں نے رفاہِ عام کے کام پر خاص توجہ دی۔

دراصل کشمیر کا سنہری زمانہ مغلوں کی آمد سے ہی شروع ہوتا ہے۔ ذرائع رسل و رسائل اور دوسری سہولتیں مہیا ہونے کی وجہ سے اب ترقی کا دور شروع ہوا۔ جب شاہجہاں کشمیر آیا تو کلیم ہمدانی درباری شاعر اس کے ہمراہ تھا۔ اورنگ زیب ؁۱۶۵۸ء میں تخت نشین ہوا۔ چھ سال بعد وہ بھی کشمیر آیا۔ برطانوی سیاح برنیر اس کے ہمراہ تھا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں کشمیر کے حالات قلمبند کئے۔ عہدِ اورنگ زیب میں فاضل نے بڑا نام پیدا کیا۔ اور ریاست میں مزید اصلاحات نافذ کیں۔ مغلیہ خاندان کے سب سے بڑے اور آخری حکمران کی وفات کے بعد ملک کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ کئی ایک ریاستوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ کچھ عرصہ پہلے انگریز بنگال کے ساحل پر نمودار ہو چکے تھے اور اب آہستہ آہستہ تسخیرِ ہند کا خیال کرنے لگے۔ محمد شاہ کے عہدِ حکومت میں نواب عبدالصمد خاں نے ریاست میں امن قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مغلوں کی حکمرانی کے دن ختم ہو رہے تھے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے مغلیہ خاندان کی رہی سہی طاقت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہونے سے کشمیر میں بھی امن قائم نہ

رہ سکا۔ بالآخر افغانوں نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور نصف صدی تک بیس سے زیادہ صوبیدار مقرر ہوئے۔ شاہ تیمور کے خاندان کے آخری چشم و چراغ شاہ شجاع نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے افغان سرداروں کو مغلوب کرنے کی کوشش کی لیکن قسمت نے یاوری نہ کی اور وہ بے یار و مددگار ہو کر رہ گیا۔

یہ انھی دِنوں کا ذِکر ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آہستہ آہستہ وسعتِ سلطنت کی کوششیں شروع کر رکھی تھیں۔ جولائی سنہ ۱۸۱۹ء میں خالصہ فوج پیر پنجال کے راستہ کشمیر میں داخل ہوئی، جبار خاں کی کوئی پیش نہ چلی اور آخر کشمیر ہمیشہ کے لئے طوائف الملوکی کی نذر ہو گیا۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؓ
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری
شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری
چہ بے پروا گزشتند از نوائے صبحگاہِ من
کہ برد آں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری

بیعنامۂ امرتسر

تاریخِ پنجاب میں سکھا شاہی کا المناک دور شروع ہوتے ہی اس نے کشمیر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لوٹ مار کی نوبت تو یہاں تک پہنچی کہ فصل کی کاشت پر سکھ سردار موقع پر آدھمکے، پہلے رُعب دیا پھر زور دِکھایا اور دس میں سے نو حصے اٹھا نو دو گیارہ ہو گئے۔ سکھا شاہی میں بھلا مذہبی آزادی کہاں برقرار رہ سکتی تھی۔ کشمیر کے مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ مسجد میں اذان نہ دیں۔ اپنے مذہبی جلوس جلسے منعقد نہ کریں۔ کہیں کسی نے جو حکومت کے خلاف زبان نکالی تو اس کا سر قلم کر ڈالا گیا۔ مغلوں نے کشمیر کو دولت سے مالا مال کر دیا تھا اور سرکاری خزانہ میں کافی رقم جمع تھی۔ سکھ سردار محنت سے خود نہ کما سکتے تھے البتہ دُوسروں پر قناعت تھی۔ دِنوں میں خزانہ خالی کر ڈالا۔ موتی رام کو کشمیر کا گورنر مقرر کیا گیا اس نے لاکھ کوشش کی کہ ریاست میں امن ہو اور حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ کرپا رام کے عہد میں سری نگر ایک زلزلہ کا شکار ہو گیا۔ سکھوں

کو کشمیر پر حکومت کرنے کا چنداں وقت نصیب نہ ہوا لیکن اس مختصر عرصہ میں بھی کئی صوبیدار مقرر ہوئے۔ صوبیداری کیا تھی، عیش و عشرت کا سامان تھا۔ لوٹ کھسوٹ سے وقت کی مجلس تو قائم رہتی۔ کیف و نشاط کی محفلوں میں خوب رونق ہونے لگی۔ راجا راج کرتے رہے۔ پرجا بھوکوں مرتی رہی۔ وقت کی بات اللہ ہونی شدنی۔ شیر سنگھ کے عہد میں خوفناک قحط رونما ہوا۔ مفلوک الحال کشمیری پیٹ پر پتھر باندھے ترکِ وطن پر مجبور ہو گئے۔ راستہ کی دشوار گزار پہاڑیوں سے گزرے اور پنجاب کے وسیع میدانوں میں اس طرح آباد ہوئے کہ بس پھر یہاں کے ہی ہو رہے۔ اس کے بعد کھڑک سنگھ نے سال بھر حکومت کی اور آخر شیر سنگھ نے شیخ غلام محی الدین کو صوبیدار مقرر کیا۔ ۱۸۴۵ء میں ان کے صاحبزادے امام الدین کشمیر کے گورنر بنائے گئے۔ رنجیت سنگھ کے سات سال بعد خالصہ سرداروں کی خانہ جنگی رنگ لائی اور کشمیر پر قبضہ کرتے پنجاب بھی ہاتھ سے کھو ڈالا۔ سچ پوچھئے تو تاریخِ پنجاب میں رنجیت سنگھ کی موت کے بعد وحشت و بربریت کا ایک اور باب شروع ہوا۔ خالصہ جوان کے منہ کو خون لگ چکا تھا، اب وہ بھیڑیوں کی طرح میدان میں نکلا۔ کوئی طاقت نہ تھی کہ مقابلہ کرتی اس لئے حوصلے بلند تھے۔ لیکن خالصہ سردار اس عارضی طاقت کو برداشت نہ کر سکے، آپس میں کٹ مرنے پر مستعد ہو گئے۔ ۱۸۴۳ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چھوٹا بیٹا دلیپ سنگھ تخت پر بٹھایا گیا۔ کم سنی کا عالم تھا۔ چنانچہ مہارانی جنداں نے بیٹے کی سرپرستی قبول کی اور لال سنگھ سے وزارت سنبھالنے کی درخواست ہوئی۔ وہ تو پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا۔ رانی نے بل گراں سرداروں کو کچلنے کا عزم کیا جو اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے۔ مہارانی نے سوچا کہ فوج کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکنے کا ایک آسان حل یہ ہے کہ ہندوستان میں انگریز کو دعوتِ نبرد آزمائی دی جائے۔ ہم مہاراجہ رنجیت سنگھ کے معترف

ہیں کہ حکمرانی کی صلاحیت رکھتا تھا۔ فوجوں کو ترتیب دیا لیکن حرص و لالچ کا بندہ تھا۔ کہتے ہیں انصاف اندھا ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے پورے عہد میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا کہ اس نے تعصب اور مذہبی دیوانگی سے کام نہ لیا ہو۔ اپنے عروج و اقتدار کے زمانہ میں اسے خیال آیا کہ کسی حریف سے دو ہاتھ کر لئے جائیں کہ اپنی طاقت کا امتحان ہو جائے گا اور مخالف کا زور دیکھ لوں گا۔ چنانچہ جب مٹکاف انگریزی سفیر کی حیثیت میں یہاں پہنچا تو سکھ سردار اس کی شرائط سن کر آگ بگولا ہو گئے۔ فقیر عزیزالدین نے سمجھایا کہ دشمن طاقتور ہے ٹکرانے کی کوشش کی تو خس و خاشاک کی طرح بہ جاؤ گے۔ خالصہ مہاراج کو غصہ آیا لیکن حالات کو سمجھتا تھا چپ ہو رہا۔ اس کے مرنے کے بعد وہی شوق اس کے سرداروں کو چرانے لگا۔ اتنے عرصہ میں انگریز ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے اب پنجاب اور سندھ کی تسخیر کا ارادہ کرنے لگے۔ ستلج حدِ فاصل تھا۔ طرفین نے ایک دوسرے کے تیور بگڑتے دیکھے تو اپنی اپنی سرحدوں کو مضبوط بنانا شروع کر دیا لیکن خالصہ جوان بے قرار تھے دسمبر ۱۸۴۵ء میں ستلج پار کر کے انگریزی علمداری میں گھس گئے۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ لارڈ ہارڈنگ نے بھی اعلانِ جنگ کر دیا۔ مہارانی جنداں کی سیاسی چالیں کامیاب ہو گئیں۔ اب انگریزی فوج نے عسکری مظاہروں کی تیاری شروع کی۔ لاٹ صاحب خود بھی مردِ میدان تھے، سر ہیوگف کو سپہ سالار مقرر کیا اور ستلج کی طرف بڑھ آئے۔ مدکی، فیروز شاہ، علی وال اور سبرداں کے مقام پر ایسی خونریزی شروع ہوئی کہ دریائے ستلج کا پانی بھی سرخ ہو کر بہنے لگا اس سے ہمیں وہ دن یاد آنے لگتا ہے۔ جب ہلاکو خاں نے بغداد کو پامال کیا اور اسلام کے تاریخی سرمایہ کو نذرِ آب کر دیا تھا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ دریائے فرات کا پانی ان کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا تھا۔

تقسیمِ ہند کا فیصلہ شروع ہوا تو سکھوں نے مطالبہ کیا راوی اور چناب حد مقرر ہو۔ مسلمانوں کی آنکھیں ستلج تک پہنچتی تھیں۔ انگریز نے دونوں کی خواہشات کا احترام کیا جس اس طرح سے مقرر کی کہ راوی سے شروع ہوا اور ستلج میں گم ہو کر رہ جائے۔ یہی وہ ستلج ہے کہ جب سکھوں نے راہِ فرار اختیار کی تو لاکھوں دریا بُرد ہو گئے تھے۔ ہمارے بزرگوں کا عینی مشاہدہ ہے کہ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد مدت تک وہاں سے لاشیں نکلتی رہیں۔

آخر جب سکھوں کی اس پہلی جنگ میں خالصہ فوج کے دانت کھٹے ہوئے تو انھوں نے لاہور کی طرف بھاگنا شروع کیا انگریزی فوجوں نے دریائے ستلج کو پار کر کے لاہور کے شاہی قلعہ میں آن دم لیا۔ عہد نامہ لاہور کی شرائط کے مطابق دوآبہ بست جالندھر انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ سکھ فوج میں کمی کر کے صرف بیس ہزار پیادہ اور بارہ ہزار سوار رہنے دی گئی اور یہ تعداد اتنی تھی کہ معمولی انگریزی فوج ضرورت کے وقت اس کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ سر ہنری لارنس لاہور میں ریذیڈنٹ مقرر کئے گئے۔ ان کے ساتھ کچھ انگریزی دستے بھی یہاں بھیج دئے گئے لیکن اس عہد نامہ کے مطابق سکھوں کو ڈیڑھ کروڑ روپیہ تاوانِ جنگ ادا کرنا پڑا۔ اپنے عہد میں انھوں نے لاہور کی شاہی عمارات کو تباہ و برباد کیا۔ ان کے قیمتی پتھر اکھاڑے گئے چنانچہ مصنف "مخزنِ پنجاب" کی تحریر کے مطابق رنجیت سنگھ کے عہد میں دو ہزار کے قریب اسلامی عمارات کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا۔ سکھ وہاں سے قیمتی جواہرات اور پتھر اُکھاڑ کر لے گئے لیکن یہ ان کے کسی کام بھی نہ آسکے کیونکہ تاوانِ جنگ ادا کرنے کے لئے ان کا خزانہ خالی تھا۔ چنانچہ اب ان کو فکر ہوئی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے کچھ پیش نہ چلی۔ ادھر ادائیگی رقم کا مطالبہ طول پکڑنے لگا۔ گلاب سنگھ نے رنجیت سنگھ کے عہد سے ترقی شروع کر رکھی تھی۔ جب سکھوں کی موت و حیات کا فیصلہ ہو رہا تھا تو اس نے بڑی دانشمندی

کا ثبوت دیا اور خوب موقع شناس نکلا۔ آخری وقت تک سکھوں کی مدد کی نہ انگریزوں کا ساتھ دیا لیکن جب صلح کی بات چیت کا موقع آیا تو ایسا ہیر پھیر کیا کہ دونوں کی آنکھوں میں دھول ڈال دی۔ انگریز روپیہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ کچھ رقم سکھوں نے دی باقی ۷۵ لاکھ میں کشمیر کا علاقہ گلاب سنگھ کو دے دیا گیا۔ آخر اس مسلم اکثریت کی ریاست کو بیچنے کا بھی تو مقصد تھا لیکن آئیے ذرا معاہدہ پر تو نظر ڈالیں۔

عہد نامۂ امرتسر مابین حکومتِ برطانیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں، جو برٹش گورنمنٹ کی طرف سے فریڈرک کری صاحب بہادر، میجر ہنری مانٹگمری کے بحکم رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل یکے از مشیرانِ خاص ملکہ معظمہ ان اختیارات کے جو صاحب موصوف کو ہندوستان کے انتظام کے لئے حاصل ہیں اور دوسری طرف مہاراجہ گلاب سنگھ نے سنہ ۱۸۴۶ء میں موثق کیا۔

دفعہ ۱: ۔ سرکارِ انگلشیہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کے وارثان کو تمام ملک کوہستان اور اس کے تابع علاقہ کے جو دریائے سندھ کے مشرق کی طرف اور مغرب کی جانب دریائے راوی کے درمیان معہ علاقہ چمبہ ماسوائے لاہول جو کہ ان ممالک کا حصہ نہیں۔ جو برٹش گورنمنٹ کو مطابق دفعہ ۴ عہد نامۂ لاہور مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء ملا ہے بہ اختیار خود مختار مستقل طور پر عطا کرتے ہیں۔

دفعہ ۲: ۔ جو علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ جی کو اس عہد نامہ کی مندرجہ بالا شرط کے تحت منتقل کیا جاتا ہے۔ اس کی حدود مشرقی مقرر کرنے کے لئے برٹش گورنمنٹ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے کمشنر مقرر کئے جائیں گے اور یہ حدود علیحدہ اقرار نامہ کے ذریعہ تعین کی جائیں گی۔

دفعہ ۳:۔ اس ملک کی عطائیگی بحقِ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کے وارثان کے عوض مہاراجہ موصوف سرکارِ انگلشیہ کو ۷۵ لاکھ روپیہ (نانک شاہی) ادا کریں گے۔ ان میں سے پچاس لاکھ روپیہ اس عہدنامہ کا استحکام دیئے جانے کے وقت اور پچیس لاکھ روپیہ اس سال کے ماہِ اکتوبر کی پہلی تاریخ سے قبل ادا کیا جائے گا۔

دفعہ ۴:۔ حدودِ ملک میں مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کسی وقت بھی سرکارِ انگلشیہ کی منظوری کے بغیر تغیّر و تبدّل نہ کر سکیں گے۔

دفعہ ۵:۔ اگر مہاراجہ گلاب سنگھ اور لاہور گورنمنٹ یا کسی ہمسایہ ریاست کے مابین تنازعہ ہو جائے تو مہاراجہ موصوف اس تنازعہ کو برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کریں گے اور اس کے ثالثی فیصلہ پر پابند رہیں گے۔

دفعہ ۶:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ خود اور از طرف وارثان خود اقرار کرتے ہیں کہ جب انگریزی فوج کی ان کے ملک میں ضرورت پڑی تو اپنی پوری فوج کے ساتھ تعاون کریں گے۔

دفعہ ۷:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ عہد کرتے ہیں کہ وہ کبھی کسی انگریز یا کسی یوروپین یا امریکن کو برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر اپنی ملازمت میں نہ رکھیں گے۔

دفعہ ۸:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ عہد کرتے ہیں کہ وہ ان ممالک کے متعلق جو ان کو منتقل کیئے گئے ہیں عہدنامہ لاہور مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۸۴۶ء مابین سرکار انگلشیہ اور لاہور گورنمنٹ کی دفعات ۵، ۶، ۷ کا احترام کریں گے۔

دفعہ ۹:۔ سرکار انگلشیہ عہد کرتی ہے کہ بیرونی دشمنوں سے حکومت مہاراجہ صاحب بہادر پر حملہ کے وقت مہاراجہ صاحب کی امداد کریں گے۔

دفعہ ۱۰:۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقتدارِ سرکار انگلشیہ کا احترام کرتے ہیں اور اس احترام کے

پیشِ نظر سرکارِ انگلشیہ کو ہر سال ایک گھوڑا۔ بارہ شلخ بکری اور تین جوڑے کشمیری شال بطور نذرانہ دیں گے۔

یہ عہدنامہ مشتمل بر دس دفعات کے منجانب سرکارِ انگلشیہ فریڈرک کری صاحب بہادر میجر ہنری مانٹگمری لارنس نے بحکم رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب جی۔ سی۔ بی، گورنر جنرل اور مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر نے اصالتاً موثق کیا اور رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی گورنر جنرل کی مہر سے اس کا استحکام عمل میں آیا۔

بمقام امرتسر مورخہ ۱۶؍ مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۶؍ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ

دستخط فریڈرک کری (مہر) ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل آف انڈیا۔

⁂

۳۱؍ مارچ ۱۸۸۴ء کو باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ ۱۲ بکریوں کی بجائے مہاراجہ صاحب دس پونڈ ریشم۔ چار پونڈ سیاہ اون رنگ خاکستری۔ چار پونڈ سفید اون مہیا کریں۔ یہ ترمیم مہاراجہ رنبیر سنگھ جی کے عہد میں ہوئی۔ ۱۸۶۲ء میں ایک سند کے ذریعے جو مہاراجہ رنبیر سنگھ کو لارڈ کننگ کی طرف سے دی گئی تھی، حکومت ہند نے اقرار کیا کہ قدرتی وارثوں کی عدم موجودگی میں مہاراجہ صاحب اور ان کے جانشین اپنے خاندان کے لئے پسر متبنّی اپنے خاندان کی روایات کے مطابق بنا سکتے ہیں جس کو گورنمنٹ آف انڈیا خوشی کے ساتھ منظور کرے گی۔

نذرانہ اور پیشکش کی شرط اس لئے رکھی گئی کہ گلاب سنگھ اپنے آپ کو برطانوی حکومت کے ماتحت خیال کرے، اس عہدنامہ کو دیکھنے کے بعد یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مہاراجہ

گلاب سنگھ جی کو کشمیر ۷۵ لاکھ روپیہ میں ملا تو اتنے بڑے ملک کے لئے یہ کوئی قیمت ہی نہ تھی۔ گورنمنٹ آف انڈیا مہاراجہ گلاب سنگھ ہی کو اس قابل سمجھتی تھی۔ کہ وہ اس وسیع ملک میں امن قائم رکھ کر اس خطرہ کو دُور کر دے گا جو سکھ گورنمنٹ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے اتحاد سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اس بات کا ثبوت ہمیں اس وقت کے گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ کے ایک خط سے ملتا ہے جو انھوں نے خفیہ کمیٹی کو ۱۴؍ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء میں لکھا:۔

> "عہد نامہ کے مسودہ سے جو ساتھ شامل ہے ظاہر ہوگا کہ لاہور گورنمنٹ تاوانِ جنگ کی رقم ادا نہ کر سکی اور نہ ہی اس کو ادا کرنے کی ضمانت دے سکی اس لئے دریائے بیاس سے دریائے سندھ تک کا پہاڑی علاقہ بمعہ صوبۂ کشمیر اور ہزارہ برٹش گورنمنٹ کو دے دیا گیا ہے۔
>
> میرا ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ اس سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس علاقہ پر ہمارا قبضہ کئی وجوہات پر نقصان دہ ثابت ہوگا اس سے ہماری ٹکر کئی طاقتور راجگان سے ہو جائے گی جس کی سرکوبی کے لئے ہمیں اپنے صوبہ جات سے دُور دراز علاقوں میں اپنی فوج رکھنی پڑے گی۔ اور فوجی اخراجات کا زیر بار ہونا پڑے گا۔ سرحدی لائن دوگنی ہو جائے گی۔ جس کی حفاظت مشکل ہوگی اور اگر یہ بھی کیا جائے تو اس کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک تو دُور دراز کے علاقہ جات اور دُوسرے ایسے لوگ ہماری حکومت کے ماتحت آجائیں گے جن کے ساتھ اب تک ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ماسوائے کشمیر کے باقی علاقہ جات ویران ہیں۔ اور ہمارے انتظامات کے اخراجات بہ مشکل برداشت کر سکیں گے۔

دوسری طرف جو علاقہ اب سکھ گورنمنٹ سے ہمیں ملا ہے اس میں وہ پہاڑی ملک بھی شامل ہے جو راجہ گلاب سنگھ اور خاندانِ جموں کی ملکیت ہے یہ علاقہ ہمارے قبضہ میں آجانے سے ہم راجہ گلاب سنگھ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں ۔ راجہ گلاب سنگھ نے گزشتہ لڑائی میں ہماری جو امداد کی ہے ۔ ہم اس کے صلہ میں اس کی حسب خواہش یہ علاقہ اسے دے کر ایشیا کے حکمرانوں کے لئے ایک مثال قائم کر سکتے ہیں کہ برطانیہ کا ساتھ دینے سے انھیں کیا فوائد ہو سکتے ہیں ۔ ساتھ ہی ہم جنگ کے اخراجات کو پورا کر سکتے ہیں ۔ یہ اخراجات لاہور گورنمنٹ کسی طرح بھی نقد ادا کرنے کے قابل نہیں ہے ۔ اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ یہ علاقہ لاہور گورنمنٹ سے اس روپیہ کے بدلے میں حاصل کر لیا جائے ۔ راجہ گلاب سنگھ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک کروڑ کی رقم ادا کر دیں گے جو ریاست لاہور ادا کرنے کے ناقابل ہے ۔ بشرطیکہ یہ علاقہ جو عہد نامہ کی دفعہ ۴ کی رُو سے ہمیں ملا ہے ۔ انھیں ایسی شرائط کے تحت دے دیا جائے ۔ جو ہم منظور کریں ۔

یہ ضروری ہے کہ بیاس کے پار کا علاقہ کلو اور منڈی بمعہ علاقہ نور پور اور مشہور قلعہ کانگڑہ (جس کی یہاں کے لوگوں کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت ہے ، ہمارے قبضہ میں رہے ۔ یہ صوبہ دریائے بیاس اور چکی کے درمیان یکجا ہے)

کشمیر اور جموں کا علاقہ گلاب سنگھ کو اس کی غداری کے عوض میں ملا ، انگریز نزاکتِ حالات کو سمجھتا تھا اس لئے اس نے کشمیر کا علاقہ ڈوگرہ حکمران کے حوالہ کر دیا ۔

کشمیر پر قبضہ کے حقوق حاصل کرنے کے بعد گلاب سنگھ نے پہلے کشمیر کے گورنر امام الدین سے دو ایک ہاتھ کئے۔ خوب معرکے ہوئے آخر انگریز سرکار نے مدد دی اور جب سری نگر پر قبضہ ہوا تو امام الدین نے ہتھیار ڈال دیئے۔ کشمیر پر قابض ہونے کے بعد گلاب سنگھ نے کہا کہ سودا نفع مند نہیں کیونکہ پہاڑ، پانی اور زمین کا ایک ایک حصّہ خریدا ہے۔ لیکن جب دیکھا کہ غداری کا صلہ اچھا ملا تو چپ سادھ لی۔ یہاں تک کہ سکھوں کو ان کی آخری لڑائی میں بھی کوئی مدد نہ دی۔ خود مرا تو رنبیر سنگھ گدی نشین ہوئے یہی غدر کا زمانہ تھا۔ ہندوستان میں آزادی کے متوالے مادرِ وطن کی نذر ہونے شروع ہوئے اور یہاں ڈوگرہ راج کی لعنت میں لاکھوں بھوک کا شکار ہو گئے۔ ۱۸۸۵ء میں پرتاپ سنگھ نے عنانِ حکومت سنبھالی لیکن اس وقت انگریزوں کو خیال آیا کشمیر کا علاقہ بیچ کر غلطی کی ہے۔ اس کی سرحدیں روس اور افغانستان سے ملتی ہیں، کہیں کوئی اور مصیبت ہی نہ گلے آن پڑے۔ آخر پرتاپ سنگھ کو چار سال بعد گدی سے علیحدہ کر دیا۔ لیکن ہندوستان ڈوگرہ راج کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جلسوں میں ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ وائسرائے کو عرضداشتیں بھیجی گئیں۔ حکومت نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ جائے گا تو مصلحت کی بنا پر پرتاپ سنگھ کو دوبارہ گدی نشین کر دیا۔ اس سے کچھ عرصہ بعد پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی۔ ریاست کی طرف سے انگریزوں کو کافی فوج اور اسلحہ مہیا کیا گیا تھا اس لئے اب دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات ہو گئے۔ راجہ پرتاپ سنگھ کو عہدِ اکبری کا رانا پرتاپ نہ سمجھئے کہ مونچھوں کو اوپر چڑھانے کی قسم کھالی اور کہا کہ اکبر کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔ اگر انگریزوں نے گدی سے علیحدہ کر دیا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن اس کا غصہ مسلمانوں پر اس طرح نکالا گیا کہ پونچھ کے جیل خانوں میں توہینِ قرآن کرا ڈالی۔ لوگ مشتعل ہو گئے کہ

بیعنامہ امرتسر کی خلاف ورزی ہوئی اور اس کا نزلہ ہماری مقدس کتاب پر کیوں گرنے لگا۔ ہجرت اور جہاد کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت تو ہجرت شروع ہوئی۔ جہاد کا اعلان سو سال گزرنے پر ہوا۔ اس واقعہ سے کشمیر میں آزادی کی تحریک نشوونما پائی۔ پرتاپ سنگھ کے بعد ۱۹۲۵ء میں اس کا بھتیجا ہری سنگھ گدی نشین ہوا جو ظلم و ستم میں سب سے بازی لے گیا۔ سائمن کمیشن کی آمد سے ہندوستان میں سیاسی سرگرمیاں وسیع پیمانہ پر شروع ہوگئیں اس کے بعد ریاست میں بھی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ عوام میں بیداری کی لہر دوڑنے لگی۔ اسی دور میں چوہدری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ میدان میں آئے۔ تحریک خلافت شروع ہوئی اس کے بعد یہ چنگاری بدستور سلگتی رہی۔ مسلم پولیٹیکل کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس کے بعد کئی معرکے ہوئے۔ کچھ وجوہات ہی اس قسم کی پیش آتی رہیں کہ تحریک آزادی مقبول ہونے لگی۔ پھر وہ وقت بھی دیکھا کہ مسلم پولیٹیکل کانفرنس کے عہدیداروں میں ٹھن گئی۔ نیشنل کانفرنس کے متوازی مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مسلم نیشنل کانفرنس نیشنل کانگرس کا پٹھو بن کر رہ گئی کیونکہ شیخ عبداللہ اب پنڈت نہرو کو اپنا سہارا سمجھنے لگے تھے۔ ریاست میں پکڑ دھکڑ جاری رہی۔ ۱۹۴۴ء میں قائداعظم کشمیر گئے لیکن جس طرح گئے اسی طرح واپس لوٹ آئے۔ بیعنامہ امرتسر کو ایک سو سال بیت چکے تھے۔ وزارتی مشن کی آمد پر اس سے کشمیر کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ پھر "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک شروع ہوئی چنانچہ نیشنل کانفرنس کے علمبردار شیخ محمد عبداللہ نے ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء کو کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کا اس ملک پر کوئی حق نہیں ہے ہم انگریزوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ مہاراجہ ہری سنگھ کو اس ملک پر راج کرنے کا کوئی اختیار نہیں، ایک تھوک فروش نے ہمیں خریدا اور پرچون فروشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حقیر

رقم میں ایک بنئے کو یہ ملک بیچ ڈالا گیا۔ ہم روپیہ جمع کریں گے اور اس کو کہیں گے کہ کسی گاؤں میں جاؤ اور یہ جگہ خالی کر دو۔ لیکن جب مہاراجہ کشمیر کے حکم کے مطابق شیخ عبداللہ پر مقدمہ چلایا گیا تو پنڈت نہرو نے ریاست سے اپیل کی کہ ان کی صفائی پیش کرنے میں سہولتیں دی جائیں۔ مسٹر آصف علی نے شیخ عبداللہ کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کی لیکن حکومتِ کشمیر نے آپ کو تین سال قید کی سزا کا حکم سنا دیا۔ حیرت کا مقام ہے کہ 'کشمیر چھوڑ دو' کی تحریک کے بانی نے ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کس طرح اسی ڈوگرہ حکمران کی وزارتِ عظمیٰ کے عہدے کی پیشکش قبول کر لی تھی؟

امرتسر کے بیعنامہ کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہوئے ۸ جنوری ۱۹۴۸ء کو آزاد کشمیر حکومت کے صدر سردار محمد ابراہیم نے ادارۂ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے سکریٹری جنرل کو ایک یادداشت میں مسئلہ کشمیر کے آئینی، قانونی، تہذیبی، مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ کشمیر کی اسی فی صدی آبادی مسلمان ہے جو مذہب، نسل، تمدن اور روایات غرضیکہ ہر اعتبار سے ہندو راجہ سے بالکل مختلف ہے ہندو راجہ کا اقتدار انگریزوں کے جانے کے ساتھ ہی یعنی ۱۵ اگست سے آئینی اور قانونی طور پر ختم ہو گیا ہے لیکن حکومتِ ہندوستان اسی راجہ کو کشمیر اور جموں کے عوام پر ان کی مرضی کے خلاف زبردستی مسلط کرنا چاہتی ہے۔ جموں اور کشمیر کے عوام اپنی آزادی کے لئے گزشتہ پانچ ماہ سے سرفروشانہ جنگ لڑ رہے ہیں اور ہندوستان کی سامراجی حکومت اور ہندو راجا کی مستبدانہ ظالم اور غیر جمہوری حکومت کے ناپاک اتحاد کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ مہاراجہ کی فوجوں اور ہندوستان کے ہتھیار بند حملہ آوروں نے نہ صرف ہزارہا مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ مسلمانوں کی بے اندازہ جائداد کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔ ان کی املاک

کو لوٹ لیا ہے اور مسلمان خواتین کی عصمت دری کی ہے۔ ہندوستان کی حکومت اور مہاراجہ جموں اور کشمیر میں بالکل وہی کچھ کر رہے ہیں جو ہندوستان کی حکومت اور غیر مسلم رجواڑے مشرقی پنجاب، دہلی اور غیر مسلم ریاستوں میں کر چکے ہیں۔ جموں اور کشمیر کے مسلمان مجاہدوں نے اپنی مادرِ وطن کو سامراجی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لیئے سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے اور یہ چیز ان کے لیئے کوئی نئی نہیں۔ دوسری عالمگیر جنگ میں جموں اور کشمیر کے پینسٹھ ہزار مسلمان جمہوریت کی خاطر دادِ شجاعت دے چکے ہیں۔

جیسا کہ ہندوستان کے مسلمہ رہنما گاندھی جی بھی اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں بیعنامۂ امرتسر انگریزوں کے جانے کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیعنامہ کی رُو سے مہاراجہ کو جموں اور کشمیر کی کچھ زمینیں ملتی ہیں نہ کہ پورے ملک کی حکومت، ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کی سرداری ختم ہوتے ہی حکومت کے اختیارات عوام کو منتقل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جائز طور پر اپنی حکومت قائم کر لی ہے۔ اگر کوئی غیر جانبدار کمیشن مہاراجہ کی تاریخی حیثیت، رعایا پر اس کے اور اس کے آبا و اجداد کے مظالم، پندرہ اگست کے بعد مہاراجہ کی فوجوں اور حکام کی تعدی، اور ہماری مادرِ وطن پر ہندوستانی راج کے ناپاک حملہ کی تحقیقات کی غرض سے مقرر کیا جائے تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ جھگڑا ہندوستان اور پاکستان کا نہیں بلکہ سابق مہاراجہ اور عوام کا ہے۔ سابق مہاراجہ کی پُشت پر ہندوستان کی حکومت ہے اور عوام اپنی آزادی کے لیئے لڑ رہے ہیں۔ ہندوستان کی حکومت پُرامن شہریوں پر بمباری کر رہی ہے، مسلمانوں کو قتل و غارت کا نشانہ بنا رہی ہے اور مسلمان خواتین کو ہوس کا شکار کر رہی ہے۔ میں سلامتی کونسل سے ان وحشیانہ افعال کے انسداد کی پر زور درخواست

کرتا ہوں۔

آزاد کشمیر حکومت کے صدر کی حیثیت سے میں مجلسِ اقوام سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے معاملہ پر اطلانٹک چارٹر کی روشنی میں غور کیا جائے۔ ہم تیس لاکھ سے زیادہ بندگانِ خدا ہیں۔ ہم ایک شاندار تہذیب کے مالک ہیں۔ ہم اپنے ملک کو سامراجی طاقتوں کی رزمگاہ بنانا نہیں چاہتے۔ ہم دنیا کی ہر حریت پسند قوم سے انصاف کے طالب ہیں اور مجلسِ اقوام حریت پسند قوموں ہی کی نمائندگی کی دعویدار ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے مجلسِ اقوام آئینی باریکیوں اور قانونی موشگافیوں میں اُلجھ کر نہیں رہ جائیگی اور حقائق سے اغماض نہیں برتے گی۔ ہمارے زیرِ نگیں علاقے کی سرحدیں مجلسِ اقوام کے پانچ ارکان کی سرحدوں سے ملتی ہیں۔ اس لیے جنگی نقطۂ نظر سے ہمارے ملک کی کتنی اہمیت ہے۔ اس پر تبصرہ تحصیل حاصل ہے۔ ہم نے آزادی سرفروشانہ جہاد اور گراں قدر قربانیوں کے بعد حاصل کی ہے اور ہم اس کے بقا کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانیوں کا عزم کئے ہوئے ہیں۔

یہ تھا بعینائہ امرتسر۔ وہی پنڈت نہرو جنھوں نے سنہ ۱۹۴۶ء میں شیخ عبداللہ سے مل کر ہری سنگھ کے خلاف آواز بلند کی، سنہ ۴۷ء کے اواخر سے شیخ عبداللہ اور ہری سنگھ سے مل کر مسلمان کو نشانۂ مشق بنانے پر تُل گئے۔

جدوجہد پونچھ

معرکۂ کشمیر کے ساتھ ہندوستان اور پاکستان کا مستقبل وابستہ ہوگیا۔ کشمیر کے معاملہ میں دونوں نوآبادیات کے درمیان محض اقتدار اور وقار کی جنگ نہ رہی بلکہ دونوں ہی کے لئے حیات وموت کا سوال پیدا ہوگیا۔ یہ معاملہ اس قدر اُلجھا کہ بہت سے لوگوں کو ہندوستان اور پاکستان کا مستقبل "تاریک نظر آنے لگا۔ اس تفصیل سے قطع نظر کہ اس غیرِ اعلان شدہ جنگ میں پہل کس کی طرف سے ہوئی، ہمیں مقامی، مُلکی اور بین الاقوامی حالات کے مطابق اس عقدۂ لاینحل کے انجام پر غور کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

کشمیر ہی پر کیا موقوف ہے، ریاست ہائے ہندوستان میں مسلمانوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی مثال تاریخِ عالم میں بھی نہ مِل سکے گی۔ تقسیمِ ہند کے وقت برطانیہ نے ریاستوں کو چنداں اہمیت نہ دی، اور اُس کی اس

مجرمانہ خاموشی کا مقصد محض یہ تھا، کہ مسئلۂ ریاست ہائے ہندوستان تقسیمِ ہند کے بعد کچھ ایسی نازک صورت اختیار کر جائے کہ دونوں نوآبادیات کا اگر تصادم ممکن نہیں تو تباہی و بربادی ضرور ہو، وزارتی مشن کی رپورٹ میں بھی مسلم لیگ اور کانگرس کے باہمی اختلافات کو اُجاگر کر کے دُنیا پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ ان دو سیاسی جماعتوں کے مابین اختلافات کی خلیج اتنی وسیع ہے، کہ برطانوی مشن نے جس شکل سے حل تلاش کیا ہے، وہ اس کی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ اور اس کے سوا اور چارۂ کار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی دونوں فریقوں نے سکیم کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ کلکتہ، نواکھلی اور بہار کا ہنگامہ بپا ہوا۔ جس میں لاکھوں انسان بیدردی سے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ وزارتی مشن کی ناکامی کے بعد ملک کے مسائل اُلجھ کر رہ گئے

اور اگر موجودہ ماحول کے پس منظر پر نگاہ دوڑائی جائے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ کرپس مشن کے آنے اور اس کی ناکامی کے بعد وزارتی مشن کی آمد پر دونوں طرف سے اپنے مطالبات کو جائز تسلیم کرانے میں تگ و دو شروع ہو گئی، ارکانِ مشن کی واضح الفاظ میں یہی خواہش تھی کہ اختلافات کو وسیع کر دیا جائے تاکہ مسلم لیگ یا کانگرس کسی ایسے معاہدہ کی شرائط طے کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں، جو خود انھی کے لئے مفید ثابت ہو، وزارتی مشن کے اعلان کے بعد فریقین میں رسہ کشی شروع ہو گئی اور اس باہمی انتشار کے فوراً ہی بعد ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ کبھی مسلم لیگ نے اس کی منظوری کا اعلان کیا اور کبھی کانگرس نے اس کی علیحدہ وضاحت کر کے اسے ٹھکرا دیا۔ ملک کی دونوں سیاسی جماعتیں کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کے لئے بیتاب تھیں لیکن انھیں جس راستہ کو اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا اس سے دونوں کے درمیان اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہو چکی تھی۔ تاہم برطانوی

سیاست دان بدستور اس گتھی کو سلجھانے میں مصروفِ عمل تھے۔ حالات نہایت تیزی سے بدلتے گئے۔ اچانک لارڈ ویول کو واپس بلا لیا گیا۔ اس کے بعد ۳ر جون کی سکیم منظرِ عام پر آئی لیکن اس اعلان کے بعد یہ قتل و غارت وسیع پیمانے پر شروع ہو گیا ہم اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتے۔ کہ کانگرس یا مسلم لیگ کی طرف سے کونسی ایسی غلطی ہوئی کہ آج ہم اس تباہی و بربادی کو روکنے کی خواہش رکھنے کے باوجود بھی اس میں کامیاب نہیں ہو رہے۔ ۳ر جون کے اعلان میں بھی ریاستوں کے متعلق برطانیہ کے وزارتی مشن کی تجاویز کی پیروی کی گئی۔ دشمن یہ بخوبی جانتا تھا کہ یہی ایک مرکز ہے جس پر ٹھیک نشانہ بیٹھے گا۔ ۱۵ر اگست کے بعد برطانوی اقتدارِ اعلیٰ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد ریاستوں اور دونوں نو آبادیات کے مابین ایک زبردست کشمکش شروع ہو گئی۔

یکم جولائی سنہ ۱۹۴۷ء سے کشمیر میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ انڈیا بل پارلیمنٹ میں پیش ہونے والا تھا چنانچہ اس کا مسودہ ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کو دکھا دیا گیا۔ کانگرس نے حالات کا جائزہ لینے کے فوراً ہی بعد کشمیر پر ڈورے ڈالنے شروع کر دئے۔ مسلم لیگ کا شروع ہی سے یہ رویہ رہا کہ اس نے ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہ کی۔ جس کی وجہ سے ان تمام ریاستوں میں کانگرسی غلبہ سے مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔

مخالف فریق کی پالیسی یہ تھی کہ والیانِ ریاست محض ایک عارضی حیثیت کے مالک ہیں۔ شروع سے ہی کانگرس نے ہندوستان کی ریاستوں میں اپنی مداخلت جاری رکھی یہاں اس موضوع پر بحث کی چنداں ضرورت نہیں کہ مغلیہ خاندان کی تباہی کے بعد انگریز نے کس طرح ہندوستان کے ٹکڑے کئے اور ان والیانِ ریاست سے نازک دور میں کس طرح اور

کیونکر کام لیا: برطانوی اقتدار کے دور میں بھی ان ریاستوں سے انھیں کافی مدد ملتی رہی، چنانچہ انھوں نے ضروری سمجھا اور اپنے مفاد کے لئے ان ریاستوں کے وجود کو تسلیم کیا لیکن ۱۵؍ اگست کے بعد ان تمام والیانِ ریاست کو یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ جس طرح مناسب سمجھیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلیں۔

پاکستان کی ریاستوں کے بارے میں پالیسی غیر مبہم رہی ہے۔ اس پالیسی کی وجہ سے پاکستان کے وقار کو کئی مرتبہ صدمہ پہنچا۔ اگر جوناگڑھ اور ماناودار پر قبضہ رکھنے کی ہمت نہیں تھی اور یہ سمجھا جا رہا تھا کہ اگر انڈین یونین کی طرف سے یلغار ہوگئی تو اس کا تحفظ ناممکن ہے تو ان ریاستوں کو پاکستان میں شامل ہی نہیں کرنا چاہئے تھا تاکہ ان حالات سے دوچار نہ ہونا پڑتا کہ ہندوستانی یونین نے ہر دو ریاستوں پر طاقت کے بل پر قبضہ کرلیا اور حکومت پاکستان خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار کرکے بیٹھ گئی۔

ایک طرف تو جوناگڈھ اور ماناودار کی شمولیت کے لئے اتنی دلچسپی، دوسری طرف کشمیر جیسی ریاست جو پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی تھی۔ اس کی طرف سے اتنی بے تعلقی کہ کوئی توجہ نہ دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہزاروں انسانوں کا خون بہا اور انڈین یونین نے اپنی طاقت کے بل پر اپنے وقار کے لئے کشمیر میں جان کی بازی لگا دی۔

مسلم لیگ جب سیاسی جد وجہد کے دور میں تھی تو اسے واحد نمائندہ جماعت ثابت کرنے اور مخالف مسلم جماعتوں کے اقتدار کو چوٹ لگانے کے لئے یہ کسی حد تک ضروری تھا کہ مسلم لیگ ان پارٹیوں سے تعاون نہ کرتی یا ان کے لیڈروں کو سیاسی اعتبار سے وقعت نہ دیتی۔ یہ پالیسی بھی گو کافی حد تک نقصان دہ ثابت ہوئی۔ مگر اس سے فائدہ بھی ہوا کہ مسلم لیگ نے اس طرح اپنی واحد نمائندگی کو برقرار رکھا اور آخر کار مخالفتیں تقریباً

ختم ہوگئیں ۔ ۱۵ر اگست کے بعد حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد حکومتِ پاکستان کے ارباب حل و عقد کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی اس پالیسی کو پاکستان میں قطعاً ترک کر دیتے کیونکہ پاکستان کو ٹھوس بنیادوں پر مضبوط کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ہر عنصر کا تعاون حاصل کیا جائے جو پاکستان کی حکومت کا جُز ہیں ۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلم لیگ نے حیرتناک طور پر کشمیر سے لاپرواہی برتی اُدھر پاکستان اور ہندوستان کے قیام سے قبل بلکہ یوں کہئیے کہ ۳ر جون کے برطانوی اعلان کے بعد حکومت ہندوستان کے ریاستی محکمے نے ریاستوں پر اپنے ڈورے ڈالنے شروع کر دئیے ۔ تھپکے دھمکیوں سے کام نکالا گیا اور ریاستی عوام میں بغاوت کے آثار پھیلا کر ریاستی مہاراجہ کو ہندوستانی یونین میں شامل ہونے کی ترغیب دی گئی ۔ سب سے پہلے ٹراونکور کی ریاست کا مسئلہ نازک صورت اختیار کر گیا ۔ دیوان ٹراونکور کے اعلانات سے یہ واضح ہوتا جا رہا تھا کہ وہ ریاست اگر ہندوستان میں شامل نہ ہوئی تو کم از کم اپنی آزادی کا اعلان ضرور کرے گی چنانچہ مسٹر نہرو اور دیوان ٹراونکور کے درمیان ایک "آتشیں بیانات" کا سلسلہ بھی جاری رہا ، ابھی یہ ہنگامہ جاری ہی تھا کہ اچانک دیوان ٹراونکور پر قاتلانہ حملہ ہوگیا ۔ ریاستی کانگرس نے ریاست کے طول و عرض میں مظاہرے کئے اور یہ ہنگامہ اتنی نازک صورت اختیار کر گیا کہ مجبوراً دیوان ٹراونکور کو مستعفی ہونا پڑا اور اس کے بعد ریاست کا ہندوستان میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا گیا ۔

ٹراونکور کے قلعہ کو سر کرنے کے بعد اب سردار پٹیل نے دہلی کی نواحی ریاستوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ۔ جہانتک آئینی مسائل کا تعلق ہے ، کسی ایک نوآبادی کو ریاستوں کے کسی ڈومینین میں شامل ہونے پر کوئی اعتراض نہ کرنا تھا ۔ لیکن تقسیمِ ہند کے

بعد جب حد بندی کمیشن نے اپنے خونی فیصلہ کا اعلان کیا تو حد بندی کچھ اس طریق سے کی گئی کہ تمام ریاستیں ہندو یونین کی حدود میں آگئیں، ہندوستان کے اکثر والیانِ ریاست غیر مسلم ہیں، اس لئے ان کے یونین میں شامل ہونے پر کسی قسم کا اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ تاہم ان ریاستوں پر اپنا تسلط جمانے کے بعد ہندوستانی یونین نے اب ان ریاستوں کی طرف ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا جن کے والیانِ ریاست یا تو پاکستان میں شرکت کرنے کے لئے تیار تھے یا وہ پاکستان میں شرکت کر چکے تھے۔ انڈین یونین نے یہ تجویز بالکل ٹھکرا دی کہ ریاستوں کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں وہ کسی قسم کی مداخلت نہ کرے گی لیکن یہی اعلان وہ مسلم لیگ سے مل کر منظور کر چکی تھی، ۳ر جون کے بعد والیانِ ریاست کے ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے وائسرائے لارڈ لوئی مونٹ بیٹن نے بھی یہ کہا تھا کہ ریاستوں کو کسی نہ کسی ڈومینین میں ضرور شامل ہونا پڑے گا۔ جس وقت دشمن اس خوفناک سازش کے لئے میدان تیار کر رہا تھا، اس وقت حکومت پاکستان کا رویہ یہ تھا، کہ اس نے اپنی سابقہ پالیسی کے اصولوں پر کاربند رہ کر اس مسئلہ میں چنداں دلچسپی کا اظہار نہ کیا اور اب اسی وجہ سے ہم کبھی کشمیر کی طرف دیکھ کر کفِ افسوس ملتے ہیں، اور کبھی جوناگڑھ اور حیدرآباد کے متعلق ہمیں دلی قلق ہونے لگا ہے۔

ریاست کشمیر کی سیاسی جدوجہد میں مسلم لیگ نے چنداں دلچسپی نہیں لی۔ جموں میں جب نیشنل کانفرنس کی سیاسی چالوں کو بے نقاب کرنے کا وقت آیا تو سید غلام حیدر شاہ جموں مسلم لیگ کے صدر اور مسٹر اسحاق قریشی اس کے سکریٹری نامزد کئے گئے۔ انھوں نے عرصہ تک تو اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں لیکن کچھ عہدیدار سرکاری ملازمت میں چلے گئے اس لئے مسلم لیگ کی تحریک اچھی طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن سیاسیات میں عملی حصہ نہ لینے

کے باوجود بھی مسلمانوں نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا۔ نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس مقابلہ کی جماعتیں تھیں اس لئے عوام ریاست کی اندرونی سیاست میں زیادہ دلچسپی لیتے رہے دربارِ کشمیر کی بھی یہ پالیسی تھی کہ بیرونی دباؤ یا اثر سے آزاد رہ کر ریاست کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہونے دیا جائے۔ سو سالہ ڈوگرہ راج میں انھیں طرح طرح کے جھانسے دیئے گئے چنانچہ آزادیٔ ہند کے فیصلہ کے بعد سے بھی حکمران نے مسلمانوں کو ہر طرح سے اندھیرے میں رکھا۔ سب سے پہلے یکم جولائی کو سیاسیاتِ کشمیر کے متعلق ایک ذمہ دار خبر رساں ایجنسی نے بتایا کہ پندرہ اگست کے بعد تاج کی سرداری ختم ہونے پر ریاست خودمختاری کا اعلان کر دے گی۔ اسی اثنا میں کانگرس ریاستی امور میں نمایاں دلچسپی لینے پر مستعد ہو گئی جس سے مسلم کانفرنس کے اکابرین کو بھی خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناح نے آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر چوہدری حمید اللہ اور کانفرنس کی عاملہ کے رکن مسٹر محمد اسحاق قریشی سے ملاقات کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ حقیقت پہلے ہی واضح کر دی ہے کہ ہر ریاست کو انڈین یونین اور پاکستان ڈومینین میں سے کسی میں شامل ہونے کا پورا حق حاصل ہے۔ مسلم لیگ کسی ریاست پر دباؤ ڈالنا نہیں چاہتی۔ بایں ہمہ جہاں تک ریاست کشمیر کا تعلق ہے۔ مجھے نہ صرف امیدِ واثق بلکہ یقینِ کامل ہے کہ مہاراجہ کشمیر اور ریاست کے دیگر اربابِ حل و عقد فیصلہ کرنے میں نہ صرف اپنے مفاد کا خیال رکھیں گے بلکہ ریاستی باشندوں کے مفاد کا خیال بھی رکھیں گے۔

پاکستان میں شمولیت کا امکان تو ضرور تھا لیکن مہاراجہ کشمیر کسی فیصلہ کے اعلان سے گریز کر رہا تھا۔ چنانچہ ۱۱ جولائی سے ہی سیاسی حلقوں میں یہ اندازہ لگایا جانے لگا کہ کشمیر

کسی صورت میں بھی ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی میں شرکت نہ کرے گا۔ کیونکہ ریاستی عوام میں ۹۵ فی صد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اگر مہاراجہ نے کوئی خلافِ توقع اعلان کیا تو یہ اقدام کشمیر کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہوگا۔ ۸؍ جولائی کو مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر سری نگر واپس پہنچ گئے۔ ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے مسٹر گاندھی بھی ان کے پیچھے ہی عازمِ کشمیر ہوئے جب وہ ۳۱؍ جولائی کو لاہور اسٹیشن سے گزرے تو انھوں نے کہا کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اگر آپ میرا کوئی پیغام چاہتے ہیں تو اپنے گھروں کو جائیے اور چرخہ چلائیے۔ آپ کی تقلید کا مظاہرہ پہلے امرتسر میں ہوا جہاں چند نوجوانوں نے آپ کا سیاہ جھنڈیوں سے استقبال کیا اور 'واپس جاؤ' کے نعرے بلند کیئے، ملک کا یہی طبقہ مسٹر گاندھی کا جان لیوا ثابت ہوا۔

اوائلِ اگست میں مسلمانانِ پونچھ کے ایک اجتماع میں حکومتِ کشمیر سے پاکستان میں شمولیت کا مطالبہ کیا گیا، ان کی اس خواہش کو کس طرح سے عملی جامہ پہنایا جا سکتا تھا، جب کہ کانگریس ہائی کمانڈ کی طرف سے مسٹر گاندھی کو خاص سیاسی مشن پر کشمیر بھیجا گیا؟ مسٹر گاندھی یکم اگست کو سری نگر پہنچ گئے۔ بیگم عبداللہ نے آپ کا استقبال کیا کیونکہ اس وقت شیخ عبداللہ قید میں تھے۔ کانگریس کے سرکردہ قائد آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے معذور تھے، اس کے باوجود بھی ملک میں ایک ایسا تشدد پسند عنصر پیدا ہو گیا جو مسٹر گاندھی سے نفرت ہی نہیں بلکہ ان کا جانی دشمن تھا۔ آپ کے قتل کے بعد یہ امر واضح ہو گیا کہ سیوک سنگھ اور ہندو مہا سبھا نے مسٹر گاندھی کو ختم کرنے کے لئے ملک میں سازش کا ایک وسیع جال بچھا رکھا تھا جو تقسیمِ ہند سے پہلے بھی مصروفِ عمل تھا۔ چنانچہ ۳؍ اگست کو مسٹر گاندھی نے مجاہد منزل نیشنل کانفرنس ہیڈ کوارٹرز سری نگر

میں کانفرنس کے رضاکاروں کو خطاب کرنے کی کوشش کی تو وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے۔

سری نگر پہنچنے کے بعد مسٹر گاندھی نے پروگرام کے ماتحت سیاسی مذاکرات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۳ر اگست کو وزیر اعظم کشمیر مسٹر کاک نے مسٹر گاندھی سے دوسری دفعہ ملاقات کی۔ یہ ملاقات قریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ گو ابھی قطعی طور پر اس امر کا اعلان نہ کیا گیا کہ گاندھی کاک گفت و شنید میں کونسے مسائل زیرِ بحث لائے گئے تاہم خیال تھا کہ ریاست کشمیر کے مستقبل سے متعلقہ تمام امور زیرِ بحث لائے گئے۔ مسٹر گاندھی نے وزیر اعظم کاک سے ملاقات کے بعد کشمیر نیشنل کانفرنس کے کارکنوں سے گفتگو کی لیکن اس کے باوجود ان کا دورہ سیاسی نوعیت کا نہ تھا۔ وزیر اعظم کشمیر سے کانگرسی مہاتما کے ساتھ گفتگو کی روئداد کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ کہ آیا کشمیر کسی ہندوستانی نوآبادی میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے یا وہ بالکل آزاد و خود مختار رہنا چاہتا ہے۔ وزیر اعظم کشمیر نے صرف یہی جواب دیا کہ "ہم ہر ایک سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔"

مسٹر گاندھی کی آمد سے پہلے اچاریہ کرپلانی نے دربارِ کشمیر پہ ڈورے ڈالنے شروع کئے لیکن وہ اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب نہ ہوسکے۔ اسی لئے مسٹر گاندھی کو کشمیر بھیجا گیا کہ وہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کریں۔ چنانچہ اس وقت کشمیر کے یونین میں شامل کرنے کا آخری فیصلہ ہوگیا۔ اب صرف موقع کی تلاش تھی۔ اس سازش کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ تاہم مسلم کانفرنس کو مسٹر گاندھی کی آمد پر ضرور شبہ ہوا۔ کانفرنس کے ایک اجلاس میں کنوینر مجلس عمل میر عبدالعزیز نے ایک جلسہ عام میں کہا تھا کہ مسٹر گاندھی کی تشریف آوری محض سیاسی نوعیت کی ہے۔ اور آپ کشمیر کے یونین میں شامل ہونے پر گفت و شنید کے لئے یہاں آئے ہیں۔ مسٹر عبدالسلام دلال نے کہا کہ مسٹر گاندھی اس بات کے مجاز نہیں

کہ وہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کریں۔

اگست ۱۹۴۷ء سے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نازک ترین باب کا آغاز ہوتا ہے۔ حد بندی کمیشن کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی اور برطانوی کابینہ کے اعلان کے مطابق وسطِ اگست میں درجۂ نوآبادیات کا قیام عمل میں لایا جانا تھا۔ حالات نازک صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ چنانچہ مسلم لیگ کی زیادہ توجہ اختیارات کو سنبھالنے میں صرف ہونے لگی۔ ہندوستان اور کشمیر میں پہلے سے ہی خفیہ معاہدہ کی شرائط طے ہو چکی تھیں۔ لیکن اس میں کمال یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس امر کا احساس تک بھی نہ ہونے دیا گیا، مسٹر گاندھی ۵؍ اگست کو واپس عازمِ دہلی ہو گئے۔ خدا کی قدرت دیکھیئے کہ جولائی سے کشمیر کے طول و عرض میں زلزلوں کے شدید جھٹکے محسوس ہونے شروع ہو گئے۔ قدرت آنے والے انقلاب کے لئے خبردار کر رہی تھی!

۱۵؍ اگست کو ہندوستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، پاکستان اور ہندوستان ——— سو سالہ جد و جہد کی ایک کامیاب کوشش، لیکن جن بنیادوں پر آزادی کی دیواریں رکھی گئیں اب ان سے آہیں اُٹھیں اور نالے بلند ہونے شروع ہو گئے۔ وحشت و بربریت کا وہ دور شروع ہوا کہ چرخِ کہن متحیر ہو کر رہ گیا۔ آزادی ——— ہر گوشہ سے آواز اُٹھی ——— آزادی اس کا ردِ عمل، تڑپتی ہوئی لاشیں، بلکتے ہوئے بچے۔ مشرقی پنجاب کے اس خونریز دور کے وقت کشمیر کا ڈوگرہ حکمران ٹھنڈے دل سے ان خونی واقعات کی تاریخ دُہرانے کی سکیم مرتب کر رہا تھا۔ ۱۵؍ اگست کے بعد کشمیر کے سیاسی ماحول میں تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو گئیں، بے چینی کے آثار تھے لیکن امید کی جھلک نظر نہ آتی۔ پاکستان اور ہندوستان میں جشنِ آزادی منایا جا رہا تھا۔ ایک طرف

فلک بوس محلات پر چراغاں اور دُوسری طرف چراغِ ہستی گُل کئے جا رہے تھے۔ دونوں جھنڈے بلندی پر لہرانے لگے لیکن تیز و تند ہوائیں اُٹھیں اور ان کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایک طرف آزادی کے حصول کے بعد شادیانے بجائے جا رہے تھے، دُوسری طرف آزادی کی جدوجہد شروع ہو رہی تھی۔ ۱۵ اگست کو جامع مسجد مسلم پارک سری نگر میں مسلم کانفرنس کے زیرِ اہتمام ایک تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔ میر عبدالعزیز کنویز مجلسِ عمل نے اپنی تقریر میں اس آنے والے خطرے سے آگاہ کیا جو نیشنل کانفرنس اور حکومتِ کشمیر کے ناپاک اتحاد سے پیدا ہوتا تھا۔ پنڈت کاک اسی اثنا میں مستعفی ہو چکے تھے۔ کیونکہ وہ ہندوستان اور کشمیر کے درمیان معاہدے میں سنگِ راہ بنتے جا رہے تھے۔ آپ نے مہاراجہ کشمیر کا آلہ کار بن کر پنڈت نہرو کو کشمیر میں داخل ہونے سے روک دیا، کرپلانی مشن کو ناکام بنا دیا اور گاندھی جی سے کوئی وعدہ دینے کو تیار نہ ہوئے۔ شیخ عبداللہ نے جب 'کشمیر چھوڑ دو' کا نعرہ بلند کیا، تو پنڈت کاک نے ان کا گلا دبوچ لیا، لیکن برسرِ اقتدارِ حکومت ہوتے ہی شیخ عبداللہ نے پنڈت کاک کو سری نگر میں قید کر کے ان پر غداری کے الزام میں مقدمہ چلا دیا۔ اپنے سیاسی دشمن سے بدلہ لیا جا رہا تھا۔ پنڈت کاک کے عہد میں شیخ عبداللہ مجرم کے کٹہرہ میں مسٹر آصف علی کا سہارا لئے کھڑے ہیں۔ آج سابق وزیرِ اعظم کشمیر کٹہرہ میں کھڑے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے والے تھے!

جشنِ پاکستان کی تقریب میں مسٹر عبدالسلام دلال نے حصولِ پاکستان پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے مہاراجہ ہری سنگھ سے مطالبہ کیا کہ آج برطانوی اقتدار ختم ہو چکا ہے، اب ریاست کو آزاد کیجئے، لیکن مہاراجہ دُوسروں کے آگے بک چکے تھے، عہد و پیمان باندھے جا چکے تھے، سو سال کی حکمرانی پر ناز تھا کہ ڈوگرہ راج مسلم

اکثریت اور رائے عامہ سے کہاں مرعوب ہو سکے گا؟ جب حکیم ابنِ مقنع نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے بعد ایک ایسا چاند بنا لیا جو رات کی تاریکی میں اپنے پاس کے ماحول کو درخشاں بنا لیتا، تو اس نے اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ خدا اپنی مخلوق کو دھوکہ میں نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ حکیم ابنِ مقنع کا چراغِ ہستی گُل ہونے سے اس کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ کشمیر کی حکومت غداری کے عوض میں ملی: اب اسے آزادی کے بھینٹ چڑھنا تھا، طلسمِ سامری کو توڑنے کے لئے عصائے موسیٰ کی ضرورت تھی۔ مولانا میر واعظ محمد یوسف نے کشمیری مسلمانوں کو جنگِ آزادی کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا۔ مسلم کانفرنس مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی۔ اب کشمیر کا مستقبل کانفرنس کے ہاتھ میں تھا ـــــــ ایک طرف ڈوگرہ راج، دوسری طرف مسلم کانفرنس، جدوجہد وقار کی نہ تھی، راجا اور پرجا کی طاقت آزمائی کا وقت آن پہنچا تھا۔

۲۷؍ اگست کو آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر چوہدری حمید اللہ خاں اور میر واعظ محمد یوسف نے ایک مشترکہ بیان میں دربار کشمیر کو متنبہ کیا کہ اگر اس نے انڈین یونین میں شامل ہونے کا کوئی فیصلہ کیا تو ریاست کے تمام مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے ریاست کے مسلمانوں کی رائے یہ ہے کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو کیونکہ جغرافیائی تسلسل اور تمدن و اشتراکِ عمل اس کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اپیل میں حکومت کو خبردار کیا گیا کہ اگر اکثریت کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلمان ہر نازک صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ کانفرنس کی طرف سے یہ پہلی آواز تھی، جس میں لاکھوں کشمیریوں کے دم توڑتے سانس تھے، غربت کی سسکیاں تھیں،

ظالم و جابر حکمراں کے خلاف، ایک متحد آواز تھی، اب یہی عزم و استقلال ڈوگرہ حکمران کے جبر و تشدد کے طلسم کو توڑنے کے لئے امید کی آخری کرن تھی!

ہندوستان کی تاریخ میں ہر سو سال گزرنے کے بعد ایک ایسا انقلاب آیا کہ نظامِ سلطنت درہم برہم ہو کر رہ جاتا اور نئی حکومت جنم لیتی۔ سنہ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ درانی فتح و نصرت کا علم بلند کئے پانی پت کے تاریخی میدان میں آن پہنچا۔ اس نے مرہٹوں کو ایسی شکست دی کہ ہندوستان میں مرہٹہ حکومت کا قیام محض ایک خواب بن کر رہ گیا۔ سراج الدولہ کی شکست کے بعد جب جنگِ پلاسی کی فتح کا اعلان ہوا تو اہلِ نجوم نے دعویٰ کیا کہ اب ایسٹ انڈیا کمپنی ایک صدی تک ملک پر قابض ہو جائے گی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ملک کا نظم و نسق براہِ راست تاجِ برطانیہ کی تحویل میں چلا گیا۔ سنہ ۱۸۴۶ء میں غداری کا صلہ ملا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو جموں و کشمیر کا علاقہ تفویض کر دیا گیا لیکن ایک سو سال گزر چکے تھے

تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے، کشمیر میں انقلاب ضروری تھا، حالات خود بخود سازگار ہوتے چلے گئے وجوہات آپ ہی آپ معرضِ وجود میں آ رہی تھیں۔ بیسویں صدی میں تمام ممالک نے ترقی کی اور انسانیت کے اصولوں کو اپنایا لیکن اس وقت بھی کشمیر کے طول و عرض میں کشمیری ایک ٹکڑا روٹی کے لئے سسک رہے تھے۔ ڈوگرہ حکمرانوں نے اپنے محلات کی دیواریں بلند کرنی شروع کر دیں۔ غریب مسلمان کی آہیں اس سے ٹکرائیں لیکن وہ اس کی بنیاد میں تزلزل پیدا کرنے کے برعکس خود فضا میں گھٹ کر رہ جاتیں۔ اب وقت آن پہنچا تھا کہ دربارِ کشمیر اپنے رویّے کا غیر مبہم اعلان کرتا۔ چنانچہ ۲۷ اگست کو کشمیر اور بہاولپور نے ایک ساتھ پاکستان سے معاہدہ کیا جس سے ان ریاستوں کے سابقہ نظامِ حکومت

کو برقرار رکھنے کی شرط پر دستخط ہو گئے۔ کیا کشمیر پاکستان میں شامل ہو گیا ——؟ نہیں بلکہ ہندوستان میں شامل ہونے کی راہ صاف کی گئی۔ مسلم کانفرنس حالات کی نزاکت کو بخوبی سمجھ رہی تھی۔ چنانچہ معاہدہ ساکن کے اعلان کے فوراً بعد چوہدری حمید اللہ خاں نے ایک واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ اگر حکومت جموں وکشمیر جاتی ہندوؤں اور ان کے چند کاسہ لیس مسلمانوں کے پراپیگنڈے کا شکار ہو گئی اور اس طرح یونین میں شامل ہوئی اس کا یہ اقدام پاکستان کی پشت میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہوگا۔ ریاست میں مسلمانوں کی کلی اکثریت ہے، اور رائے عامہ پاکستان میں شمولیت کا مطالبہ کرتی ہے۔

میر واعظ محمد یوسف نے ۲۷ اگست کو وزیر اعظم کشمیر جنک سنگھ سے ملاقات کی اور ان پر کشمیر کے کسی ایک ڈومینین میں شامل ہونے کے متعلق مسلم کانفرنس کا واضح اور غیر مبہم نظریہ پیش کیا۔ عوام کی نمایندگی کی آواز مہاراجہ ہری سنگھ کے کانوں تک پہنچ رہی تھی لیکن دہلی سے احکامات کی پیروی لازم تھی۔ میر واعظ محمد یوسف نے سری نگر میں تقریر کرتے ہوئے ایک بار پھر حکومت پر یہ امر واضح کیا کہ اگر حکومت کشمیر نے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں اور ان کے چند حواری مسلمانوں کے ایما پر کوئی قدم اٹھایا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ پاکستان کو تباہ کرنے کی سازش کی گئی ہے۔ ہم ان طاغوتی قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کر کے صرف جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کی ۸۰ فی صدی آبادی کو ہی نہیں بچا رہے، ہم اپنے مذہب، تمدن اور مفاد کے لئے ہی نبرد آزما نہیں، بلکہ ہم پاکستان کی حفاظت کے لئے بر سر پیکار ہیں اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اوائل اگست سے ہی حکومت نے مسلم کانفرنس کی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں اور ان پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ بعض لیڈر بھی گرفتار کر لیئے گئے۔ میر واعظ محمد یوسف شا

نے ان کے متعلق اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کو زیرِ حراست کرنے سے فرقہ وا احساسات کو بیدار کیا جا رہا ہے۔ کشمیر اور جموں کے مسلمانوں کا ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی جھگڑا نہیں۔ مسلم کانفرنس ان تمام فرقوں کی پوری پوری حفاظت کرے گی۔ آپ نے مزید کہا کہ اس وقت مسلم کانفرنس کے خلاف کچھ افواہیں اڑائی جا رہی ہیں۔ میں اس عنصر کو زبردست انتباہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی ان حرکات سے فوراً باز آ جائے۔

حضرت قائد اعظم محمد علی جناح ۲۸ر اگست کو لاہور پہنچ گئے۔ اگلے دن مشترکہ دفاعی کونسل میں چند اہم فیصلے کئے گئے۔ ان دنوں مشرقی پنجاب میں ہنگامۂ قتل و غارت رونما ہو رہا تھا۔ پٹیالہ، فرید کوٹ، نابھہ میں راشٹریہ سیوک سنگھ کے ممبروں نے مسلمانوں کا وسیع پیمانے پر قتلِ عام شروع کر رکھا تھا، امرتسر وہ آخری مقام تھا جہاں سے جو گاڑی بھی گزری خالی لاہور پہنچی۔ خوف و ہراس بدستور تھا۔ چہرے سہمے ہوئے تھے۔ باؤنڈری فورس کے وحشی ڈوگرہ سپاہی مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کے برعکس ان کے خون سے ہاتھ رنگنے لگے۔ پٹیالہ اور دوسری غیر مسلم ریاستوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ بستیوں کو مسلمانوں سے پاک کر دیں۔ جو مفلوک الحال اور ستم رسیدہ مسلمان اپنی جان بچا کر پاکستان کی طرف روانہ ہوئے انھیں راستہ میں ہی ختم کر دیا گیا۔ سیوک سنگھ، ہندو مہا سبھا اور ماسٹر تارا سنگھ کی اکالی پارٹی کے یہی ممبر پنجاب کے بعد جوق در جوق کشمیر پہنچنے شروع ہو گئے۔ ۳۰ر اگست کو سرینگر میں مسلم کانفرنس نے اشتہارات کے ذریعے عوام سے اپیل کی کہ وہ غیر متوقع اعلان کی مدافعت کے لئے غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر اپنی جماعت بندی کر لیں۔ وزیر اعظم کشمیر کی خدمت میں ایک عرضداشت کے ذریعے کانفرنس کے کم سے کم مطالبات کی یہ فہرست پیش کی گئی:-

۱۔ کشمیر فوراً پاکستان میں شمولیت کا اعلان کرے۔

۲۔ ریاست کے جدید آئین کے لئے آئین ساز اسمبلی قائم کی جائے۔

۳۔ ریاست میں ذمہ دار حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے اور صحیح نمایندوں کا انتخاب کیا جائے۔

۴۔ کشمیر پاکستان آئین ساز اسمبلی میں شرکت کا اعلان کرے اور اگر ان تجاویز پر فوراً عمل نہ کیا گیا تو ریاستی عوام کے مفاد کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

عرضداشت میں یہ بھی شکایت کی گئی کہ شہری آزادی بالکل مفقود کر لی گئی ہے کیونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سری نگر نے ان اجلاسوں کو بھی ممنوع قرار دے دیا ہے جو پرائیویٹ عمارتوں کے اندر منعقد ہوتے ہیں۔ کوئی خوددار شہری ایسی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ایسے تمام احکام کو فی الفور واپس لیا جائے جو عوام کی روزمرہ کی سرگرمیوں پر برا اثر ڈالیں۔ عرضداشت میں پونچھ کے خطرناک حالات کا بھی ذکر کیا گیا جہاں سخت فرقہ وار فسادات ہوئے اور جن میں فوج اور پولیس بھی ایک دوسری سے متصادم ہوئی اور جس سے فریقین کو سخت مالی اور جانی نقصان پہنچا۔

مسلم کانفرنس نے اپنی عرضداشت میں پونچھ کے زہرہ گداز واقعات کے متعلق وزیراعظم سے شکایت کی کہ حکومت نے ان تمام واقعات کو منظرِ عام پر نہیں آنے دیا چنانچہ مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ لیکن حکومت کی طرف سے تفصیلات شائع نہیں کی گئیں۔ ایک آزاد کمیشن قائم کیا جائے جو اس واقعے کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے اس کے علاوہ ریاست کے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے۔

اس عرضداشت سے تین حقائق ظاہر ہوتے ہیں:-

۱۔ پاکستان میں شمولیت کے اعلان میں تاخیر

۲۔ شہری آزادی پر پابندی اور

۳۔ پونچھ کی بغاوت۔

پونچھ کے متعلق نائب وزیر اعظم نے بیان کیا کہ ۱۴۴ ڈیفینس کے ماتحت پبلک جلسہ کو منتشر کرنے کی کوشش پر پبلک نے ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اس لئے گولی چلانی پڑی جس کی وجہ سے پبلک کے علاوہ ہمارے دو تین فوجی بھی کام آئے۔ جب شہدا کی تعداد پوچھی گئی تو انکار کر دیا گیا۔ شمولِ پاکستان کے لئے اعلان میں تاخیر کی تو کوئی خاص وجہ نہ تھی صرف موقع کی تلاش تھی، لیکن شہری آزادی پر جو پابندیاں عائد کی گئیں وہ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ دراصل حکومت مسلم کانفرنس کی سیاسی تحریک کو کچلنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ اوائل ۴۷ء میں پنجاب کی خضر حیات وزارت نے بھی صوبہ میں اس پابندی کا اعلان کیا لیکن چونکہ اس سے ہر شہری کا حقِ شہریت غصب کیا جاتا ہے اس لئے فطرتی تقاضے کے مطابق ہر متعلقہ اور غیر متعلقہ فرد حکومت کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ یہ بحث علیحدہ ہے کہ اس کے احساسات عمل کی کونسی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ خبروں پر سنسر، لیڈروں کی زبان بندی اور جلوس جلسوں پر پابندی سے عوام کو دبایا نہیں جا سکتا بلکہ یہی وہ بنیادی ستون ہیں جن سے ملک میں جبر و تشدد کے خلاف بغاوت پیدا کی جاتی ہے۔ اگر پونچھ کی بغاوت نہ ہوتی تو آج کشمیر میں جنگِ آزادی شروع نہ ہو سکتی۔ مجاہدینِ پونچھ نے سب سے پہلے علمِ آزادی بلند کیا۔ ۲۶ اگست ۴۷ء کو ریاست کے غیور مسلمانوں نے مہاراجہ کی مسلم کش پالیسی کے خلاف جلوس نکالا لیکن ڈوگرہ فوج نے نہتے مسلمانوں پر انتہائی ظلم کیا۔ کشمیر کے طول و عرض میں ایک خاص آرڈیننس کے ماتحت تمام فوجی افسروں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ جو کوئی اطاعت

نہ کرے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے۔ اس حکم کی آڑ میں ڈوگرہ فوج نے پونچھ کے مسلمانوں پر اندھا دھند فائرنگ کیا جس سے پانچ سو کے قریب مسلمان شہید ہو گئے۔ نائب وزیر اعظم نے یہ تسلیم کیا کہ ڈوگرہ فوج کے اس بہیمانہ فعل سے مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔

بانڈی پور کے قریب ایک تازہ لاش دیکھی گئی دریافت کرنے پر ایک ڈوگرہ سپاہی نے نہایت فرعونیت سے جواب دیا کہ یہ ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی توہین کی سزا ہے۔ اور ہماری توہین حکومت کی توہین ہے۔

اس توہین کا پتہ اس وقت چلا جب ۳۰ راگست کو پونچھ میں ڈوگرہ فوج کا ایک میجر، ایک لفٹننٹ، ۲ حوالدار اور ۱۰ دوسرے سپاہی ہلاک کر ڈالے گئے۔ جب اس بغاوت کی خبریں سری نگر پہنچیں تو تمام رسل و رسائل منقطع کر دئے گئے۔ ان المناک واقعات کا پس منظر کیا تھا ــــــ؟ لیکن حکومت اپنے ان اقدام کو جائز خیال کر رہی تھی حالانکہ پونچھ میں اس فعل نے اس کی بنیادوں میں ایک چنگاری پیدا کر دی اور جب اس کے شعلے بلند ہوئے تو اس نے شاہی قصر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پونچھ کے قتلِ عام کے بعد مہاراجہ کے ظلمت کدہ میں گھی کے چراغ جلنے شروع ہونے۔ اسے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ وہ جبر و تشدد سے تحریکِ آزادی کو کچل دے گا لیکن اس کی توقعات حقیقت سے ہمکنار نہ ہو سکیں۔ اس نے جو قدم اُٹھایا اُس میں اس کی تباہی کے آثار نظر آنے لگے۔ سو سالہ ٹمٹماتے چراغ کو اب صبح ہو رہی تھی۔

ڈوگرہ فوج قتل و غارت میں محو تھی تحصیل سہوتی اور باغ مکمل طور پر فوج کے حوالہ کر دی گئیں ہزاروں ہندو اور سکھ ریاست میں داخل ہو گئے۔ حکومت نے انھیں مسلح کر دیا۔ باغ کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا کہ موضع جنڈالہ کے چودہ مکان جلا کر خاکستر

کر دئے گئے۔ حاکم شاہ سکنہ جنڈالہ نے تلاشی دینے سے انکار کیا تو اسے گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ کوہالہ پتن سے پونچھ میں داخل ہونے والے مسلمانوں کی تلاشیاں لی جاتیں، کوہالہ کا پل پار کرتے ہوئے پانچ مسلمانوں کو یکے بعد دیگرے گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اور ان کی نعشیں دریا میں ڈال دی گئیں۔ یہ وارداتیں دِن دہاڑے پاکستان کی سرحد پر پاکستانی فوج اور مسلمانوں کے سامنے اُن کو اُکسانے کے لئے کی گئیں۔

دو قومی کارکنوں علی اکبر خاں چڑالہ اور مختار خاں (فتح پور) کو اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا کہ ان کے قبضہ میں ایسے خطوط تھے جن میں ان سے کہا گیا تھا کہ وہ جلسوں کا انعقاد کریں۔

فتح پور میں ڈوگرہ فوج نے مسلمانوں کو زدوکوب کیا۔ ان مسلمانوں نے ڈوگروں کو فصلیں تباہ کرنے، مرغیاں اور بکرے چوری کرنے سے منع کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ حکم کے مطابق ہدایت اللہ خاں کو گرفتار کر لیا گیا۔ انھوں نے تھانیداری سے استعفا دے دیا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں سے اظہار ہمدردی کرنا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ ان کے علاوہ مسٹر عبد الرزاق خاں کنتھل، سردار محمد نسیم خاں، سردار محمد صاد خاں اور صوبے دار میرزمان خاں ساہلیاں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ پونچھ کے کئی مقامات پر فوجی پنشنروں کو زیرِ حراست کر لیا گیا تھا۔

باغ سے راجہ تک تقریباً پچاس قومی کارکنوں کے مکان جلا دیئے گئے۔ اور ان قومی کارکنوں سے یہ کہا گیا۔ کہ لو تمھیں پاکستان مِل گیا۔ فوج کے مظالم سے تنگ آ کر سوہاوہ شریف مندری کے پندرہ بیس گھرانوں نے ہجرت کر لی ہے۔ سوہاوہ شریف میں دو گھر جلا دیئے گئے۔ تھوڑایر تحصیل سہ ہوتی سے موسیٰ خاں اور امام دین دو ستر ستر سال کے بوڑھوں کو

بر سرِ عام گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ فوجی دستے گاؤں گاؤں پھر کر عوام کو ہراساں کر رہے تھے۔ مسلمانوں پر حملوں کے وقت ڈوگرہ فوج جے ہند اور ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگا کر حملے کر رہی تھی۔

پونچھ کے جلا وطن لیڈر مولوی غلام حیدر جنڈ ولوی اور سردار گل احمد خاں ایڈیٹر صداقت نے ریاست پونچھ کی صورتِ حال کے متعلق بتایا کہ ۲۶ر اگست کو باغ ریاست پونچھ کے واقعہ میں تین سو مسلمان شہید اور زخمی کئے گئے۔ اس جانگداز واقعہ نے ریاست بھر میں بےچینی، جوش اور اضطراب پیدا کر دیا۔ اس کے علاوہ ریاست کشمیر کی حکومت نے پونچھ کے علاقوں میں مزید ڈوگرہ فوج بھیج دی جس نے لوٹ مار اور ہڑبونگ مچا دی۔ یہی نہیں بلکہ ڈوگرہ فوج کا ایک دستہ موضع اخروٹ بن میں پہنچا۔ اور اس دستے نے مسلمانوں پر نہایت انسانیت سوز مظالم کئے۔ اور تشدد سے کام لیا۔ ڈوگرہ سپاہیوں کی آتشباری سے مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ ڈوگرہ فوج نے دیہاتیوں کو مزید نقصان پہنچانے کے لئے اپنے گھوڑے تیار فصلوں میں ڈال دیئے اور فصلوں کو تباہ کر دیا۔

سکھوں کے مسلح جتھے مظلوم اور نہتے مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم سے خوش ہو رہے تھے۔ فوج اور پولیس نے مسلمانوں کی حفاظت سے قطعی انکار کر دیا۔ لوگ خانماں برباد ہو رہے تھے، لیکن ڈوگرہ حکمران ہر قیمت پر اور ہر قربانی سے کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کی فکر میں تھا۔

اعلانِ شمولیت

پٹیالہ، نابھہ، فرید کوٹ اور کپور تھلہ کی فوجیں مشرقی پنجاب کے بعد کشمیر میں داخل ہو گئیں۔ غیر مسلموں کی بھاری تعداد پہلے ہی یہاں پہنچ چکی تھی۔ مقصد محض یہ تھا کہ مسلمانوں کو خوفزدہ کر کے ہجرت پر مجبور کر دیا جائے۔ اس امر کی شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ ان غیر مسلم پناہ گزینوں میں ہتھیار تقسیم کر دیئے گئے۔ مشرقی پنجاب کی ریاستوں سے سیوک سنگھ اور ہندو مہاسبھا کے جو کارکن سفید کپڑوں میں کشمیر پہنچے ان کے لئے ریاست کا اسلحہ خانہ کھول دیا گیا۔

اواخرِ اگست میں تقریباً چار لاکھ نہتے اور وفادار مسلمانوں کو محض اس لئے بے دریغ قتل کیا گیا۔ تاکہ ریاست جموں و کشمیر کی نمایاں اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر کے پٹیل کی سکیم کے ماتحت ہندی پناہ گزینوں کو یہاں آباد کیا جائے۔

پہلے مہاراجہ اور مہرچند مہاجن دیوان کشمیر نے صوبہ جموں کے ان علاقہ جات کا خصوصیت

سے دورہ کیا۔ جہاں ہندو راجپوتوں کی اکثریت تھی، چنانچہ پہلے وزیر اعظم نے راجہ کی برادری کے راجپوتوں کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کے خلاف اُبھارا اور پھر مہاراجہ نے اپنے ہاتھوں سے انہیں ہتھیار تقسیم کئے۔ جب یہ مخصوص دورہ دیوا بٹالہ سے لے کر کٹھوعہ تک مکمل ہو چکا تو مہاراجہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کا قتلِ عام ہوتے دیکھا اور ان کے کمالات کی داد دی۔ سلہر کا تمام علاقہ جو ایک قافلہ کی شکل میں پاکستان کی طرف جا رہا تھا اس پر ان راجپوتوں اور ڈوگرہ فوجوں نے کٹھوعہ کے قریب ہی مہاراجہ کے دیکھتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور تمام قافلہ کو تہِ تیغ کیا۔ مہاراجہ دادِ شجاعت دیتا ہوا جموں پہنچ گیا۔

پونچھ کی بغاوت میں جب حق و باطل کی جنگ چھڑی تو مردِ مسلمان اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں اُتر آیا۔ ایک طرف جدید آلات سے مسلح فوج تھی، دوسری طرف نہتہ مسلمان سینہ تانے کھڑا تھا —— بُزدلی اور بہادری کے جوہر دُنیا پہلے بھی دیکھتی آئی لیکن آج جو معرکہ شروع ہونے والا تھا اس میں ایک طرف طاغوتی طاقتوں کا اجتماع تھا اور دوسری طرف بے بس مظلوم اور کمزور کشمیری تھا جو ایک ٹکڑا روٹی کے لئے سسک رہا تھا، جس نے جو کمایا، ڈوگرہ خزانہ میں دے دیا، اس نے اس کی وفاداری کا اعلان کیا، اپنی غربت کا شکوہ نہ کیا اور ایک سو سال گمنامی کی حالت میں بسر کر ڈالے۔ لیکن جب اس نے اپنا حق مانگا، تو اسے اس کے بدلہ میں تشدد اور ظلم و ستم ملا۔ جب ڈوگرہ فوج نے نہتے مسلمانوں پر فائرنگ شروع کی تو ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔

۵ ستمبر کو چوہدری حمید اللہ خاں نے بتایا کہ پونچھ کے مسلمانوں نے پُرامن طریقے سے مظاہرہ کیا تاکہ ریاست کو مشورہ دیا جا سکے کہ وہ پاکستان ڈومینین میں شامل ہو جائے لیکن ریاست نے ان کا صفایا شروع کر دیا۔ پونچھ کے واقعات سننے کے بعد میرے جسم

کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ڈوگرہ فوج کی بربریت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کچل رہی ہے۔ پونچھ کے مسلمانوں کا قتلِ عام اور ان پر اندھا دھند گولیاں برسانے کے واقعات ایسے ہیں جن کی وجہ سے ریاست بھر کے مسلمانوں میں ہیجان و اضطراب پھیل چکا ہے۔ ہمیں پونچھ کے مسلمانوں سے دلی ہمدردی ہے اور ہم سمجھ رہے ہیں کہ ڈوگرہ فوج کی اس بربریت کا اصل منشا یہ ہے کہ مسلم کانفرنس کو کچل دیا جائے۔ جو ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے پر زور دے رہی ہے۔ اس وقت ضروری ہے کہ پونچھ کے مسلمانوں کا قتلِ عام بالکل بند کر دیا جائے۔ پونچھ کے مسلمانوں پر ڈوگرہ فوج کے وحشیانہ مظالم نیشنل کانفرنس کے حامیوں کے لئے سرمۂ چشم ثابت ہوں گے۔ اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ ریاست مسلمانوں کے متعلق کیا سوچ رہی ہے؟

حکومت یہ سوچ رہی تھی کہ نیشنل کانفرنس کے علمبردار کو قید سے رہا کرنے کے بعد اس ظلم و تشدد کی باگ ڈور اس کے سپرد کر دی جائے۔ پونچھ میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا تھا اور اب اس کی آڑ میں قتلِ عام شروع ہو گیا۔ کشمیر کی ظالم اور سامراجی حکومت نے جب کبھی بھی موقع پایا غریب و مظلوم مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالا۔ گویا کشمیر میں مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت ہی نہ تھی۔ پہلا وار سردار محمد ابراہیم پر ہوا۔ چنانچہ انھیں پونچھ سے باہر نہ جانے کا حکم دیا گیا، سردار محمد ابراہیم مسلم کانفرنس پارٹی کے چیف وہپ تھے۔ انھیں اس لئے پونچھ میں روک دیا گیا تاکہ کشمیری یہاں سے ہی علمِ جہاد بلند کریں اور فتح و نصرت کے شادیانے بجاتے جموں کے اس قلعہ کی طرف یلغار کریں جس سے ہزاروں تمنائیں ٹکرائیں اور پاش پاش ہو گئیں، اب ضربِ قلندرانہ ہی اس کی بنیادوں میں لرزہ پیدا کر سکتی تھی!

کشمیر مسلم کانفرنس کی مجلسِ عمل کے صدر میر واعظ محمد یوسف ۱۰؍ ستمبر کو عازمِ کراچی

ہو گئے ۔ لاہور کے مختصر سے قیام میں انھوں نے مقامی لیڈروں کو بتایا کہ ظلم و تشدد کس وسیع پیمانے پر جاری ہے ۔ لیکن اس کی خبروں پر سنسر عائد کر کے دنیا کو کس طرح سے دھوکا دیا جا رہا ہے ۔ ریاست کشمیر اور پاکستان میں ایک اور دیوار بلند کر دی گئی —— بہت بلند

لاہور کے مسلم جرائد "احسان"، "زمیندار" اور "پاکستان ٹائمز" کا داخلہ حدودِ کشمیر میں ممنوع قرار دے دیا گیا ۔ ایک طرف آتشیں اسلحہ کا استعمال اور مارشل لا کا نفاذ تھا، دوسری طرف غلامی کی زنجیروں کے ٹوٹنے کی جھنکار تھی، وحشت و بربریت بڑھتی جا رہی تھی اور تحریکِ آزادی مقبول ہوتی چلی گئی —— ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کی نام نہاد حکومت کا رویہ شروع سے ہی مشکوک رہا ۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہونے سے دونوں نو آبادیات میں بے چینی کا دَور دَورہ تھا ۔ تقسیمِ ہند کے بعد مشرقی پنجاب میں طوائف الملوکی کے المناک واقعات سننے میں آ رہے تھے، دہلی کی سرزمین میں بے گناہ فرزندانِ توحید پر جو مصیبت ٹوٹی اس نے نادر شاہی قتلِ عام کو بھی پسِ پشت ڈال دیا، جو پناہ گزین پاکستان سے ہندوستان پہنچے ان کی شرانگیزی رنگ لائی ۔ انھوں نے وہاں کے باشندوں کو مجبور کیا کہ وہ امن پسندی کو خیرباد کہہ کر ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم کریں ۔ چنانچہ پٹیالہ اور دوسری غیر مسلم ریاستی فوج ہندوؤں اور سکھوں کے مسلح گروہوں کے دوش بدوش مسلم آبادی کے قتلِ عام میں مصروف تھی ۔ مسٹر غضنفر علی خاں نے مشرقی پنجاب میں ایک لاکھ مسلمانوں کی شہادت کا اندازہ لگایا تو ہندوستان کی حکومت اپنے کیے پر سٹ پٹا کر رہ گئی ۔ مجبوراً ۱۷ ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ غیر مسلم فوج نے واقعی مسلمانوں پر بے پناہ ظلم ڈھائے ہیں ۔

یہ خونی کھیل کشمیر میں بھی کھیلا جاتا تھا، دربارِ کشمیر کی مکمل خاموشی سے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اب فضا گھٹی گھٹی سی تھی، مطلع کہر آلود تھا، رات کو تارے اُسی طرح اپنی بہار دکھلانے کے لئے آتے لیکن اب ان میں وہ چمک دمک نہ تھی کہ سرینگر کی دلفریب چوٹیوں سے وحشت و بربریت ٹپکنے لگی تھی۔ جموں کی شاہراہیں صاف کی جا رہی تھیں کہ اب ان پر اللہ کے متوالوں کا خون بہایا جانا تھا۔

ہری سنگھ نے اسلحہ تقسیم کر دیا کہ اب ستم آزمائی کا وقت آن پہنچا تھا۔ جماعتِ عالیہ مجاہدین نے آزاد علاقہ کی پہاڑیوں سے آواز بلند کی کہ اگر ڈوگرہ حکمران نے مسلمانوں کی جائز خواہشات کا احترام نہ کرتے ہوئے ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کیا تو سرحد کے غیور قبائلی پٹھان ریاست کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں گے۔ ۱۶ ستمبر کو کسان مزدور کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی نے بھی مہاراجہ سے شمولِ پاکستان کا مطالبہ کیا۔ لیکن کشمیر کا جہاد تو اس وقت سے شروع ہو چکا تھا جب ہم ابھی خوابِ غفلت میں کروٹیں لے رہے تھے قومیں نہ سالوں میں تباہ ہوتی ہیں نہ دنوں میں بنتی ہیں۔ چشتی علیہ الرحمتہ نے جس سرزمین پر اللہ ھو کا کلمہ بلند کیا، شاہانِ اسلامیہ نے جس کھیت میں عدل و انصاف کا بیج بویا، مجدد الف ثانیؒ نے جہاں دعوتِ حق دی، کیا وہاں سے ان کا نام مٹانے کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔ کشمیر کو اپنا ماضی یاد ہے۔ جب سلاطینِ مغلیہ نے اسے اپنایا۔ اس پر دولت نچھاور کی اور اس کی محبت کو اپنے دِل میں جگہ دی۔ طوائف الملوکی کا دَور دورہ شروع ہوا تو ہم الجھ کر رہ گئے ورنہ آج یہ کیا قیامت تھی کہ ہم اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہلاکو نے بغداد کو پائمال کیا، لیکن ابھی تک اس سرزمین پر خلافت کے زریں اوراق دہرائے جا رہے ہیں، مادی قوت کے نشہ میں سرشار چنگیز نے کھوپڑیوں کے

مینار چُنے۔ لیکن کیا اس کے بعد مسلمان کا نام مٹ گیا؟ وقت آیا کہ ہم اپنے اسلاف کو بھول گئے۔ لیکن وقت کے تازیانے نے جب رُوح بیدار کی تو مُردہ رگوں میں ایسا خون دوڑا کہ جس طرف باگ اُٹھائی فتح و نصرت نے قدم چوم لئے۔ میدانِ کارزار گرم ہے تیر انداز اپنے اپنے کمال کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ تلواروں کی تیز دھار بڑے بڑے جری اور بہادروں کے سر قلم کر رہی ہے۔ خون سے میدان لالہ زار ہو چکا ہے۔ گھوڑوں کی آواز سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی لیکن عین اس وقت ایک مردِ مجاہد ادائیگیٔ نماز میں مشروف ہے، والیٔ بخارا نے جب دیکھا کہ دُشمن دلیر ہی نہیں، ایمان کے میدان کا بھی شہسوار ہے تو آگے بڑھا گردن جھکا دی اور کہا کہ اورنگ زیب سے مقابلہ موت کو دعوت ہے۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے خفیہ طور پر شیخ محمد عبداللہ صدر نیشنل کانفرنس سے سازباز شروع کر دی۔ شیخ صاحب نے جب "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک جاری کی تو ہری سنگھ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ لیکن اب وہ اندھا ہو چکا تھا۔ دشمن و دوست کی تمیز اُٹھ گئی، تخت کے چھن جانے کے خوف سے اس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں کہ ان میں آزادی کی کوئی آواز نہ سنائی دے۔ اُدھر طلوعِ فردا پہ بجلیاں کڑک رہی تھیں۔ ۱۷ر ستمبر کو چوہدری حمید اللہ خاں نے اعلان کیا کہ ۱۹ر ستمبر کو ریاست بھر میں یومِ پاکستان منایا جائے۔ جلسے منعقد ہوں اور شمولِ پاکستان کا مطالبہ دُہرایا جائے۔ ریاست جوناگڈھ نے ۸ر ستمبر کو پاکستان میں شمولیت کے کاغذات پر دستخط کر دیے تھے اور اسی دن ریاست کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کے لئے پہلا قدم اُٹھایا گیا۔ انڈین ڈومینین نے رائے صاحب ہریش چندر سپرنٹنڈنٹ پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف کو کشمیر روانہ کیا کہ وہ ریاست کے اس شعبہ پر ہندوستان

کے کنٹرول کے بارے میں ریاست کے اربابِ حل و عقد سے مذاکرہ کریں۔ رائے صاحب سری نگر پہنچے اور کچھ دنوں کے قیام کے بعد عازمِ نئی دہلی ہو گئے۔

حکومت کشمیر نے پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور کو تار دے دیا کہ ۱۲ر ستمبر تک جموں کے راستے ڈاک کا انتظام کیا جائے اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو حکومت کشمیر اپنا علیحدہ انتظام کر لے گی۔ اصل سازش یہ تھی کہ مواصلت کے لئے پٹھانکوٹ کا راستہ صاف کیا جاتا۔ انڈین یونین نے ۱۵ر ستمبر کو رائے صاحب ہریش چندر کو حکم دیا کہ وہ ریاست جموں و کشمیر کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت میں محکمہ کا چارج لے لیں۔ رائے صاحب سے پہلے پاکستان کی طرف سے مسٹر بشیر حسین سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اس اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ ریاست نے اپنے تمام ڈاکخانے انڈین یونین کے حوالے کر دئے۔ جو معاہدہ ساکن کی صریحاً خلاف ورزی تھا۔ اسی اثنا میں اکونٹنٹ جنرل کشمیر نے اکونٹنٹ جنرل لاہور کے کریڈٹ میمو لینے سے انکار کر دیا۔ یہ میمو اس لئے وہاں بھیجا گیا کہ کشمیر کے خزانے سے ڈاکخانوں کے اخراجات وصول کئے جائیں۔ ادھر انڈین یونین کی فوج پُراسرار طور پر کشمیر کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ اس فوج کے پاس ٹامی گنیں، دستی بم اور دیگر مہلک ہتھیار تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے جتھوں کی صورت میں سرحد پار کرتے اور ریاست کے اندرونی علاقے میں خفیہ مقامات پر تقسیم ہوتے تھے۔ یہ کانگریس کے اُس پروگرام کا حصہ تھا کہ ریاست کو انڈین یونین میں شامل کیا جائے۔ ہم دنیا کی کسی عدالت سے پوچھتے ہیں کہ کیا انڈین یونین ان اقدامات میں حق بجانب تھی؟ کشمیر میں ہندوستان کے فوجی دستے بھیجنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہندو اور سکھ فوجی پناہ گزینوں کے روپ میں بڑھتے چلے گئے۔ کشمیر اسمبلی میں مسلم کانفرنس کے ڈپٹی لیڈر خواجہ غلام احمد نے ۲۲ر ستمبر ۴۷ء کو مہاراجہ کی اس سازش کا انکشاف

کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت مسلم اکثریت کو غیر مسلم اکثریت میں تبدیل کرنے کے لئے جائز و ناجائز حربے استعمال کر رہی ہے۔ دربار کشمیر نے فرقہ وار فسادات کے لئے کافی وجوہات جمع کر دی تھیں لیکن مسلمان آخری وقت تک پُرامن رہے۔ حکام کا رویہ سخت تھا لیکن کسی نے اُف تک نہ کی۔ مرحوم نیشنل کانفرنس تو شیخ عبداللہ کی قید پر ختم ہو کر رہ گئی اب مسلم کانفرنس کے قائدین میدان میں اپنی شہ زوری کا کمال دکھلانے لگے، لیکن جابر حکمران نے ان کا کوئی داؤ ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھنے دیا۔ چوہدری غلام عباس صدر مسلم کانفرنس تو پہلے ہی قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار تھے۔ اب حکام اعلیٰ کے اشارہ پر مسلم کانفرنس کے دوسرے لیڈروں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی۔ کیا سختی تھی جو روا نہ رکھی گئی۔ کانفرنس کے قائم مقام صدر چوہدری حمید اللہ خاں ۲۲ ستمبر کو لاہور پہنچے۔ خالی ہاتھ، خالی جیب، ہم نے پوچھا کہ خیر تو گزری بولے کہ ڈومیل میں تلاشی ہو گئی، ظالم ذاتی کاغذات بھی چھین لے گئے، خدا کا شکر ہے بیگار میں نہ پکڑ لئے گئے۔

خانہ تلاشیوں کی بھرمار شروع ہو گئی۔ سرینگر میں کسان مزدور کانفرنس کے عہدیداروں کی تلاشی لی گئی۔ ان بیچاروں نے ایک ریزولیوشن میں مطالبہ کیا کہ ریاست کو پاکستان میں شامل کیا جائے لیکن جب ڈوگرہ پولیس آئی تو اس ریزولیوشن کی نقول تک اپنے ساتھ لیتی گئی اور تعجب کا مقام ہے کہ اس وقت بھی ہمارے چند احباب یہ شرط لگائے بیٹھے تھے کہ کشمیر کا پاکستان میں شمول یقینی ہے۔ ان دنوں تو کسی کو زیادہ سوچنے کی توفیق نہ ہوئی۔ مشرقی پنجاب کے المناک اور روح فرسا واقعات سے خوف و ہراس پھیلتا جا رہا تھا۔ چنانچہ ستمبر کے آخری ہفتہ میں امرتسر ریلوے اسٹیشن پر مسلم مہاجرین کی ٹرین پر خونخوار سکھوں نے حملہ کر کے پلیٹ فارم پر نعشوں کے انبار لگا دیئے۔ شہیدوں کو دیواروں سے لٹکا کر ان پر ہندوستان زندہ باد لکھ دیا

گیا۔ جن دلوں کو وہ ان کی زندگی میں مرغوب نہ کر سکے، ان کے مرنے پر ان سے اس طرح انتقام لے لیا گیا۔ ہندوستان زندہ ہے، صدیوں زندہ رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے یہ زخم بھی زندہ رہیں گے اور جب کبھی کوئی تاریخ دان اس دور سے گزرے گا تو اس کا قلم آگے چلنے سے پہلے ان بے گناہ اور مظلوم شہداء کا ماتم کرے گا جنھیں اس بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تھا!

ڈوگرہ حکمران کے اشارے پر ریاستی مسلمانوں کو مجبوراً ہجرت پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۷ء تک پچاس ہزار سے زائد مسلمان جموں کو الوداع کہہ کر پاکستان چلے آئے۔ سیاسی حلقوں میں اظہارِ تشویش شروع ہوا لیکن ہری سنگھ نے کہا فکر کی کیا بات ہے، کشمیر ابھی یونین میں شامل نہیں ہوا۔ یہ بیان تو محض اشک شوئی کے لئے تھا، ادھر مہاراجہ نے اپنی سکیم مکمل کر لی تھی۔ ۲۶ر ستمبر کو مسلم کانفرنس کے قائم مقام صدر چوہدری حمید اللہ کوہالہ کے راستے کشمیر میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ انھیں مجسٹریٹ کا پرچہ دکھا دیا گیا۔ چوہدری صاحب واپس چلے آئے۔ اُدھر دو دن بعد شیخ محمد عبداللہ کو بادامی باغ کی چھاؤنی سے رہا کر دیا گیا۔ آپ کو دو ہفتے پہلے بعد رزاہ جیل سے مذاکرہ کے لیے یہاں لایا گیا تھا۔ نیشنل کانفرنس کے علمبردار شیخ محمد عبداللہ نے ہری سنگھ سے کئی بار معافی مانگی اور قید و بند کی صعوبتوں سے خلاصی حاصل کی تھی لیکن اب کے ان کی رہائی خاص وجوہات کی بنا پر ہوئی۔ ہمیں تو اسی وقت شک گزرا کہ اب پنڈت نہرو برسرِ اقتدار ہیں ان سے اچھی ساجھے ہے شیخ صاحب پہلے سے ہی اشارہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک طرف شیرِ کشمیر کا لقب تھا، دوسری طرف وزیرِ اعظم کشمیر کا اعزاز۔ انسان اقتدار کا متوالا ہے۔ شیخ نے کہا کہ عوام کی سیاست میں کافی داؤ کھیلے، چلو اب لگے ہاتھ ذرا وزارت کا مزا چکھو۔ پنڈت کاک نے بڑے ستم ڈھائے تھے، پنڈت نہرو کو گرفتار کیا، پھر

مولانا آزاد کے خلاف مظاہرے ہوئے تھے۔ یہ کیا طاقت ہے کہ اشارہ پاتے ہی دنیا بدل جاتی ہے۔ آخر مسلم کانفرنس نے ہمیں اس عمر میں کافی زک پہنچائی ہے۔ پرانے دشمن ٹھہرے مہر چند مہاجن نے شیخ کو تسلی دی اور بتایا کہ وزارت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دی جاتی ہے پر شرط ہے کہ مہاراجہ ہری سنگھ جی کے خلاف کچھ نہ کہنا۔ عوام چاہتے ہیں کہ ریاست پاکستان میں شامل ہو، ان کو ایسا چکمہ دو کہ وہ یہ سب بھول کر "راجہ کی جے" کا نعرہ بلند کریں۔ شیخ عبداللہ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ریاست کے طول و عرض میں اپنا کافی اثر و رسوخ ہے، حکم دیں تو لوگ سر آنکھوں پر لیں گے، لیکن انھیں یہ یاد نہ رہا کہ پونچھ اور جنوبی کشمیر میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو باتوں میں نہ آسکیں گے اور جب ان کو گولی کا رعب دیا گیا تو وہ سر بکف ہو کر میدانِ عمل میں کود آئیں گے۔ اس مصیبت کا اندازہ ہوتا تو شیخ صاحب وزارت کی گدی کو دور ہی سے سلام کہتے مسلم کانفرنس والوں نے پوچھا کہ حکومت نے آپ کو کن شرائط پر رہا کیا ہے؟ شیخ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً برس پڑے اور کہا کہ مسٹر جناح کی مخالفت کبھی بھی نیشنل کانفرنس کے فیصلے کو نہیں بدل سکتی۔ ہم کسی حالت میں دو قوموں کے نظریہ کو کشمیر میں نہیں گھسنے دیں گے۔ ہندوستان دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ اور کشمیر کو یہ فیصلہ کرنا ہے۔ کہ اسے کس ڈومینین میں شامل ہونا ہے جب پاکستان کا نعرہ شروع ہوا تھا۔ میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا۔ کہ اس سے الجھنیں پیدا ہونگی۔ چنانچہ میری پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ پاکستان کا ریکارڈ یہ ہے۔ کہ اس نے نواکھلی میں فساد برپا کیا۔ جس کا جواب ہندوؤں نے بہار میں دیا۔ اس وقت سے انتقام لینے کا یہ بیہودہ چکر چل رہا ہے۔ جس سے ہندوستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ نیشنل کانفرنس کشمیر کے عوام کی صحیح راہنمائی کرے گی۔ اور اپنے اصول پر ڈٹی رہے گی۔ چاہے اس کی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کی جائے۔ آپ نے گاندھی، نہرو اور پٹیل کی بہت تعریف کی۔ آخر نمک کھایا تھا۔ شیخ

عبداللہ نے لگے ہاتھوں دو مسلم کانفرنس کو کہہ سنائیں اُن کا کیا بگڑتا تھا۔ ادھر کشمیر اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ چوہدری حمیداللہ خاں کا ریاست میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ مسلم کانفرنس کے ڈپٹی لیڈر نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور مسلم کانفرنس پارٹی اسمبلی سے واک آوٹ کر گئی۔ شیخ عبداللہ کی رہائی کے بعد حالات اور نازک صورت اختیار کر گئے۔ چنانچہ اواخر ستمبر سے کوئی ایک لاکھ کے قریب مسلمان کشمیر سے ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ مسلم کانفرنس کے جنرل سکریٹری خواجہ عبدالسلام دلال کی زبان بندی کر دی گئی۔ والئ صوات نے بھی کہا کہ مسلم اکثریت کے فیصلہ کو قبول کر و لیکن مہاراجہ ہری سنگھ نے ایک نہ سُنی۔ اب تو کراچی کے سیاسی حلقوں میں بھی تشویش پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انھوں نے ریاست کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنی شروع کر دی۔ آخر کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔ رادھا کوٹ میں پبلک لاریوں کے مالک محمد افسر خاں کو ڈوگرہ فوجیوں نے ہلکان کر دیا۔ چمن کوٹ میں تمام مسلم گھر لُٹے تباہ و برباد کر دئے گئے۔

۴ر اکتوبر ۴۷ء کو ریاست انب کے حکمران نے مہاراجہ کشمیر کو ایک تار میں مشورہ دیا کہ وہ فوراً شمولِ پاکستان کا اعلان کر دیں۔ اگلے ہی دن مہتر چترال نے بھی یہ سفارش کی۔ آخر راولپنڈی کے ایک اجلاس میں مولانا غلام حیدر جنڈالوی نے شیخ عبداللہ کی قیادت کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کا حکم دے دیا۔ شیخ کی رہائی کے بعد شمولیتِ ہندوستان کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو گئے۔ چنانچہ ۷ر اکتوبر کو 'کشمیر چھوڑ دو' کی تحریک کے تمام قیدی رہا کر دئے گئے۔ کشمیر اسٹیٹ اسمبلی میں مسٹر غلام نبی نے تحریکِ التوا پیش کی کہ اس خبر پر بحث کی جائے جو سیلون ریڈیو سے نشر کی گئی ہے کہ ریاست کشمیر نے انڈین یونین میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ حکومت کی طرف سے چیف سکریٹری نے اس خبر کی تردید کر دی۔ گویا ہمیں آخری وقت تک دھوکے میں رکھا گیا۔ چوہدری حمیداللہ خاں نے ۸ر اکتوبر کو لاہور سے پھر

ایک بیان جاری کیا اور کہا کہ کشمیر قدرتی طور پر پاکستان سے ملحق ہے اگر اسے اس میں شامل نہ کیا گیا تو ریاست کی سیاسی اور اقتصادی حالت تباہ ہو کر رہ جلے گی۔ کسان مزدور کانفرنس اور سوشلسٹ پارٹی کے سرکردہ ہندو ارکان نے نیشنلسٹ لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ لوگوں کو گمراہ نہ کریں بلکہ اس کے برعکس حکومتِ کشمیر پر شمولِ پاکستان کے لئے زور دیں۔ لاہور میں کشمیر مسلم الیسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام ایک عام جلسہ ہوا اس میں بھی اس مطالبہ کو دہرایا گیا۔ حالات زیادہ نازک صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ چنانچہ پہلی بار حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ نے ۱۴ اکتوبر ۴۷ء کے ایک سرکاری اعلان میں کشمیر کی متعصبانہ پالیسی پر اظہارِ تشویش کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ بحالیٔ امن کے لئے فوری کارروائی عمل میں لائی جائے کیونکہ پاکستانی فوج کے سپاہیوں نے ریاست سے واپسی پر یہ بتایا ہے کہ مسلح ڈوگرہ فوجیں مسلم دیہات کو نذرِ آتش کر رہی ہیں۔

سری نگر ضلع مسلم کانفرنس اور مسلم طلبا کے زیرِ اہتمام ۱۵ اکتوبر کو ایک جلسۂ عام میں پھر اعلانِ شمولیت کے متعلق عوام کے جذبات کی ترجمانی کی گئی۔ خواجہ عبدالسلام یاتو صدر پاکستان مزدور کانفرنس اور مسٹر نور محمد جنرل سکریٹری کشمیر سوشل پارٹی نے بھی ایک مشترکہ بیان میں اس کا اعادہ کیا۔ ضلع اننت ناگ میں نیشنل کانفرنس کی چار ابتدائی کمیٹیاں کانفرنس سے علیحدہ ہو گئیں۔ سری نگر میں مفتی مولانا ضیاء الحق نے مہاراجہ کشمیر کو تار میں مشورہ دیا کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ لیکن عین اسی دن شیخ عبداللہ معاہدہ کی شرائط طے کرنے کے لئے عازمِ دہلی ہو چکے تھے۔ وہاں کسی منچلے نے سوال کیا کہ ریاست کس ڈومینین میں شامل ہونا چاہتی ہے آپ نے جواب دیا کہ اس وقت سوال ذمہ دار حکومت کے قیام کا ہے۔ ہم اس وقت شرکت کے سوال پر کوئی غور ہی نہیں کر سکتے کیونکہ ہم ابھی اس قسم کے اہم مسائل کا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد

نہیں جب ہم مکمل آزادی حاصل کر لیں گے تو پھر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے کہ اقتصادی اور سیاسی مفاد کا کیا تقاضا ہے اور ہمیں اپنی تقدیر کس کے حوالہ کرنی چاہئے۔

۱۶ر اکتوبر کو مسٹر پریم ناتھ بزاز نے شیخ عبداللہ اور ان کے رفقا سے اپیل کی کہ وہ ترقی پسند جماعتوں کا ساتھ دیں لیکن یہاں تو کھیل ہی بگڑا ہوا تھا۔ ۱۸ر اکتوبر ۴۷ سنہ ء کو حکومتِ کشمیر نے مجبوراً ایک سرکاری اعلان میں بتایا کہ گزشتہ چند دنوں سے خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ پونچھ اور میرپور کے علاقہ میں فساد ہو رہے ہیں اور پاکستان سے آئے ہوئے مسلح لوگ حکومت کے خلاف لڑنے والے لوگوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ اب صورتِ حالات پر قابو پایا جا چکا ہے۔ حکومت نے ڈوگرہ فوج کے لئے اور مدد بھیج دی ہے۔ اس علاقے میں ایک سپیشل کمان قائم کر دی گئی ہے جو لفٹننٹ کرنل کشمیر سنگھ کاٹوچ کے زیرِ نگرانی کام کر رہی ہے۔ راؤ بہادر کرنل بلدیو سنگھ پٹھانیہ کو سول نظم و نسق کا انچارج مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ فوجی افسروں سے براہِ راست تعلق پیدا رہے۔ سرحد جموں پر بھی کچھ فسادات ہو رہے ہیں حکومت کی طرف سے وہاں کافی فوج بھیجی گئی ہے۔

۲۰ر اکتوبر کو راولپنڈی کا ایک اجلاس زیرِ صدارت میرواعظ محمد یوسف منعقد ہوا۔ اس میں کشمیر کی سیاسی اور اقتصادی خوشحالی کے پیشِ نظر پاکستان میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا گیا۔ اسی دن جموں اور سیالکوٹ کی سرحد پر ڈوگرہ فوج نے چھ مسلمان شہید کر دئے کیونکہ وہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ سرحدی دیہات وسیع پیمانے پر خالی ہونے شروع ہو گئے۔ سری نگر میں مسلمان بچوں پر لاٹھی چارج کیا گیا اور اشک آور گیس استعمال کی گئی۔ مسٹر مہر چند مہاجن نے ایک پریس کانفرنس میں ایک بار دنیا کی آنکھوں میں پھر خاک ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ مہاراجہ کشمیر ریاست کو پاکستان یا انڈین یونین میں شامل

ہونے کے معاملہ میں خواہ کچھ بھی فیصلہ کریں وہ عوام کا نقطۂ نگاہ ملحوظِ خاطر رکھیں گے۔ میرا خیال ہے کہ دونوں حکومتیں ریاست کو موقع دیں گی۔ کہ وہ اپنی اقتصادی اور سیاسی ضروریات کے متعلق اندازہ کرے۔ مسٹر مہاجن نے مختلف خیالات کی پارٹیوں کے تمام لیڈروں سے اس ضمن میں تعاون کی اپیل کی۔ آپ نے کہا کہ میں تمام پارٹیوں کو مشورے کی دعوت دیتا ہوں۔ تاکہ ان سے مبادلہ خیالات کر کے میں مہاراجہ صاحب کو کوئی مشورہ دے سکوں۔ تاکہ وہ فیصلہ کرنے میں عوام کے خیالات کو مدِ نظر رکھ سکیں۔ وہ لوگ جو موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹنا چاہتے ہیں۔ باغی ہیں۔ ان سے باغیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ جو لوگ فرقہ دار حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے کوئی میدان نہیں۔ میں آپ کے سامنے صاف دِل لے کر آیا ہوں میرا کوئی سیاسی عقیدہ ایسا نہیں جسے انتہا پسند کہا جا سکے۔ مہاراجہ صاحب کی حکومت وہ طرزِ عمل اختیار کرے گی جو نہ صرف حکومت کے لئے مفید ہو۔ بلکہ عوام کے حسب منشا ہو۔ کشمیر کے باشندے اپنے مہاراجہ کے گرویدہ رہے ہیں اور مہاراجہ صاحب ان سے شفقت سے پیش آتے رہے ہیں۔ مہاراجہ صاحب ایسا کوئی طرزِ عمل اختیار کرنا نہیں چاہتے جو ان کی رعایا کو پسند نہ ہو۔ میں کسی ایسے خیال کی تائید نہیں کروں گا جس کی بنا فرقہ وار اصول پر ہو۔ شیخ محمد عبداللہ بھی اس وقت یہاں موجود ہیں۔ میں ان سے دوستانہ تعلق قائم کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اس طرح دُوسری پارٹیوں کے لیڈروں سے بھی تعلقات پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں ان لوگوں کی ان سرگرمیوں کا حامی نہیں ہوں گا۔ جو مہاراجہ صاحب کی ذات یا ان کی حکومت کے خلاف ہوں۔

دُنیا جانتی ہے کہ کشمیر کی سرحد پر جو پاکستان سے ملتی ہے حملے ہو رہے ہیں۔ کشمیری فوج حملہ آوروں کا مقابلہ کرتی ہے۔ حکومت پاکستان کو انتباہ کرتا ہوں کہ وہ ان حملوں کا سدِ باب کرے۔ مغربی پنجاب کی حکومت ہم سے تعاون نہیں کر رہی۔ اور اس نے ہمیں پٹرول، کپڑا

اور اناج بھیجنا بند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ آمد و رفت اور ڈاک کی ترسیل کے ذرائع بھی معطل ہیں۔ میری خواہش ہے کہ پاکستان ہم سے ہمسائیگی کے اچھے تعلقات پیدا کرے۔ لیکن میں حکومتِ ہندوستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انڈین یونین نے مہاراجہ اور حکومتِ کشمیر کو مفید مشورے دئے۔ آپ نے آخر میں سرکاری ملازمین اور افسران کے تعاون کی اپیل کی اور انتباہ کیا کہ اگر کوئی سرکاری ملازم حکومت سے غیر وفاداری کا ثبوت دے گا۔ اس سے شدید بازپرس کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ کشمیر میں اناج اور ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے والی دیگر اشیا اس قدر پیدا ہو سکتی ہیں جو اہلِ کشمیر کے لئے کافی ہیں۔ اور ہم اپنا معیارِ زندگی بلند کر سکتے ہیں۔ ملازمت میں بلا لحاظ مذہب و ملت ہر کشمیری کو بھرتی کیا جائے گا۔ مہاجن نے کہا کہ ہم کسی ایسے شخص کو ریاست سے باہر نہ جانے دیں گے۔ اور کسی ایسے شخص کو کشمیر جنت نظیر کی سیر و سیاحت کی اجازت نہ دیں گے جو اپنے چلن کی ضمانت نہ دے سکے اور غیر جانبدار نہ ہو حکومت کشمیر نہایت مضبوط اور طاقتور رہے۔

مہاجن کی اس تقریر کے چار اہم نکات ہیں:

۱۔ حکومت کے خلاف جہاد کا خطرہ اور اس کا حل۔

۲۔ شیخ محمد عبداللہ کا تعاون اور اس کی وجہ۔

۳۔ پاکستان پر الزامات اور یونین کی سرپرستی میں جانے کے لئے اپنی پوزیشن کی وضاحت اور

۴۔ اعلانِ شمولیت کے بعد کشمیر کا رویہ کہ آیا وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے گا؟

انڈین یونین میں شمولیت کا یہ پہلا اعلان تھا۔ اب اس خفیہ سکیم کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آن پہنچا۔ مسٹر مہاجن نے اس پریس کانفرنس میں حکومت کے رویہ کو اچھی طرح سے واضح کر دیا جموں کٹھوعہ روڈ کی تعمیر شروع ہو چکی تھی اب دنوں کی دیر تھی۔ صرف نئی دہلی سے اشارہ ہونے

پر مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہونے والا تھا۔ کشمیر کے سابق وزیر اعظم پنڈت رام چندر کاک کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے سری نگر سے باہر نہ جانے کا حکم سُنا دیا۔ اب مہاجن جی کا دور دورہ تھا۔ وہ دن بیت گئے کہ پنڈت کاک نے مہاراجہ کی گود میں بیٹھ کر پنڈت نہرو کو ریاست میں داخل ہونے پر سرحدِ کشمیر پر ہی روک دیا تھا۔ پاکستان پر جو الزامات عائد کیئے گئے تھے ۱۲ر اکتوبر سنہ ۴۷ء کو وزیر اعظم پاکستان نے وزیر اعظم کشمیر کے نام ایک تار ارسال کیا جس میں کہا گیا تھا:

> “آپ نے ۱۵ر اکتوبر کو جو تار روانہ کیا اس کے مندرجات اور لہجہ ہمارے لئے حیران کن ثابت ہوا ہے۔ ۱۲ر اکتوبر کے تار میں ہم نے جن قطعی شکایات کا ذکر کیا تھا ان کے ضمن میں فوری اور موثر کارروائی کرنے کی بجائے آپ نے ایسے مبہم الزامات پیش کئے ہیں کہ پاکستان سے بعض لوگ کشمیر میں داخل ہو گئے۔ اور سرحدی عوام ریاست کشمیر سے پاکستان کے مراسم ناخوشگوار بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ہم ان الزامات کی پُر زور تردید کرتے ہیں۔ عام کاروبار کے سلسلے میں پاکستان اور کشمیر میں لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ حسب معمول جاری ہے لیکن یہ الزامات بالکل بے بنیاد اور تہی از حقیقت ہیں۔ کہ ریاستی سرحدوں سے ملحقہ علاقوں میں اسلحہ اور دیگر ہتھیار آزادانہ تقسیم کئے گئے اور مسلح لوگ ریاستی علاقہ میں داخل ہوئے اس کے برعکس ریاست کشمیر میں مسلمانوں پر شرمناک تشدد اور ظلم و ستم کی مثالوں پر ہر روز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

مسلح ڈوگرہ فوجی پنجاب سے آئے ہوئے غیر مسلم پناہ گزینوں کی مدد سے پاکستانی علاقہ میں حملے کر رہے ہیں۔ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ڈوگرہ فوج نے موضع چمنہ خورد پر حملہ کر دیا جہاں پولیس سے مقابلہ میں ایک ہیڈ کانسٹیبل جاں بحق ہوا۔ بیشمار مسلح

سکھ اور راشٹریہ سیوک سنگھ سے تعلق رکھنے والے ہندو اس ارادہ سے کشمیر گئے ہیں۔ تاکہ وہاں بھی وہ مشرقی پنجاب کی طرح مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے اور انھیں ریاست سے نکالنے کے مذموم ارادوں کو پھر عملی جامہ پہنا سکیں حقیقت یہ ہے کہ ریاست سے مسلمانوں کو نکالنے کی مہم کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے اور انھیں ریاست سے زبردستی نکالنے سے جو صورت حال پیدا کی گئی ہے۔ حکومتِ پاکستان اسے اضطراب انگیز تصور کرنے پر مجبور ہے۔

آپ کی طرف سے "کسی" کی امداد حاصل کرنے کی دھمکی پر بھی ہم حیران ہیں غالباً اس سے یہ مراد ہے۔ کہ آپ کسی غیر ملکی طاقت سے امداد حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ کسی بیرونی طاقت سے امداد حاصل کرنے کا واحد مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کو کچلنے کی کارروائی کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ اور اس کے بعد ریاست کی ۸۵ فی صدی آبادی کی اعلان کردہ اور واضح خواہش کے خلاف آپ کے لئے ہندوستانی یونین میں شمولیت ممکن ہو سکے۔ ہم آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ پالیسی تبدیل نہ کی گئی اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے موجودہ تیاریوں اور عملی اقدامات کو ختم نہ کیا گیا تو اس کے نتائج سخت خطرناک ہوں گے جن کی تمامتر ذمہ داری آپ پر عائد ہو گی۔

جہاں تک حکومتِ مغربی پنجاب کے خلاف پٹرول، کپڑے اور غذائی ترسیل کے انقطاع کے الزام کا تعلق ہے۔ ہم آپ کو اس سے پہلے بھی مطلع کر چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہر معقول امداد بہم پہنچانے کے لئے

حکومتِ مغربی پنجاب کو مناسب ہدایات دے دی گئی ہیں۔ جن حالات پر حکومت مغربی پنجاب کا کوئی بس نہیں چل سکتا۔ ان کی وجہ سے ٹرانسپورٹ کی مشکلات کو اس حکومت کے غیر مصالحانہ رویہ سے منسوب کرنا سراسر غلط ہے۔ نہ ہی یہ کہنا بجا ہے کہ ریاست پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ہم ان امور سے پیدا شدہ مسائل پر آپ کے ساتھ تبادلۂ خیالات کے لئے پہلے ہی ایک سپیشل آفیسر روانہ کر چکے ہیں۔ تاکہ ان مشکلات کا ازالہ ہو سکے۔ آپ نے موجودہ نازک صورتِ حال کی مکمل تحقیقات کے لئے ایک غیر جانبدار انکوائری کے لئے جو تجویز پیش کی ہے۔ ہم نے اس پر پورا غور و خوض کیا ہے ہم اس تجویز کی قدر کرتے ہیں۔ اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کی رکنیت کے لئے اپنا نمایندہ نامزد کر دیجئے۔ آپ کا جواب آنے پر ہم بھی بلا تاخیر اپنا نمایندہ نامزد کر دیں گے۔ تاکہ کمیٹی اس مسئلہ کی مکمل تحقیقات کر سکے۔ دریں اثنا ہمیں اس امر کی توقع ہے۔ کہ فریقین کی طرف سے ہمارے تعلقات کو پھر سے خوشگوار بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔"

۲۷؍ اکتوبر ــــــــــــــــــ

مہاراجہ ہری سنگھ نے آج انڈین یونین میں کشمیر کی شمولیت کا اعلان کر دیا۔ نئی دہلی سے اعلان کیا گیا کہ ریاست میں ہندوستانی افواج بھیجی جائیں گی۔ لارڈ لوئی مونٹ بیٹن اور مہاراجہ کشمیر کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اسے شائع کر دیا گیا چنانچہ اس کے مطابق

۱۔ ریاست کشمیر ہندوستانی یونین میں شامل ہوگئی۔ فیصلہ ہوا کہ

۲۔ ہندوستانی فوجیں ریاست میں بھیجی جائیں گی۔ اور

۳۔ شیخ عبداللہ وزیر اعظم کشمیر کے تعاون سے ریاستی نظم و نسق چلائیں گے۔

مہاراجہ کشمیر نے گورنر جنرل ہندوستان کو جو خط بھیجا اس میں انھوں نے بتایا کہ کشمیر کی سرحدیں ایک طرف ہندوستان اور پاکستان سے ملتی ہیں اور دوسری طرف ہندوستان اور چین سے جا ملتی ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر ریاست کشمیر فی الحال آزاد رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ پاکستان اور ہندوستان سے ریاست کے انتظامی امور چلانے کے لئے معاہدات کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان سے جو معاہدہ ہوا حکومتِ پاکستان نے اس کی خلاف ورزی کی اور صوبہ سرحد سے قبائلی لوگوں نے آکر ریاست میں بدامنی پھیلانا شروع کر دی۔ حکومتِ پاکستان نے قبائلیوں کا داخلہ روکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اندریں حالات میرے لئے یہی چارۂ کار رہ گیا کہ میں ہندوستانی یونین سے فوجی امداد حاصل کر سکوں تاکہ میری ریاست میں بدامنی کا خاتمہ ہو جائے چونکہ ہندوستانی یونین میں شامل ہوئے بغیر یونین مجھے فوجی امداد بہم پہنچانے سے معذور ہے لہٰذا میں ہندوستانی یونین میں شامل ہونے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

گورنر جنرل ہندوستان نے اپنے جوابی مکتوب میں لکھا "آپ نے اپنے مکتوب میں جن حالات کا ذکر کیا ہے ان کے پیشِ نظر میری حکومت نے آپ کی درخواست منظور کرتے ہوئے ہندوستانی یونین میں ریاست کشمیر کی شرکت منظور کر لی ہے میری حکومت کی یہ خواہش ہے کہ جونہی ریاست کشمیر میں امن قائم ہو جائے اور بیرونی حملہ آوروں کا صفایا ہو جائے تو یونین میں ریاست کی شرکت کا فیصلہ عوام کی خواہشات کے مطابق کرایا جائے۔ آپ کی درخواست کے مطابق ریاست کشمیر کو ہندوستانی فوج بھیج دی گئی ہے۔ میری حکومت خوش ہے کہ آپ نے شیخ عبداللہ کو ریاست میں عارضی حکومت قائم کرنے کے بعد اپنے وزیر اعظم سے اشتراکِ عمل کی دعوت دی ہے۔"

شیخ عبداللہ ۱ر اکتوبر کو بذریعہ ہوائی جہاز سری نگر روانہ ہو گئے۔ انھوں نے روانگی سے

قبل ایک بیان میں کہا کہ کشمیر کا وجود خطرہ میں ہے لہٰذا ہر کشمیری کا اوّلین فرض یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے وطن کو بیرونی حملہ آور سے بچائے۔ حملہ آور ریاست کشمیر کو پاکستان میں جبراً شامل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اب کشمیر جاکر "حملہ آوروں" کے خلاف عوام کے شانہ بشانہ لڑوں گا"

آج سے جہادِ کشمیر کا اعلان ہو گیا

پاکستان کے سرکاری ترجمان نے کہا ہمیں علم تھا کہ ریاست کے شمول کے متعلق دونوں حکومتوں میں بات چیت ہو رہی تھی لیکن ہم کشمیر کے اس فیصلہ کو منظور نہیں کر سکتے۔

راجہ غضنفر علی خاں نے مسئلہ کی نزاکت واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا تعلق تمام جمہوریت پسند دنیا سے ہے۔ ہندوستانی یونین میں شمول کے لیئے مہاراجہ کی جلد بازی ریاست اور یونین کے درمیان گہری سازش کا پتہ دیتی ہے۔

امریکہ میں پاکستان کے سفیر مسٹر حسن اصفہانی نے کہا کہ میں یہ خبر سن کر محو حیرت رہ گیا ہوں۔ جب جوناگڑھ نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا تو یونین نے یہ کہ کر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے۔ لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم یونین کے اس جارحانہ اقدام کو تسلیم نہیں کریں گے۔

لندن مسلم لیگ نے ایک ریزولیوشن میں کہا کہ رائے عامہ کی پروا نہیں کی گئی جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہے۔ دسٹیٹسمین، دہلی نے حکومت کشمیر کے اس رویّہ کو غیر معقول بتایا کشمیر مسلم ایسوسی ایشن کی طرف سے راجہ کی مذمت کی گئی۔ مسلم فرینڈز ایسوسی ایشن نے کہا کہ راجہ نے محض ذاتی مفاد کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مسلم اکثریت کو ہندوستانی فوج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

عین اعلانِ شمولیت کے وقت گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان لاہور میں موجود تھے

فیصلہ ہوا کہ مشترکہ دفاعی کونسل میں مسئلہ کشمیر پر غور کیا جائے۔ کانفرنس ۲۹ اکتوبر کو شروع ہونے والی تھی لیکن پنڈت نہرو کی سیاسی بیماری کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی۔

مہاراجہ کشمیر نے اپنی گدی بچانے کی خاطر چالیس لاکھ مسلمانوں کے قتل نامہ پر دستخط کرالئے لیکن قدرت کا انتقامی ہاتھ انصاف کی حمایت میں بلند ہوا۔ ظاہری طاقت و قوت کی کمی اور مادی دولت و ثروت سے محرومی کے باوجود کشمیری ایمانی جوش و جذبے اور اعتقاد و یقین کے حوصلہ سے طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔

حکومتِ پاکستان پر جو الزامات عائد کئے گئے اس کا جواب ۳۰ اکتوبر کو دیا گیا کہ ہندوستان سے ریاست کشمیر کا الحاق بالکل فراڈ ہے اس لئے اسے ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس بیان میں کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کے متعلق راجہ ہری سنگھ کی پیش کردہ وجوہات کی پرزور تردید کی گئی اور ستمبر سے لے کر اب تک کے تمام واقعات پر تبصرہ کر کے بتایا گیا کہ راجہ ہری سنگھ نے کسی صورتِ حال سے مجبور ہو کر ہندوستان سے الحاق کا اعلان نہیں کیا بلکہ یہ سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے مطابق کیا گیا ہے۔ حکومتِ کشمیر کی طرف سے حکومت پاکستان پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ پاکستان کی حدود سے کوئی شخص کشمیر میں داخل نہیں ہوا۔ البتہ قبائلی پٹھان ہندوستانی فوجوں کے داخلہ سے مشتعل ہو کر کشمیر کی حدود میں داخل ہوئے ہیں۔ پاکستان کے سکریٹری جنرل نے ایک بیان میں وزیر اعظم کشمیر مسٹر مہاجن کے اس بیان کی پرزور تردید کی کہ حکومتِ کشمیر نے گورنر جنرل پاکستان سے اپیل کی تھی کہ وہ کشمیر کے معاملات میں مداخلت کریں۔ مگر یہ اپیل منظور نہیں کی گئی۔ پاکستان کے سکریٹری جنرل نے بتایا کہ مسٹر مہاجن کا یہ بیان سفید جھوٹ ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ستمبر کے مہینے کے آغاز میں گورنر جنرل پاکستان قائد اعظم جناح نے راجہ ہری سنگھ والئے کشمیر کو یہ تجویز پیش کی۔ کہ وہ وسط

ستمبر میں کشمیر پہنچ کر دوستانہ گفت و شنید کرنے کو تیار ہیں۔ مگر قائدِ اعظم کی اس تجویز کو نامناسب قرار دیتے ہوئے رد کر دیا گیا۔ ۲؍ اکتوبر کو جب حکومتِ کشمیر کی طرف سے حکومتِ پاکستان پر الزامات عائد کیے گئے اور شکایتیں کی گئیں تو وزیر اعظم پاکستان نے یہ تجویز پیش کی کہ اس معاملہ کے متعلق دونوں حکومتوں کے نمائندے گفت و شنید کریں۔ لیکن وزیر اعظم کشمیر نے اس تجویز کے جواب میں اپنی مصروفیتوں کا بہانہ پیش کیا۔ بہ ایں ہمہ حکومتِ پاکستان نے محکمۂ خارجہ کا ایک نمائندہ سری نگر بھیجا تاکہ ریاستی حکام سے گفت و شنید کی جا سکے۔ مگر وزیر اعظم کشمیر نے اس نمائندہ سے گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۵؍ اکتوبر کو وزیر اعظم کشمیر نے وزیر اعظم پاکستان کو ایک تار بھیجا جس میں یہ دھمکی دی گئی تھی کہ پاکستان کشمیر کے مسئلہ کے متعلق ایک غیر جانبدار انکوائری کمیشن کے تقرر پر رضامند ہو جائے ورنہ حکومت کشمیر بیرونی امداد حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ وزیر اعظم پاکستان نے اس تجویز کو فوراً تسلیم کر لیا۔ اور وزیر اعظم کشمیر سے مطالبہ کیا کہ وہ اس مقصد کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کر دیں۔ لیکن چند نامعلوم وجوہات کی بنا پر حکومت کشمیر کی طرف سے وزیر اعظم پاکستان کے مطالبہ کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بلکہ ۱۸؍ اکتوبر کو وزیر اعظم کشمیر نے قائد اعظم جناح گورنر جنرل پاکستان کو ایک تار بھیجا جس میں پھر یہ دھمکی دی گئی کہ حکومت کشمیر بیرونی امداد حاصل کرے گی۔ اس تار کے جواب میں گورنر جنرل پاکستان نے ۲۰؍ اکتوبر کو مہاراجہ کشمیر کو ایک تار بھیجا جس میں مہاراجہ سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ اپنے وزیر اعظم کو کراچی بھیجیں تاکہ مشکلات پر عبور حاصل کرنے کے لئے دوستانہ طریقہ سے گفت و شنید کی جائے۔ مگر مہاراجہ کشمیر نے قائدِ اعظم کے اس تار کا کوئی جواب نہ دیا۔ قائد اعظم نے ایک اور تار کے ذریعے یاد دہانی کرائی پھر بھی کوئی پروا نہ کی گئی۔ اس پر قائد اعظم نے مہاراجہ کو ارسال کردہ تار شائع کر دیا۔ ان حقائق کے پیشِ نظر تعجب ہے کہ مسٹر مہاجن نے اس قدر غلط اور جھوٹا بیان کیسے جاری کر دیا تھا؟

قتلِ عام

قانون آزادیٔ ہند کے مطابق ریاستوں کو وزارتی مشن کے ۱۲؍ مئی سنہ ۴۶ء کے اعلان کی روشنی میں اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کرنے کا کلی اختیار دے دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حکومتِ برطانیہ نے انتقالِ اقتدار کے بعد ان ریاستوں کی کوئی ذمّہ داری لینے سے انکار کر دیا۔ یہ اعلانات غیر مبہم تھے لیکن وائسرائے ہند لارڈ لوئی مونٹ بیٹن کے اعلان نے یہ امر واضح کر دیا کہ ان ریاستوں کا کسی ایک ڈومینین میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اس کے باوجود اعلانِ شمولیت کے لئے کوئی ایسا قانون جاری نہ کیا گیا کہ اس کی روشنی میں ہندوستان کی ریاستیں کسی ایک ڈومینین میں شامل ہونے پر مجبور ہو جاتیں۔ ملک کی بعض ریاستوں کا وجود محض کسی سیاسی یا تجارتی معاہدہ کی بنا پر عمل میں آیا۔ لیکن کچھ اسلامی ریاستیں کئی سو سال پرانی ہیں اور ہر دور میں اُنھوں نے اپنی آزادی کو برقرار رکھا۔ یوں سمجھئے کہ وہ ایک قسم کی چھوٹی سی سلطنت ہیں جنھیں برسرِ اقتدار حکومت نے تسلیم کیا۔ کوئی ایسا قانون ایک ہی وقت میں

ان دو قسم کی متضاد ریاستوں پر نافذ العمل نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے نائب وزیر اعظم نے جوناگڑھ میں تقریر کرتے ہوئے ریاستوں کے متعلق یہ نقطۂ نظر پیش کیا تھا کہ اگر کشمیر کے یونین میں شامل ہونے پر اعتراض ہے تو ہم حیدر آباد اور کشمیر کا فیصلہ استصوابِ رائے عامہ سے کرانے کے لئے تیار ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کی قطعی اکثریت ہے اور حیدر آباد میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں لیکن کشمیر کی سرزمین محض ۷۵ لاکھ روپیہ میں فروخت کی گئی، حیدر آباد آزاد اسلامی ریاست ہے جو کسی غداری کے عوض یا کسی معاہدہ سے قائم نہ کی گئی تھی۔ اس کی تاریخ سنہری روایات کی حامل ہے اس میں وحشی ڈوگروں کے ظلم و ستم کے واقعات نہیں دہرائے گئے۔ جب برطانوی دور میں اس کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا تھا تو پھر انتقالِ اقتدار کے بعد اسے کشمیر کے معیار پر کیوں لایا جانے لگا۔ حالانکہ کشمیر کا بیعنامۂ امرتسر کے منسوخ ہو جانے پر آزاد ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ قانونی نقطۂ نظر سے کشمیر کی آزادی کے بعد ڈوگرہ راج کا ختم ہونا یقینی امر ہے لیکن اپنی گدی کو بحال رکھنے کے لئے ہری سنگھ نے انڈین یونین سے سازباز کی۔ دشمن نے پہلے پاکستان کے دم خم دیکھے۔ نئی دہلی اور جموں میں تجویز ہوا کہ جب یونین کی فوجیں ریاستہائے کاٹھیاواڑ میں داخل ہوں تو مہاراجہ کشمیر ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کر دیں اس کے ساتھ ہی پٹھانستان کی تحریک جاری کی جائے اور پاکستان چاروں طرف سے محصور ہو جائے گا۔ اتنے عرصے میں انتقالِ آبادی کے متوقع نتائج سے نئی حکومت اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے گی اس لئے مجبوراً وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے تباہ و برباد ہونے پر شمولِ یونین کا اعلان کر دے گی۔ گویا بنگال جانے سے کوئلہ سے محروم ہوئے، کشمیر چھوٹنے سے لکڑی اور معدنیات سے جواب ملا، رہا سرحد وہاں سے یہی امید کی جا سکتی تھی کہ پٹھان مغربی پنجاب میں افراتفری پیدا کر دیں۔ سکیم تو مکمل اور جامع تھی تدبیر

نے دُشمن کا ساتھ دیا، تقدیر اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ہم کشمیر کے اس اعلانِ شمولیت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ اعلان ایک خنجر ہے جو ہماری پیٹھ میں گھونپ دیا گیا، یہ ایک پستول ہے جس نے ہمارے سینہ کو چھلنی کر دیا۔ ہندو سامراج بے نقاب ہو چکا تھا اب اس نے دنیائے اسلام کو چیلنج کیا۔ دِلوں کے ارمان پورے کرنے کے لئے وحشی ڈوگرہ فوج نے جموں میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ خوب خون بہایا، بے گناہ عورتوں کی عصمت دری کی، سسکتی لاشوں کو روند ڈالا، بلکتے بچوں کی گردنیں علیحدہ کر دیں۔ لاشوں کے ٹرک جب سیالکوٹ پہنچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہماری بہو بیٹیوں کے جسم کے ایسے حصّوں پر زخم کے نشان تھے کہ مہذب دنیا اس کے تصور سے ہی لرز اُٹھے۔ آخری ٹرک میں ایک ایسا دودھ پیتا بچّہ دیکھا کہ پاؤں کاٹ ڈالے گئے تھے، بوڑھے پر نظر ڈالی تو گردن ساتھ ہی لٹک رہی تھی۔ بچپن اور بڑھاپے کی دو تصویریں دیکھ کر جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بچّے کے پاؤں اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ پاکستان نہ پہنچ سکے، بڈھے کی گردن اس لئے علیحدہ کر دی گئی کہ وہ ڈوگرہ فوج کی بہیمت کا آنکھوں دیکھا حال بیان نہ کر دے۔ آج انسانیت ننگا ہو کر ناچ رہی تھی ——

قتلِ عام کی وجہ محض مذہبی جنون اور سیاسی دیوانگی تھی۔ عوام میں سیاسی شعور تو پیدا کر دیا گیا لیکن انھیں آزادی کے صحیح تصور سے محروم رکھا گیا۔ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ حصولِ اقتدار کے بعد وہ طاقت کا استعمال کر سکے گا۔ اس وقت بھی اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ آزادی کے اصولوں سے قطعی واقف نہیں۔ ہندوستان میں سیاسی بیداری مذہب کے نام پر کی گئی، اس کا اثر یہ ہوا کہ محض اسی بنیاد پر ایک فرقہ دوسرے کا جانی دشمن بن کر رہ گیا۔ تقسیم کے بعد غیر مسلم اکثریت کو یہ گمان پیدا ہو گیا کہ اس کے راج میں اس کے سوا کسی دوسرے فرقہ کا رہنا ممکن نہیں۔ چنانچہ اسی تعصب کی بنا پر انتقالِ آبادی کا مسئلہ درپیش

ہوا۔ ہندوستان میں راشٹریہ سیوک سنگھ، ہندو مہا سبھا اور اکالی دل کے ممبروں نے کمال بہیمیت کا ثبوت دیا۔ اس قسم کی فوجی جماعتوں میں بغض و عناد کے ساتھ ساتھ بدلہ لینے کی سپرٹ موجود تھی دماغی کیفیتوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہنگامی صورتِ حال میں جو کام مجموعی طور پر کیا جائے اس کے نتائج خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، زود اثر ضرور ہوتے ہیں۔ سیوک سنگھ اور اس قسم کی دوسری پارٹیوں کے جتھے بنائے گئے تھے، جو ایک ہی وقت میں مل کر اپنا کام شروع کرتے۔ آپ کی روزمرہ زندگی میں کئی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ آپ کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے لیکن جب آپ ایک یا دو اشخاص کی موجودگی میں اسی مسئلہ پر اس کے حل کی تلاش کے لئے روشنی ڈالتے ہیں تو خواہ فیصلہ خواہشات کے خلاف ہی ہو آپ اسے ہنگامی صورتِ حال میں منظور کر لیں گے۔ مہا سبھا۔ اکالی دل اور سیوک سنگھ کے دستے جتھوں کی صورت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اس وقت انھیں قتل اور لوٹ مار کے سوا کچھ اور سجھائی نہ دیتا۔ ساتھ ہی ان کے لیڈروں کی اشتعال انگیزی رنگ لائی اور ان درندوں نے انسانیت کو بھول کر سرِ عام خون بہانا شروع کر دیا۔ بیسویں صدی میں اس قسم کے واقعات سے تاریخ میں شرمناک باب کا اضافہ ہو گیا ہے۔

جموں میں مسلمانوں پر ہولناک حملوں کی خبریں تو ہمیں اواخرِ اکتوبر سے ہی موصول ہوئی تھیں۔ چنانچہ چند ایک مہاجر کشمیر سے بصد مشکل جان بچا کر غیر معروف پہاڑیوں کے راستے یہاں پہنچے۔ ان کی زبان سے ایسے ایسے روح فرسا واقعات سنے گئے کہ ان سیاہ کاریوں کی تاریخ بھی قلمبند نہیں کی جا سکتی۔ پنڈت نہرو نے ہندوستان کی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

” ماہِ نومبر کے اوائل میں جموں کے قریب بعض ایسے حوادث پیش آئے جن پر

مجھے دلی افسوس ہے مسلم پناہ گیروں کا قافلہ جموں سے جا رہا تھا اس پر غیر مسلم پناہ گیروں اور دوسروں نے حملہ کیا اور بہت سے لوگ مقتول و مجروح ہوئے محافظ فوج نے اپنا فرض باعزت طریق پر ادا نہ کیا لیکن میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہماری فوجوں کا کوئی دستہ موقع پر موجود نہ تھا اور انھیں اس حادثہ سے کوئی تعلق نہیں۔"

لیکن مسلم پناہ گیروں کے قافلے ایک سے زیادہ مرتبہ بھیجے گئے اکثر پر حملے ہوئے۔ تین ہزار کا ایک قافلہ کاملاً ختم کر دیا گیا ایک قافلہ میں سے صرف تھوڑے سے لوگ چھپ چھپا کر بچے اور کئی روز پیدل چل کر پاکستان پہنچے۔ انھیں جموں سے سیالکوٹ آنے والے راستے کے بجائے گورداسپور جانے والے راستے پر چلایا گیا۔ گویا مقصود یہ تھا کہ اگر بعض لوگ جموں کے غیر مسلموں کی دستبرد سے بچ بھی جائیں تو گورداسپور میں مارے جائیں۔

پنڈت جی نے کہا کہ ہندوستان کی فوج ان کی حفاظت پر مامور نہ تھی لیکن سوال یہ ہے کہ حفاظت کس فوج کے ذمہ لگائی گئی تھی؟ کیا وہ کشمیر کی ڈوگرہ فوج تھی یا والئی پٹیالہ کے وہ سکھ اس کام پر لگائے گئے تھے جن کو قتل و غارت کے سوا کوئی تعلیم نہیں دی گئی۔ اس انتظام کا ذمہ دار کون تھا؟

جموں کی تباہی ایک مکمل سازش کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ ڈوگرہ فوج نے مسلمانوں کا مکمل صفایا کرنا شروع کر دیا۔ ۲۲ر اکتوبر کو جموں کے تمام مسلمان پولیس والوں سے ہتھیار لے لئے۔ ۲۸ر اکتوبر کو ان پر حملہ کیا گیا۔ ۱۰ر اکتوبر کو اکھنور کے آس پاس کے پندرہ ہزار مسلمانوں کو اکھنور کے پل کی طرف لایا گیا اور کہا گیا کہ پیدل پاکستان چلے جاؤ، انھوں نے غالباً پیدل چلنے سے انکار کیا تو راجپوت اور ڈوگرا سپاہیوں نے ان پر حملہ کیا۔ پندرہ ہزار میں سے تقریباً ایک سو

آدمی مکی کے کھیتوں میں چھپ کر بچے اور پاکستان پہنچے۔

۲۳ر اکتوبر کو میراں صاحب کے حلقے سے ۲۵ ہزار مسلمانوں کو ماڈ گاؤں میں جمع کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ پیدل پاکستان چلے جاؤ۔ وہ جا رہے تھے تو ڈوگرا فوجیوں نے حملے کر کے مستورات چھین لیں۔ آدمیوں کو قطار میں کھڑا کر کے مارنا شروع کیا۔ ۲۵ ہزار میں سے صرف دو سو بچے۔ ۲۰ر اکتوبر کو کٹھوعہ کے پاس آٹھ ہزار مسلمان جمع ہوئے۔ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کٹھوعہ سے امداد کی درخواست کی جس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ وہ لوگ تین میل کا فاصلہ طے کر چکے تو ڈوگرا فوجیوں اور مسلح سکھوں نے ان پر حملہ کیا۔ چالیس آدمیوں کے سوا سب مارے گئے۔

اوائل اکتوبر میں سمبھا کے چودہ ہزار مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے محاصرہ میں لے لیا ۲۲ر اکتوبر کو مہاراجہ صاحب وہاں پہنچے۔ اس کے بعد مسلمان عورتیں چھین لی گئیں۔ باقی لوگوں کا قتل شروع ہو گیا۔ اور چودہ ہزار میں سے صرف پندرہ بچے۔

۵ر نومبر کو جموں شہر میں مہاراجا کے نام پر منادی کرائی گئی کہ مسلمانوں کو فوراً جموں سے نکل جانا چاہیئے۔ اور پاکستان کی طرف سے بھی یہی ہدایت پہنچی ہے۔ مسلمان پریڈ کے میدان میں جمع ہوئے۔ موٹر لاریوں میں سوار کرا کے انھیں سوچیت گڑھ کے بجائے کٹھوعہ کے راستے پر لے جایا گیا۔ ماوا کے مقام پر انھیں حملے کا ہدف بنایا گیا۔ چار ہزار میں سے صرف نو سو بچ کر انتہائی مصیبتوں سے سیالکوٹ پہنچے۔ ان میں مسٹر غلام مصطفےٰ ایم ایل اے بھی تھے جن کی اہلیہ ہمشیرہ اور بچہ مارے گئے۔ اسی حملہ میں چودھری غلام عباس صاحب کی اہلیہ اور صاحبزادی لاپتہ ہو گئیں۔ جموں کے معزز مسلم گھرانوں کا ایک قافلہ ۹ر نومبر کو ستر ٹرکوں میں سوچیت گڑھ روانہ ہوا۔ اگر فی ٹرک پچاس آدمی بھی فرض کیے جائیں تو تعداد ساڑھے تین ہزار بنتی ہے تیس فی ٹرک کے حساب سے دو ہزار سے اوپر نکلتی ہے۔ راستے میں ان پر مسلح سکھ جتھوں نے حملہ

کیا۔ تین کے سوا سب جاں بحق ہو گئے ۔ اسی طرح ۹؍ نومبر کو ایک اور قافلہ تیس ٹرکوں میں سوچیت گڑھ پہنچا۔ اس قافلے کی سات مستورات اور بیشتر سامان فوجیوں نے راستے میں چھین لیا۔

کشمیر کا یہ ہنگامہ نئی دہلی کے احکامات پر جاری کیا گیا تھا۔ دشمن کو یہ امید ہو گئی کہ سرزمینِ کشمیر سے مسلمان کا نام مٹا دیا جائے گا —— مسلمان کا خون کتنا ارزاں ہو چکا تھا —— آزادی کے لئے اس نے کتنی بڑی قربانی دی —— ؟

شیخ عبداللہ نے اپنی رہائی کے بعد جموں میں مسلمانوں کے قتلِ عام کو اپنی نظروں سے دیکھا۔ لیکن وہ چاہتے تھے کہ صوبہ کے مسلمانوں کا صفایا کر دیا جائے کیونکہ ان سے آپ کی دیرینہ عداوت تھی۔ ۴؍ نومبر ۴۷ء کو ہندوستان کے نمائندے کنور دلیپ سنگھ کی دعوت پر جموں کے مسلمانوں کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی۔ دورانِ گفتگو میں انھوں نے وفد سے صاف الفاظ میں کہا کہ مسلمانانِ جموں کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔ کیونکہ حالات خراب ہو چکے ہیں۔ وفد نے ہر چند ان کو یقین دلایا کہ وہ وفادار ہیں اور یہاں رہنا ہی بہتر سمجھتے ہیں لیکن انھوں نے اصرار جاری رکھا۔ کہ موجودہ صورت میں ان کے لئے فوراً یہاں سے چلا جانا ہی بہتر ہو گا، اس کے جواب میں وفد کے ایک ممبر نے عرض کیا کہ آپ یہاں کانگرس کے نمایندہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور جب ہندوستان میں کانگرس کی واضح پالیسی ہے کہ وہاں مسلمانوں کو رہنے دیا جا رہا ہے تو یہ آپ کی پالیسی اس سے کیونکر مختلف ہو سکتی ہے اس کے جواب میں انھوں نے پھر بھی یہی کہا کہ اس وقت حکومت کی یہی پالیسی ہے ۔ دُوسرے ممبر نے کنور صاحب سے کہا کہ اس وقت حکومت کشمیر کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ ہیں۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس سلسلہ میں ان کا نظریہ بھی معلوم کر لیں۔ کنور صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ آج کل بہت مصروف ہیں۔ ملاقات خواہ ٹیلیفون پر ہی کیوں نہ ہو

بہت مشکل ہے اور جس کی موجودہ حالات کے تحت شاید اجازت بھی نہ مل سکے۔ ہاں اتنا کیا جاسکتا ہے کہ میں ان سے مل کر آپ کا پیغام پہنچا دوں۔ چنانچہ دوسرے روز صبح جب وفد کا ممبروں کی خدمت میں گیا، تو انھوں نے کہا کہ میں نے شیخ صاحب سے ٹیلیفون پر گفتگو کی تھی اور وہ سو فی صدی میرے خیال سے متفق ہیں۔

ابھی گفتگوئے مصالحت جاری تھی کہ اگلے ہی دن ساڑھے آٹھ بجے حکومت کی طرف سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان کر دیا گیا۔ کہ آج مورخہ ۵؍ نومبر کو دس بجے تک تمام مسلمان پولیس لائن میں پہنچ جائیں جو وہاں وقت مقررہ پر نہ پہنچے گا اس کی سلامتی کی ذمہ داری حکومت پر نہ ہوگی، مختصر نوٹس کا واضح مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کو پریشان کیا جائے تاکہ بھاگ دوڑ میں وہ اپنے گھروں سے کم سامان نکال سکیں۔ چنانچہ اس اعلان کا نتیجہ یہی ہوا کہ بمشکل لوگ اپنے بچوں کو لے کر رختاں وخیزاں پولیس لائن میں وقتِ مقررہ پر پہنچ سکے

چنانچہ مسلمان پناہگزینوں کا پہلا قافلہ ۵؍ نومبر ۴۷ء ۲½ بجے دوپہر پولیس لائن سے روانہ ہوا۔ لاریوں کی کل تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس قافلہ کے کل افراد ۳½ ہزار تھے۔

حکومت کا اعلان تھا کہ یہ قافلہ براستہ سوچیت گڑھ پاکستان پہنچا دیا جائے گا لیکن اس کے عین برعکس یہ قافلہ سانبہ کی طرف پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک حصہ روک لیا گیا اور دوسرا ماوا کی طرف پہنچا دیا گیا۔ پھر سانبہ میں اس قافلہ کو دو حصوں میں بانٹ کر ڈوگرا انڈین فوج مسلح ہندوؤں اور سکھوں نے ان پر پے در پے حملے شروع کر دیئے اور بمشکل چار سو کے قریب جان بچا کر پاکستان پہنچ سکے۔ ظالم ہندوؤں نے اور وحشی ڈوگروں نے کئی نوجوان باعصمت عورتوں کا اغوا کر لیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔

دوسرے قافلے کو روانگی کا وقت ۷؍ نومبر جمعرات کو ملا۔ اس قافلہ کو بھی راستہ میں

بجٹاکر ستواری اور بشاہ کے درمیان ٹھکانے لگادیا گیا اور ڈوگرہ فوج اور سنگھ پارٹی اور سکھوں اور دُوسرے اچھوتوں نے وہ مظالم ڈھائے کہ الامان' اس قافلہ میں دو ہزار کے قریب مرد، عورتیں اور بچے تھے، جن میں بمشکل ایک صد کے قریب موت کے چنگل سے نجات پا سکے اس جگہ تین سو کے قریب لڑکیاں ڈوگروں اور دُوسرے ہندوؤں نے اغوا کرلیں۔

"کشمیر ٹائمز" کے ایڈیٹر مسٹر جے۔ کے ریڈی نے کشمیر سے پاکستان کی شمولیت کا مطالبہ کیا تو انھیں زیرِ حراست کرلیا گیا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے جموں میں مسلمانوں کی تباہی کا المناک مشاہدہ کیا، ان کی زبانی سنئے : گزشتہ دس دنوں میں ریاست کشمیر کے صوبہ جموں میں بیس ہزار بے گناہ مسلمان موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ جموں کے تمام دیہات سے مسلمانوں کو بے دخل اور فنا کرنے کے لئے ایک باقاعدہ منظم پروگرام پر عمل کیا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان عورت، مرد اور بچے جبراً اپنے گھروں سے نکال لے جاکر چھوٹے چھوٹے گروہوں میں توڑے اور پھر جاکر چُپ چاپ انتہائی بربریت کے ساتھ قتل کئے گئے۔ ان کے دیہات جلاکر خاک کئے گئے۔ ان کی جائدادیں لوٹی جارہی تھیں اور ان کی فصلیں یا تو تلف کردی گئیں یا وحشی ڈوگروں کے ہتھے چڑھ گئیں۔ ظلم و تشدد کا یہ بحران اور جنون بے رحمیت اور وسعت میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اور مشرقی پنجاب کا قتلِ عام بھی اس کے سامنے ماند پڑ گیا۔

مسلمانوں کے اس قتلِ عظیم کے پسِ پشت ڈوگرہ فوج، راشٹریہ سیوا سنگھ راجپوتوں کے ہجوم اور ہندو سکھ سرکاری افسران ہیں۔ راشٹریہ سیوا سنگھ کے خفیہ ایجنٹوں کی مدد سے جو امرتسر اور دہلی سے بھیجے گئے تھے۔ ڈوگرہ فوج اور با اثر راجپوتوں نے مفصل خاکے تیار کئے ہوئے تھے کہ جموں سے مسلمانوں کو پاک کرکے اس صوبہ کو ہندوؤں کے لئے

دارالامان بنا دیا جائے۔ ابتدائی پروگرام یہ تھا کہ چند مسلمانوں کو قتل کر کے باقی مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے آپ پاکستان کا رُخ کر لیں۔ لیکن ڈوگرہ جاگیرداروں نے جو ریاست کے شہری اور فوجی نظم و نسق پر قابض ہیں۔ غالباً یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی عام ہجرت سے پاکستان کے تمام مسلمانوں کے قلوب میں نفرت کی لہر دوڑ جائے گی اور حکومت پاکستان بھی مشتعل ہو جائے گی جس سے بہت ناخوشگوار نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں ہی تہ تیغ کر دیا جائے۔

فتنہ انگیز پروپیگنڈا کی ایک ہذیانی مہم کے ذریعے راجپوت ہجوموں کو اشتعال دلا کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کیا گیا۔ تمام جموں صوبہ میں راشٹریہ سیوک سنگھ کے کارکنوں اور ڈوگرہ فوجیوں نے یہ افواہیں پھیلانی شروع کیں۔ کہ پاکستانی حکومت عنقریب جموں اور کشمیر ریاست پر حملہ کرنے والی ہے۔ کہ پٹھانوں اور بلوچوں کے خون آشام گروہ ریاست کی اور بالخصوص جموں کی سرحدوں پر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور اشارہ پاتے ہی وہ ریاستی سرحدوں میں داخل ہو کر ڈوگروں کے وطن کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیں گے۔ ان کے دیہات اور مکانات کو جلا کر لوٹنا شروع کر دیں گے اور ان کے عزیز و اقارب کو تہ تیغ کر کے ان کی عورتوں کو بھگا لے جائیں گے۔ سیدھے سادھے جاہل ڈوگروں کو للکارا گیا کہ وہ کاہلی اور لاپروائی کا چولا اُتار کر اپنی جان و مال اور آبرو کو بچانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی طرح پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبہ کو عروج پر پہنچا کر ڈوگروں کو انگیخت کیا گیا کہ وہ مسلمان پانچویں کالم کو جو جموں میں آباد ہیں، ختم کر دیں۔ قبل اس کے کہ انھیں دو محاذوں پر لڑنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ چنانچہ اس طریقہ سے ڈوگرہ راجپوتوں

کے فرقہ وار جنون کو ہوا دے کر انھیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی مہم کے لئے تیار کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس ماہ کے پہلے ہفتہ میں ہوا۔

لیکن بریگیڈیر خدا بخش کی موجودگی جو جموں ایریا کی تمام فوجوں کے کمانڈر تھے، ان شیطانی عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں مزاحم تھی۔ چنانچہ ڈوگرہ جماعت کے اونچے حلقوں میں سازش کا جال بچھایا گیا اور ان کے خلاف ایک جھوٹا الزام تراشا گیا۔ کہ وہ پاکستان سے خفیہ ساز باز کر رہے ہیں۔ اور پاکستان کو فوجی معلومات بہم پہنچا کر پاکستانی فوج کے حملہ کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔ چنانچہ انھیں فوراً برخاست کیا گیا۔ اور کٹر منہ زور ڈوگرے جو مسلمان دشمنی میں رسوائے زمانہ ہیں کھلے چھوڑ دیئے گئے تاکہ مسلمانوں کے خون کو ارزاں کر دیں اور تمام مسلم آبادی کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیں۔ بعض ہندو اخبار بھی اس سازش میں شریک کر لئے گئے اور انھوں نے ہر طریقہ سے ڈوگرہ تعصب اور جنون کو مشتعل کرنے کے لئے شب و روز پروپیگنڈا کرنا شروع کیا۔ جموں کے ایک اخبار نے لکھا کہ ہر ایک ڈوگرہ کم از کم دو سو مسلمانوں کو مار سکتا ہے۔

ماہِ اکتوبر کے وسط میں ہلہ بول دیا گیا۔ امن اور ضابطہ کے قیام کی آڑ لے کر تمام علاقہ میں ڈوگرہ فوج پھیلا دی گئی۔ ڈوگرہ سپاہیوں نے راشٹریہ سیوک سنگھ کے آدمیوں کے ساتھ راجپوت دیہاتیوں کو اکٹھا کیا اور مفصل ہدایات دیں کہ کب کس جگہ اور کس طریقہ پر مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں ختم کرنا ہوگا۔ صوبہ جموں کی پولیس جو بیشتر مسلمان تھی ایک ہی رات میں بے خبری میں نہتا کر دی گئی اور جن سپاہیوں نے ہتھیار رکھنے سے انکار کیا، انھیں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ اس طریقہ سے صوبہ بھر میں تمام ان ناخواستہ عناصر کو راستہ سے ہٹا دیا گیا جن سے ڈوگروں اور سیوا سنگھیوں کے بہیمانہ عزائم میں مزاحمت کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔

اچانک ایک دن جموں کے شہریوں نے صبح اُٹھ کر دیکھا کہ جموں کے اطراف میں کئی دیہات سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مسلمان پناہ گزینوں کے قافلے چاروں طرف سے شہر جموں میں داخل ہونے لگے۔ اور قتلِ عام، آتشزدگی، لُوٹ مار اور ظلم و تشدد کی داستانیں سُنانے لگے۔ فوج نے انھیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اور توی پُل کو جو جموں کو دیہات سے ملاتا تھا بند کر دیا گیا۔ مسلم پناہ گزین جو اس رات ڈوگرہ غنڈوں کے ہاتھوں قتل سے بچے تھے، پاکستان پہنچنا چاہتے تھے لیکن فوج نے انھیں سرحد پار کرنے سے روک دیا۔ ہر جگہ پناہ گزینوں کو منتشر کر کے چھوٹے چھوٹے گروپوں میں سمیٹ دیا گیا۔ اور دُور افتادہ مقامات پر پہنچا دیا گیا۔ جہاں انھیں یا تو گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا یا فوج اور ڈوگرہ جتھوں نے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ۱۹/۱۸ اور ۲۰/۱۹ کی شب کو بہت سے مسلم دیہات نذرِ آتش کر دیئے گئے۔ جموں سے آئی ہوئی اطلاعات سے پتہ چلا کہ مقتولین کی لاشوں کو غیر آباد مکانوں میں ڈھیر کر کے جلا دیا گیا۔ تاکہ ان کا کوئی نشان نہ مِل جائے۔ ۱۸ اکتوبر کو جموں سے باہر بارہ ہزار پناہ گزین پریڈ گراؤنڈ میں جمع ہو گئے تھے۔ انھوں نے حکام سے گڑگڑا کر کہا کہ یا تو انھیں جموں میں پناہ لینے کی اجازت دی جائے یا سیالکوٹ کی سڑک پر سے ریاست سے باہر نکلنے دیا جائے۔ حکام نے انھیں اسی جگہ چار دن تک آب و دانہ سے محروم رو کے رکھا ان میں سے کئی زخمی بھی تھے۔ اسی حالت میں وہاں کئی بچے بھی پیدا ہوئے۔ جموں کے کئی مسلمانوں نے اس حالتِ زار کا پتہ پا کر حکام سے درخواست کی کہ پناہ گزینوں کو خوراک اور طبی امداد پہنچانے کی اجازت دی جائے لیکن ڈوگرا فوجی حکام نے اجازت نہیں دی۔ ان چار راتوں میں اس طرف سے متواتر گولیوں کی آوازیں آتی رہیں۔

اندر ہر گولی کے ساتھ ترساں و ہراساں لوگوں کی چیخیں آدھی رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی شہر تک پہنچتی تھیں۔ کسی کو علم نہیں کہ اس بدقسمت جمِ غفیر کا کیا حشر ہوا۔ ان میں سے کتنے گولی کا نشانہ بنے کتنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ اور عورتوں کا کیا انجام ہوا لیکن اس المناک حادثہ کا اندازہ جموں کے شہریوں نے گدھوں کی تعداد سے لگایا جو بڑے بڑے جھنڈوں میں اس علاقے پر اُڑتے رہے۔

ڈوگرہ شیطنت متواتر ایک ہفتہ تک اس وحشیانہ طریقہ سے بے روک ٹوک جاری رہی۔ ہر طرف جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ اور یکے بعد دیگرے تمام دیہات نذرِ آتش کیئے جاتے رہے۔ جموں کے لوگ اس خونریزی اور بربادی کی وسعت کا صحیح اندازہ لگانے کے قابل نہیں تھے۔ تاہم خفیہ طریقوں سے بعض لوگ اپنی جانوں پر کھیل کر رات کے وقت توی کے پُل کو عبور کر کے شہر میں داخل ہوئے اور حالات کی خبر دیتے رہے جموں شہر کی مسلم آبادی خوف کے مارے سمٹ کر ایک ہی محلّہ میں آگئی۔ اور ایک ایک گھڑی گن گن کر گزارنے لگی۔ کیونکہ ہر دم انھیں یہی ڈر تھا کہ ڈوگرہ فوج اور مسلح غنڈے ٹوٹ پڑیں گے اور انھیں ختم کر دیں گے۔ خوش قسمتی سے ۱۹؍ اکتوبر کو ان پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی۔ اسی دن مہاراجہ اپنے وزیر اعظم کے ہمراہ جموں پہنچ گئے۔ مسلمانوں کے ایک وفد نے مہاراجہ سے ملنا چاہا تاکہ یا تو ان کی حفاظت کی ضمانت دی جائے یا انھیں ریاست سے باہر نکل جانے کا موقع دیا جائے۔ وزیر اعظم نے دو دن تک ان کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اس کے بعد ایک مبہم سا اور خشک سا جواب کہلا بھیجا کہ حکومت اپنی ذمہ داریوں سے باخبر ہے۔

اس ہفتہ میں کم از کم بیس ہزار مسلمان موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ دیہاتی علاقہ

میں ایک بھی مسلمان گھر ایسا نہیں تھا جو لوٹ یا آتشزدگی سے محفوظ رہا ہو۔ مویشی جبراً چھین لئے گئے۔ اور زمینیں غصب کر لی گئیں۔ زنا اور اغوا کی بے شمار خبریں موصول ہوتی رہیں۔ مہاراجہ اور ان کے وزیر اعظم نے بااعتماد ڈوگرہ فوجی افسروں کی معیت میں فساد زدہ علاقہ کا دورہ کیا۔ مگر قاتلوں کو کیفر کردار پر پہنچانے کی بجائے ان کی پیٹھ ٹھونکی گئی۔ رائفل گولہ بارود اور دوسرے مہلک اسلحہ سے لدی ہوئی لاریاں علاقوں کا گشت لگاتی رہیں اور مہاراجہ نے خود اپنے ہاتھوں سے دیہاتی راجپوتوں میں ہتھیار تقسیم کئے۔ اور ان کی بہادری اور دیش بھگتی پر انھیں شاباش دی۔ مہاراجہ نے کئی بڑے بڑے مسلح ہجوموں میں تقریریں کیں اور انھیں یقین دلایا کہ ہندوستانی یونین اور حلیف ریاستوں سے عنقریب فوجی کمک پہنچنے والی ہے۔ موضع راجپورہ میں جو جموں اور کٹھوعہ کے وسط میں واقع ہے۔ ۱۲ر اکتوبر کو بیس ہزار راجپوتوں کا ایک گروہ مہاراجہ اور اس کے وزیر اعظم کا استقبال کرنے کے لئے جمع ہوا تھا۔ تمام مقامی افسران وہاں موجود تھے اور لوگ اپنے تمام اسلحہ سے لیس ہو کر نمایش کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ اس جگہ سے پاکستان کی سرحد صرف تین یا چار میل ہے۔ اس ہجوم کو تین قطاروں میں صف آرا ہونے کا حکم دیا گیا۔ پہلی قطار میں وہ لوگ تھے جن کے پاس رائفلیں تھیں۔ دوسری قطار میں مہلک ہتھیاروں والے اور تیسری قطار میں لاٹھی بردار صف بستہ کئے گئے۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس، وزیر زراعت، اسسٹنٹ انجنیئر ٹیلیگراف سپروائزر، اور کئی دیگر فوجی اور شہری افسران ڈیوٹی پر موجود مہاراجہ کی آمد کے منتظر تھے۔ بدقسمتی سے عین اسی وقت مسلم پناہ گزینوں کا ایک قافلہ دیہاتی علاقہ میں سے نکل کر پاکستان کی طرف جاتا ہوا نظر آیا۔ فوج نے ان کو ایک لمبی قطار بنانے کا حکم دیا۔ دس ہزار مسلمانوں پر مشتمل اس قافلہ کو اس مسلح ہجوم کے سامنے سے گزرنے پر مجبور کیا گیا۔ جب یہ طویل قافلہ مسلح ہجوم، فوج اور شہری حکام کے سامنے پہنچا

تو افسروں نے چلّا کر کہا انھیں پاکستان بھیج دو۔ ڈوگرہ سپاہی اور مسلّح غنڈے جنگی نعرے لگاتے اور "مہاراجہ بہادر کی جے" چیختے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور انتہائی بے دردی سے ان بے گناہ انسانوں کو ذبح کر کے رکھ دیا۔ سینکڑوں آدمی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اور سینکڑوں جو کلہاڑیوں، نیزوں اور دوسرے مہلک ہتھیاروں سے نشانۂ ستم بنائے گئے۔ اس افراتفری میں سینکڑوں آدمی خوف وہراس سے بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مگر ڈوگرے ان کا تعاقب کر کے اپنی رائفلوں اور بندوقوں سے ان کا شکار کھیلتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام زمین بے گناہوں کے خون سے لالہ زار ہوگئی اور چاروں طرف لاشوں اور اعضائے جسمانی کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ یہ نظارہ انتہائی دہشت انگیز تھا۔ اس واقعہ کے ایک دن کے بعد مہاراجہ اور وزیر اعظم موقعہ پر پہنچ گئے۔ اور حسب دستور سابق استقبال کی رسومات ادا کی گئیں اور قاتلوں کی پیٹھ ٹھونکی گئی، وہاں بھی مہاراجہ نے بہت سے آدمیوں کو اسلحہ اور گولہ بارود تقسیم کیا اور ان سے عہد لیا کہ سرحد کے اس حصّہ کی حفاظت کی ذمّہ داری ان کے سروں پر ہوگی۔

اس طریقہ سے جموں کی مسلم آبادی کا باقاعدہ استیصال کر دیا گیا۔ مہاراجہ کے دورہ کے بعد احکامات صادر کئے گئے کہ مکانات اور دکانیں تباہ نہ کی جائیں بلکہ ان لوگوں کو بطور انعام دے دی جائیں جنھوں نے اس بہادری کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی ہے۔ ڈوگرہ سپاہیوں اور سیوا سنگھ کے کارکنوں کے جتھے مقامی افسران کے ساتھ قریہ بہ قریہ دورے کر کے ڈوگرہ راجپوت غنڈوں کو مبارک باد دے رہے تھے اور انھیں مشورے دے رہے تھے کہ مسلمانوں کو ختم کر کے ان کی لاشیں اس طرح غائب کی جائیں کہ ان کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

اس وقت تک جن مظالم کی تفصیل موصول ہوئی ہم ان پر بعض مشکلات کی وجہ سے پوری روشنی نہیں ڈال سکتے۔ جو لوگ اکھنور اور جموں سے پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے وہ اپنے اہل و عیال سمیت جنگل میں جمع ہوئے۔ مقابلہ کی ٹھانی لیکن زیانہ سے مسلمان آئے اور انھوں نے کنڈی کے لوگوں کو بتایا کہ زیانہ میں خود مہاراجہ نے حملہ کیا ہے۔ اب ہم نہتے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ دیکھتے دیکھتے مسلمانوں کے سامنے ان کے بھرے ہوئے گھروں کو جلا دیا گیا۔ ان سے مستورات چھینی گئیں اور عورتوں، بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں کی لاشوں سے دریائے چناب کا پانی سرخ ہو گیا۔ راجہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو مسلمان پاکستان جانا چاہتے ہیں وہ تیار رہیں۔ انھیں صرف ایک صندوق اور ایک بستر ہمراہ لینے کی اجازت ہوگی۔ انھیں ہدایت کی گئی کہ جب لاریاں انھیں لینے کے لئے آئیں تو وہ اس میں بیٹھ کر پاکستان چلے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق سب ان لاریوں پر سوار ہو گئے۔ جب لاریاں سنواری سے سانبہ کی طرف مڑیں تو چوہدری غلام مصطفےٰ ایم ایل اے کشمیر نے ڈرائیور سے کہا کہ تم تو سانبہ کی طرف جا رہے ہو۔ ڈرائیور نے مونچھوں پر تاؤ دیا اور کہا کہ چوہدری صاحب آپ خاموشی سے بیٹھے رہو جدھر ہم لے جائیں گے اُدھر آپ کو جانا ہوگا۔ جب یہ لاریاں تھوڑی دور پہنچیں تو درختوں سے ڈوگرہ سپاہی نکلے حکم ہوا کہ تمام لوگ لاریوں سے نیچے اُتر آئیں۔ چنانچہ تمام مسلمان نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جموں کی طرف سے ایک جیپ کار آئی۔ ہندوستانی فوج کا ایک افسر بڑے رعب سے نیچے اُتر کر کہنے لگا کہ اس قافلہ میں جو نوجوان مستورات ہیں ان کو میرے سپاہیوں کے لئے چھانٹ لو۔ اللہ اکبر! آج ہماری بہو بیٹیاں اس طرح بانٹی جا رہی تھیں ———؟ ایک لڑکی کی چھاتی سے تین ماہ کا معصوم بچہ چمٹا ہوا تھا۔ ایک سکھ اور ڈوگرہ سپاہی اس کی طرف بڑھا،

ماں نے بچّے کی معصومیت پر رحم مانگا لیکن آج کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو لپکتا۔ وحشیوں نے بچّے کو زور سے کھینچا اور اوپر سے گھما کر زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد اس عورت کی طرف بڑھے اور اسے ۔ ۔ ۔ ۔ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا —— اس کے بعد —— وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور سکھ نے اپنی کرپان نکال اس کا سر الگ کر دیا اور بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ چلو یہ ختم ہو گئی تو اور بہت ہیں۔

سانبہ ہائی سکول کے سیکنڈ ماسٹر کی آپ بیتی سنئے: میں جموں شہر کا باشندہ ہوں سانبہ ڈوگرہ راجپوتوں کا ایک بڑا مرکز ہے۔ عیدالضحےٰ سے چند روز پیشتر قصبہ کے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیل گئی اور ہر ایک مسلمان سخت ہراساں نظر آتا تھا۔ کیونکہ ان پر سرِ بازار آوازے کسے جاتے تھے۔ اور اِکّا دُکّا حملے بھی عام ہوتے تھے۔ سب سے بڑی اور فوری توجہ جو گھبراہٹ کا باعث ہوئی۔ مہر چند مہاجن کا وزارتِ عظمیٰ کا سنبھالنا تھا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کا اندازہ تھا کہ یہ تقرر کشمیر کے انڈین یونین میں شمول کا پیش خیمہ ہے۔ اسی دن سے سیوا سنگھ پارٹی نے اس قصبہ میں اعلانیہ طور پر اسلحہ کی نمائش شروع کر دی۔ اور قصبہ کے کوچوں میں پورے ساز و سامان سے لیس ہو کر مارچ شروع کر دی۔ مسلمان بالکل سہم گئے۔ اور جب افسرانِ قصبہ کے پاس اس بلاوجہ نمائش کی شکایت کی گئی۔ تو انھوں نے تسلی آمیز الفاظ میں کہا کہ یہ سب محض پاکستانی حملوں کا تدارک کرنے کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں تم یہاں کے باشندے ہو۔ تمھیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ جاؤ اطمینان سے اپنا کاروبار کرو۔

ایک دن جب میں نے حالات زیادہ مخدوش دیکھے۔ تو میں جموں کی طرف روانہ ہوا۔ اور میرے ہم سفر فارسی کے ایک ٹیچر اور ایک پٹواری تھے۔ راستہ میں سنگ پارٹی

کا جال بچھا ہوا تھا۔ ہم نے رات کے وقت ایک گاؤں میں ایک مدرس کے ہاں ٹھیرنے کا ارادہ کیا۔ اس گاؤں کا نام دھسور ہے اور وہ جموں روڈ سانبہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

جوں ہی ہم نمازِ مغرب سے فارغ ہوئے دُور سے روشنی دکھائی دی۔ معلوم ہوا کہ کسی گاؤں کو آگ لگائی گئی ہے۔ ساتھ ہی نعروں کی آواز بھی آنے لگی۔ گاؤں کے مسلمانوں سے استفسار پر معلوم ہوا کہ اِرد گِرد کے ڈوگرہ راجپوت سرحد پر ہلّہ بولنے کے لیئے گئے ہیں اور غالبًا اب وہ واپس آ رہے ہیں۔ اور انھوں نے تسلّی دی کہ خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں لیکن جونہی ڈوگرے نزدیک پہنچے، مسلمانوں میں بھاگڑ مچ گئی۔ چنانچہ ہم بھی ان کے ساتھ فصلوں میں جا کر چھپ گئے۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے۔ کہ اسی طرف گولی برسنی شروع ہو گئی۔ میں اور میرے ہم سفر احباب وہاں سے پھر بھاگے۔ اور ایک میل کا فاصلہ طے کر کے ایک کھڈ میں بیٹھ گئے اس وقت غربی جانب گاؤں جلتے دکھائی دیتے تھے۔ اور نعرے بلند ہوتے تھے۔ نیم شب کے وقت نعرے سرد پڑ گئے اور ہم دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ دُوسرے روز علی الصباح ہم جموں شہر پہنچ گئے۔ وہاں پر بظاہر ایسا ہی سکون تھا جو اکثر ایک بڑے طوفان کے آنے سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ خیال تھا کہ بچوں اور والدین کو ہمراہ لے کر سیالکوٹ چلا جاؤں لیکن پتہ چلا کہ سرحد بالکل بند ہو چکی ہے۔ لہٰذا پاسپورٹ نہیں مِل سکتا۔ جن منچلوں نے جانے کی جسارت کی، راستہ میں قتل ہو گئے۔

جو آگ سانبہ سے شروع ہوئی تھی آہستہ آہستہ تمام دیہات میں پھیل گئی۔ اور دیکھتے دیکھتے سانبہ، ستواری، رنبیر سنگھ پورہ۔ اکھنور، ریاسی، ادھم پور کے مسلمانوں کا صفایا کر دیا گیا۔ اور دیہات جلا کر خاکستر بنا دیئے گئے۔ ان گاؤں سے جو دیہاتی اور گوجر بھاگ کر

آنے میں کامیاب ہوئے، وہ ستواری چھاؤنی میں جمع ہو گئے۔ ان کی تعداد چالیس پچاس ہزار کے قریب تھی۔ ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ یہ تمام کارروائی غنڈوں اور سیوا سنگ پارٹی کی ہے۔ لہٰذا انھوں نے ملٹری چھاؤنی میں جمع ہونا محفوظ خیال کیا۔ ان غریبوں کو کیا معلوم تھا کہ یہ سب تباہی مہاراجہ کے اپنے پروگرام اور اشارے سے انجام پا رہی ہے۔ چنانچہ ان کی خوش فہمی جلد ہی رفع ہو گئی۔ حکومت نے ان کے چاروں طرف ملٹری پھیلا دی۔ ان کا مال و اسباب اور کلہاڑیاں وغیرہ ضبط کر لی گئیں اور دوسرے ہی دن انھیں توپوں اور مشین گنوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ خدا گواہ ہے۔ کہ اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں۔ بمشکل گیارہ آدمی اپنی جان سلامت لے کر پاکستان کی حدود میں داخل ہو سکے۔

جموں شہر کی ناکہ بندی اس قدر کی گئی کہ باہر کی کوئی خبر لوگوں کو پہنچنی محال تھی۔ شہر کے مسلمان اپنے دفاع کو مضبوط بنانے کی غرض سے ایک دو محلوں میں جمع ہو گئے تھے۔ سنگ پارٹی کے حملے پورے زور و شور سے شروع ہو گئے۔ ان کے حملے ملٹری کی گولیوں کی چھاؤں میں ہوتے تھے۔ چنانچہ جن گھروں پر اچانک حملہ ہوتا ان لوگوں کو تہ تیغ کر کے وہ بھاگ جاتے۔ ایک دن دو صد بچے بابا جیون شاہ کی خانقاہ میں شہید کر دیئے گئے، جو وہاں محض اس عقیدت کی بنا پر ٹھہرے تھے کہ وہ اس بزرگ کی بدولت ظالموں کی شر سے محفوظ رہیں گے۔ یاد رہے کہ بہت سے ہندو اور سکھ اس بزرگ کے بڑے معترف تھے۔ اور وہاں چڑھاوے چڑھاتے تھے۔

جہاں کہیں چھاپہ مارنے کی خبر ملتی۔ مسلمان اپنے نیزوں بھالوں کو لے کر کود پڑتے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے۔ اللہ اکبر کی باطل شکن صدا کے آگے کس طرح سے کفار بھاگتے۔ گویا ایٹم بم کا شکار ہوا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس یہی سب سے بڑا ہتھیار تھا۔

ان ایام میں آزاد کشمیر کے مجاہدین کی خبریں ریڈیو پر نشر ہوتی تھیں۔ چنانچہ جوں جوں مجاہدین ریاستی علاقوں کو آزاد کراتے۔ مہاراجہ ہری سنگھ کا پارہ زیادہ چڑھتا جاتا اور وہ اپنی مسلمان رعایا ہی کو جلد سے جلد تر ختم کرنے کی تلقین کرتا اور خود جاکر ہندوؤں اور سکھوں میں ہتھیار تقسیم کرتا۔ کوئی مسلمان شہر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اور نہ کوئی باہر سے شہر میں داخل ہو سکتا تھا جس کسی نے ایسی جسارت کی گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ اکثر مسلمان اس کوشش میں ڈوگرہ فوج کی گولیوں کا شکار ہوئے۔ حالانکہ وہ رات کے اندھیرے میں پیٹ کے بل رینگ رینگ کر چلے۔ اس پر طرّہ یہ کہ مسلمانوں پر راشن، پانی، بجلی بھی بند کردی گئی۔ یہاں تک کہ خاکروبوں کو بھی مسلمان محلوں میں صفائی کرنے سے روک دیا گیا۔ غلاظت کے ڈھیر لگ گئے اور مسلمان خود اپنی ٹٹیاں صاف کرنے پر مجبور ہوگئے۔ میں نے بچشم خود گزیٹڈ افسروں کو ایسا کرتے دیکھا۔

۲۸ ر اکتوبر کو مسلمان ملٹری اور پولیس سے ہتھیار لے لئے گئے اور راجہ صاحب کا ایک اعلان پڑھ کر سنایا گیا۔ جو یہ تھا کہ مسلمان اجتماعی طور پر سب کے سب باغی ہیں۔ انھوں نے حکومت کا مقابلہ کیا ہے۔ اگر وہ وفاداری کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو تمام ہتھیار خواہ وہ لائسنس والے ہی کیوں نہ ہوں، جمع کروا دیئے جائیں۔ حکومت امن قائم کرے گی۔ نیز اگر کسی کے پاس سے ہتھیار برآمد ہوا تو وہ موت کی سزا کا سزاوار ہوگا۔ مسلمانوں نے دوسرے ہی دن ایک عام اجلاس بلایا اور اس میں مہاراجہ کو وفاداری کا پورا پورا یقین دلایا گیا۔ اور تمام بچاؤ کی چیزیں بھی حکومت کے سپرد کردیں۔ دو تین دن ملٹری اور سنگ پارٹی کی طرف سے گولی برسنی بند رہی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ در اصل اس وقت حکومت کے پاس گولہ بارود ختم ہوگیا تھا۔ اور کسی نہ کسی حیلہ بہانہ سے چند دنوں کے لئے اپنی سرگرمیاں ملتوی کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ جب تک ان کا سامان نہ آجاتا کوئی کارروائی نہ کرسکتے تھے۔

۴ر نومبر ۴۷ء کو پٹیل اور بلدیو سنگھ معہ اسلحہ اور فوج وارد ہوئے۔ مہاراجہ کے ساتھ بات چیت ہوئی اور مسلمانانِ جموں کے متعلق بھی فیصلہ طے پایا۔ وہ کیا تھا؟ اسی شام کپتان نصیر الدین کو جو ایک نہایت مخلص کارکن ہیں بلا کر کہا گیا کہ مسلمانانِ جموں یہاں کسی صورت نہیں رہ سکتے۔ انھیں پاکستان جانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

۵ر نومبر ۴۷ء کو تمام مسلمان پولیس لائن کے میدان میں جمع کئے گئے۔ داخل ہوتے وقت ان کی جامہ تلاشی بھی لی گئی۔ بارہ بجے کے قریب ٹرکوں میں مسلمان بھر گئے۔ ہر ایک ٹرک میں اندازہ سے دوگنے آدمی سوار تھے۔ کیونکہ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ جلدی پاکستان پہنچ کر آرام کا سانس لے۔ پہلے قافلہ میں مَیں، میرے معمر والدین، تین بھائی، دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوار ہوئے۔ ٹرک دو بجے چل پڑے۔ ستواری چھاؤنی میں سڑک کے دونوں جانب سنگ پارٹی اور سکھوں کے جتھے کیل کانٹے سے لیس ہو کر کھڑے تھے۔ مسلمان دم بخود ہو کر رہ گئے اور ہر ایک نے یہ سمجھا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ بعض نوجوانوں نے چھلانگ مار کر بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن کہاں جا سکتے تھے۔ وہیں ڈھیر کر دیئے گئے۔ اسی اثنا میں ڈرائیوروں نے لاریوں کے رُخ کٹوعہ روڈ کی طرف پھیر دیئے اور تیزی سے آگے نکل گئے۔ مسلمان حواس باختہ تھے۔ ڈوگرہ ملٹری بھی جیپ کاروں میں اِدھر اُدھر دوڑتی بھاگتی تھی۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا کہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ راستہ تو دُوسری طرف ہے۔ انھوں نے جواب دیا ”وہ راستہ بند ہے تمھیں دُوسرے راستہ سے پاکستان پہنچائیں گے۔ اطمینان رکھو۔ اگر تمھارا مارنا ہی مطلوب ہوتا تو تمھیں چھاؤنی ہی میں جتھوں کے سپرد کیا جاتا۔ لوگوں کی حالت عجیب تھی ٹرکوں میں بیٹھے رہے۔ لیکن ہلنے جلنے یا دوڑنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ عورتوں کی آہیں بے پناہ تھیں۔ چار پانچ ٹرک راستہ ہی میں کھڑے کر لئے گئے۔ یہ بہانہ کر کے کہ پرزہ خراب ہو گیا ہے،

پٹرول ختم ہوگیا ہے۔

مسلح اور بپھرے ہوئے ہجوم نے کس طرح بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کو بے دریغ ذبح کیا، مَیں اس کا چشم دید سانحہ صرف اپنے گروہ کے متعلق بیان کرسکتا ہوں۔ کیونکہ ان سے بچا ہوا شاید ہی کوئی آدمی مجھے مل سکتا ہے۔

نماز مغرب کا وقت تھا۔ اور چار ٹرکوں کو جن میں مَیں خود بھی سوار تھا۔ شاعس سانیہ کے قصبہ کے متصل ٹھہرایا گیا۔ اُترتے ہی ہمیں چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر ایک میدان میں بٹھایا گیا۔ عورتوں کو ہم سے جُدا کر دیا گیا۔ میدان کے دونوں جانب ایک پہاڑی تھی۔ ایک طرف ٹرک کھڑے تھے۔ اور ایک راستہ کھلا تھا۔ مگر اس جانب ملٹری مشین گنیں لے کر کھڑی تھی۔ بھاگنے کا قطعاً کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ حملہ آور چھ سات پارٹیوں میں بٹے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

گھیرا ڈالنے والے بندوقچی، قاتل جو برچھیوں تلواروں اور نیزوں سے مسلح تھے۔ زیور اور روپے چھیننے والے۔ بستر اور سامان اُٹھانے والے زیادہ تر اچھوت تھے۔ نوجوان عورتیں چھیننے والے اور کنٹرولنگ افسر اس تمام کارروائی کی دیکھ بھال کرتے تھے اور احکام دیتے تھے۔ ان کا شیطانی نظام اس قدر مکمل اور کارگر، اتنے ٹرینڈ تھے کہ معلوم ہوتا تھا یہ شعبہ سنگ پارٹی نے مدت کا منظم کر رکھا تھا۔ چھ چھ آدمیوں کو گھسیٹ کر مقتل پر لایا جاتا اور موت کے گھاٹ اُتارا جاتا۔ پہلے چھ آدمیوں میں میرے چچا بھی تھے انہوں نے اپنا بٹوہ بڑھاتے وقت کہا ہم چھ آدمیوں کو گولی سے اُڑا دیا جائے تو ایک گولی سے آپ کا کام حل ہو جائے گا اور ہماری جان بھی آرام سے نکل جائے گی جواب ملا تم کہاں سے گولی کھانے والے شوقین آگئے ہو۔ ہمارے پاس گولیاں فالتو نہیں ہیں، اور ساتھ ہی تلوار گردن پر ماردی۔ مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے تلوار سے کوٹ کا کالر کٹ گیا۔ لیکن گردن محفوظ رہی۔ چچا نے ایک کے مُنہ پر مکا دے مارا اور وہ ظالم تلوار سمیت

نیچے جا گرا۔ چچا صاحب بھاگے۔ بندوقچی نے گولی ماری لیکن نشانہ خطا گیا۔ کلہاڑی والے نے وار کیا اور ہاتھ کٹ گیا لیکن چچا بھاگ نکلے۔ پہلے گروپ کا صفایا کرنے کے بعد دُوسروں کو پُکارا گیا۔ کوئی آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ یا تو مرنے کے لئے کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا یا لوگوں پر موت کی غشی اس قدر طاری تھی کہ ان کی ٹانگوں میں خوف کے مارے سکت نہ تھی۔ اور وہ بیٹھے بیٹھے جکڑ گئے مَیں نے کوٹ اور چپل اُتار کر رکھ دی اور اُٹھ کھڑا ہوا (مرنے کے لئے نہیں بھاگنے کے لئے) مَیں نے دِل کڑا کر کے پوچھا۔ کہاں کھڑا ہو جاؤں؟ ایک تحکمانہ آواز آئی "اُدھر" مَیں نے کہا "بہت اچھا" اور وہاں کھڑا ہو گیا۔ جلادوں نے للکار کر دُوسرے آدمیوں کو کہا۔ اُٹھتے کیوں نہیں ہو؟ اور ساتھ ہی لپک کر انھیں گھسیٹنے لگے۔ اتنے میں مَیں بھاگا۔ مَیں نے تعاقب کرنے والوں کو نہیں دیکھا۔ البتہ دو گولیاں ایک پاؤں کے پاس اور دُوسری کندھے کے پاس سے سرکتی ہوئی گزریں۔ لیکن مَیں بچ نکلا۔ بچ کیا نکلا! دراصل مر مٹا۔ جیسا کہ مَیں نے پیشتر ذِکر کیا ہے۔ میرے بوڑھے والدین، بھائی، لڑکے اور لڑکیاں جو مَیں نے خود ٹرکوں میں سوار کیے تھے۔ ان کا نام و نشان ابھی تک کہیں نہ مل سکا ـــــــــ

ان ٹرکوں سے بھلگے ہوئے ایک آدمی سے مَیں مل سکا ہوں۔ جو اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکا کہ قتل و غارت کا بازار اس قدر گرم تھا کہ کسی کی خبر نہ رہی۔ ماؤں کے بچے ماؤں سمیت گودوں ہی میں کاٹے گئے۔ مارتے وقت وہ لعین کہتے "یہ لو تمھارا پاکستان لے لو اپنا پاکستان!

ایک شخص نے بیان کیا۔ کہ قتل کرنے سے پہلے وہ ظالم لوگوں کے کپڑے بھی اتروا لیتے تھے۔ اور کہتے کہ یہ جائداد تو مہاراجہ کی ہے جس طرح دنیا میں آئے تھے اسی طرح جاؤ جناح تمھیں سب کچھ دے گا ـــــــــ

آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ مسلمانوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ماہِ نومبر کے اواخر میں جموں کے معززین کے ایک قافلہ کے چند ارکان سیالکوٹ پہنچے انھوں نے بتایا کہ ڈوگروں نے مسلمانوں کو قتل و غارت اور تباہ و برباد کرنے کی ہی کوشش نہیں کی۔ بلکہ مذہب مقدسہ اسلام کی وہ بے حرمتی کی ہے۔ جو آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ کئی مسجدیں شہید اور نذرِ آتش کی گئی ہیں۔ اور قرآن مجید پھاڑے، جلائے اور پاؤں تلے روندے گئے۔ شہر جموں اور اس کے نواح میں سور کا کچا گوشت مسلمانوں کے منہ میں زبردستی ٹھونسا گیا۔ اور مسلمانوں کو یہ ناپاک گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا۔ اور قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ علاوہ بریں یہی پلید گوشت مسجدوں اور خانقاہوں میں پھینکا گیا۔ ایک کیمپ کے محبوس مسلمانوں نے جب کھانا مانگا۔ تو ڈوگروں نے کہا۔ کہ اگر سور کا گوشت کھاؤ تو مہیا کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ روٹی نہیں مل سکتی۔

سترہ آدمیوں کی ایک جماعت پاکستان آنے کے لئے مصروفِ سفر تھی اور ہم چھپ چھپا کر ریاست کی سرحد عبور کرنے کی فکر میں تھے کہ ہم میں سے ۱۲ آدمی ڈوگرہ فوج نے پکڑ لئے۔ اور تحصیل سانبہ کے ایک گاؤں میں لے جا کر انھیں نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔

تحصیل سانبہ اور تحصیل رنبیر سنگھ پورہ کے کیمپوں میں محبوس مسلمانوں نے ڈوگرہ فوج کے درندوں سے نمازِ عید کی اجازت چاہی۔ ڈوگرہ سپاہیوں نے پہلے تو انکار کیا لیکن بعد میں افسروں سے خفیہ مشورہ کر کے اجازت دے دی۔ آہ۔ کیا ذکر کیا جائے کہ جونہی یہ عبادت گزار مصروفِ نماز ہوئے تو ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی گئی۔ جو مسلمان گولی سے بچے انھیں سنگین کا نشانہ بنا دیا گیا۔

ضلع کٹھوعہ کے مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے مختلف ملحقہ دیہات سے آ کر کٹھوعہ میں جمع ہو گئے اور وہاں چند دن اس انتظار میں بیٹھے رہے۔ کہ ریاست کی طرف سے ہماری حفاظت

کا کوئی انتظام کیا جائے تو اپنے دیہات میں واپس چلے جائیں۔ مہاراجہ اور وزیر اعظم کو بارہا متوجہ کیا گیا مگر آج دنیا ان کے خلاف ہو چکی تھی۔ آخر مایوس ہو کر اور ڈوگرہ فوج اور سنگ پارٹی کی دھمکیوں سے تنگ آ کر بارہ ہزار کا قافلہ پاکستان کی طرف روانہ ہوا۔ کٹھوعہ سے نکلتے ہی تمام لوگوں کو گھیر کر تلاشی لی گئی اور نقدی اور زیورات تمام چھین لیے گئے اور وہاں سے قافلہ خالی ہاتھ روانہ ہوا۔ پاکستان کی حد سے دو میل کے فاصلے پر جب قافلہ موضع کھسیال پہنچا تو سنگ پارٹی اور باوردی ملٹری نے بندوقوں اور تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے پریشانی و بیکسی کی حالت میں بھاگنا شروع کر دیا مگر ریاستی درندوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ جو مسلمان بھاگ کر حدودِ پاکستان میں داخل ہو سکے ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ جن میں نصف سے زیادہ زخمی تھے۔

موضع بندور سے تقریباً دو ہزار مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوا۔ چھپٹی کھوئی کے مقام پر جو حدودِ پاکستان سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جب قافلہ پہنچا تو سنگ والوں اور ڈوگرہ فوج نے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ اس قافلہ میں سے صرف ڈیڑھ سو مسلمان بچ کر پاکستان میں پہنچ سکے۔

اسی طرح موضع چھنی روڈیاں سے سات ہزار مسلمانوں کا قافلہ پاکستان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ ہیرانگر کے موڑ پر پہنچا تو ملٹری اور سنگ والوں نے بندوقوں، بموں اور تلواروں سے حملہ کر دیا۔ ان میں سے پانچ سو مسلمان پاکستان میں داخل ہوئے۔ جن میں سے تین سو زخمی تھے

کوہٹہ سے پانچ سو مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوا۔ کوہٹہ سے نکلتے ہی سنگھیوں نے حملہ کر دیا۔ جوان لڑکیوں کو اٹھا کر لے گئے اور باقی تمام افراد کو قتل کر دیا گیا ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

بدھی اور تالاب مولہ سے تقریباً تین ہزار مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوا۔ ماہی چک پہنچنے پر ان پر حملہ کر دیا گیا۔ اور ان میں سے صرف سات آدمی بچ کر پاکستان میں داخل ہو سکے۔ حملہ آوروں نے بموں اور برین گنوں سے حملہ کیا۔ جوان عورتوں کو اٹھا لے گئے۔

نگری، ڈبینگا، رنب اور چھتہ وغیرہ دیہات کے تقریباً ۶ ہزار مسلمانوں کا قافلہ پاکستان کی طرف روانہ ہوا اور جب وہ کھکھیاں کے مقام پر پہنچا تو ملٹری نے ان سے نقدی اور زیور وغیرہ تمام چھین کر بگل بجا دیا۔ جس پر حملہ آوروں نے حملہ شروع کر دیا۔ ملٹری نے بھی فائرنگ کی۔ اس قافلہ سے تیس مسلمان بچ کر پاکستان پہنچ سکے۔

موضع سلنی، ہیرانگر، چانڈی وغیرہ دیہات کے مسلمان ہیرانگر میں جمع ہو کر قافلہ کی صورت میں پاکستان کو روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ہیرانگر سے نکلتے ہی ان کو ملٹری نے روک لیا اور کہا۔ کہ ان کو بہ حفاظت پاکستان میں پہنچا دیا جائے گا۔ بشرطیکہ زیورات اور نقدی انہیں دے دی جائے۔ مسلمانوں نے یہ شرط مان لی اور نقدی اور زیور وغیرہ سب دے دیا۔ جب قافلہ یہاں سے روانہ ہو کر چھپٹی کھوئی پہنچا تو ملٹری والوں نے ایک فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی سنگ والوں نے حملہ کر دیا جو پہلے ہی سے چھپے بیٹھے تھے حملہ آوروں کے پاس رائفلیں، ایک برین گن، لاتعداد تلواریں اور برچھے اور بم تھے۔ حملہ صبح سے شام کے ۵ بجے تک جاری رہا اس قافلہ میں سے صرف دو ہزار مسلمان بچ کر پاکستان پہنچ سکے جن میں زیادہ تعداد زخمیوں کی تھی۔

راجپورہ اور لگووال سے تقریباً دو ہزار مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوا۔ جن میں سے صرف ایک سو بچ کر پاکستان میں داخل ہوئے۔ سانبہ میں گرد و نواح کے تمام مسلمان جمع ہو گئے، جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ اس طرح تو خونخوار درندوں نے مسلمانوں کی حفاظت

کے بہانے ان کے مکانوں کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے بعد مردوں کو شہر کے تالاب پر جمع کیا تاکہ امن کمیٹی بنائی جائے۔ مسلمان مردوں کو نکالنے کے بعد جوان لڑکیوں کو اغوا کیا گیا۔ اور ضعیف العمر عورتوں کو قتل کیا گیا۔ دوسری طرف مسلمان مردوں کو تالاب پر جمع کر کے ملٹری اور سنگھ والوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں سے صرف ۲۵ مسلمان بچ کر پاکستان میں داخل ہو سکے۔ دنیا کا کتنا ہولناک قتلِ عام تھا!

شیخ عبداللہ نے ۱۲ر نومبر کو ایک بیان میں یہ تسلیم کیا کہ صوبہ جموں کے حالات خوشگوار نہیں لیکن انھوں نے پاکستان پر یہ الزام عائد کیا کہ چونکہ ریاست کی حدود مغربی پنجاب سے ملتی ہیں اس لئے جو کچھ وہاں ہوا یہ اس کا ردِ عمل تھا۔

تحصیل کوٹلی ضلع میرپور ریاست جموں و کشمیر راولپنڈی سے بجانب مشرق ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس تحصیل کی مجموعی آبادی ۱۱۳۰۰۰ ہے۔ ایک لاکھ زراعت پیشہ مسلمان اور تیرہ ہزار ہندو سکھ وغیرہ آباد تھے۔ تقریباً دو سال سے ڈوگرہ حکومت نے ان مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایک طرف اہلِ ہنود کو راشٹریہ سنگھ پارٹی کے نام پر مسلح کرنے میں ہر ممکن امداد کی۔ دوسری طرف تحصیل بھر میں ہندو ظالم اور راشی افیسران تحقیقات مقرر کر کے مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ تحصیل بھر میں نام کا بھی ایک مسلمان افیسر یا ملازم نہ رہنے دیا۔ کھلے بندوں رشوت اور مقدمہ بازی کرا کر تباہ کرنے کے دن رات منصوبے جاری کرائے گئے۔ تحصیل کے ملحقہ دریائے جہلم کی ہر گزرگاہ پر قصبہ کوٹلی کے علاوہ دوسرے تین مقامات پر خالص ڈوگرہ و گورکھا ملٹری کے مستقل کیمپ لگا کر مسلمانوں کو گولیوں سے ڈرانے کے سامان شروع کر دیئے۔ پہلے ضلع راولپنڈی کے فساد میں علاقہ راولپنڈی کے ملحقہ مسلمانانِ ریاست کو اعانت کا جرم

گردان کر ملٹری اور پولیس کے ذریعہ سینکڑوں مسلمانوں کو ماخوذ کر کے ان کے گھر لوٹے عورتوں کی بے حرمتی کرائی تین ماہ مسلسل فوج کی لام بندی جاری رکھی۔ اور پولیس، مجسٹریٹوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر علاقہ بھر سے لوٹ کھسوٹ کا ایک کوڑی کا مال برآمد نہ ہوا اور نہ ہی کوئی مغویہ ہندو عورت ملی۔ چہ جائیکہ ڈوگرہ درندہ حکومت رہی، اس واقعہ کو مسلمانوں کی بے گناہی کا کافی ثبوت خیال کر کے شرمسار ہوتی مگر بجائے شرمسار ہونے کے حکومت نے مسلمانوں سے جبراً اپنے خرچ پر تاریں دلوانی شروع کر دیں کہ وہ حکومت پاکستان کی بجائے انڈیا سے شامل ہونے کی مہاراجہ کو اپیل کرتے ہیں۔ چنانچہ عام مسلمانوں نے دیگر تمام مظالم تو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کئے۔ مگر یہ چیز کہ حکومت پاکستان سے ریاستی مسلمانوں کا عدم تعاون ہے، قطعی برداشت نہ کیا اور کھلے بندوں مہاراجہ سے احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ کہ وہ پاکستان سے شامل ہونے کا غیر مشروط طور پر اعلان کریں۔ یا مسلمانوں کو کہ جن کی آبادی ۴۰ لاکھ میں، ۳۶ لاکھ ہے، کو پاکستان میں نقل وطن کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس کا جواب مہاراجہ اور اُن کی حکومت نے یہ دیا۔ کہ اپنی ڈوگرہ و گورکھا لاتعداد فوج اور مسلح ہندوؤں کو مسلمانوں کی آواز دبانے کے لئے میدان کارزار میں کھڑا کر دیا۔ تقریباً ۲۵ دن کوٹلی کے ملحق مسلمانوں پر گولیاں چلائی جاتی رہیں۔ برین گنوں کے اندھا دھند فائر کر کے ہزارہا بے گناہ مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے مکانات اور کاٹی ہوئی فصل لوٹی اور جلائی گئی۔ قصبہ بھر کے مسلمان لاکھوں روپے کا مال و سامان گھروں میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، وہ لوٹ لیا گیا۔ نو ہوائی جہازوں کے ذریعے دن میں تین بار مسلمانوں کے آباد دیہاتوں پر بمباری ہوتی رہی، راستہ چلتے مسافروں اور بھاگتے ہوئے لوگوں پر ہوائی جہاز بم برساتے رہے ۲۳ نومبر کو انڈین فوج اور ٹینک اور سات سات میل تک مار کرنے والی

توپوں کا خونخوار حملہ ہوا جس سے لاتعداد زن و مرد اور بچے مارے گئے، فوج کے ہمراہی ہندو اور سکھوں نے مسلمان زن و مرد اور بچوں کو مکانوں میں بند کر کے جلانا شروع کر دیا نوجوان معصوم دوشیزاؤں کو سکھوں کے حوالے کر کے اغوا کرایا گیا۔ انڈین فوج اور لاتعداد ہوائی جہازوں کی بمباری سے جو کوئی بیچارہ جنگلات اور پہاڑوں میں جا چھپا اور ہزار ہا انسان بھاگ کر ضلع جہلم و راولپنڈی میں چلے گئے۔

ہم دنیا سے پوچھتے ہیں ظالم کون ہے، ظلم کس پر ہوا۔ ان حالات میں ہم خاموش رہ سکتے تھے؟ کیا ہم اپنی آنکھوں سے بھائی کا خون دیکھتے، بستیاں اجاڑ دی جاتیں، سہاگ لوٹ لیئے جاتے، جوانی کی امنگیں خون میں لت پت نظر آتیں اور ہم چپکے سے اپنا رخ پھیر لیتے ـــــــــــ؟

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہانِ چارسو و رنگ و بو
پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو
وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انھیں بے سوزن و تارِ رفو
ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رو

جہادِ کشمیر

جہاد کیا ہے؟ ——— اپنی طاقتوں کو کسی مقصد کی تحصیل میں صرف کرنے کا نام ——— بیعنامہ امرتسر کی منسوخی اور پاکستان میں شمولیت کا اعلان ——— دو خواب تھے، دونوں ادھورے رہ گئے۔

آزاد کشمیری اب یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ ہندو ٹھیکیدار، ساہوکار سود گزار کی طرح لُوٹ کھسوٹ کرتے، بھوکوں مارے، مقدمات میں پھانس دے، قید و بند میں ڈالے گھروں کو اُجاڑے اور عورتوں کی بے حُرمتی کرے۔ اب سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ انتقالِ اقتدار کے بعد ان مظلوم کشمیریوں کو یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ بھی آزادی کا سانس لیں۔ لیکن راجہ نے ان کے حق کو تسلیم نہ کیا۔ مجبوراً حریت پسند کشمیریوں نے طاقت کے زور سے اپنے مطالبات کو منوانے کا عزم کیا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ مسلمان شروع سے ہی ڈوگرہ راج کے خلاف مصروفِ جہاد رہے ہیں۔ رنجیت سنگھ نے عمر بھر ایک ہی بار —

اور ایک ہی بار —— وہ بھی مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی۔ گڑھی اور چناری کے درمیان ہٹیاں سے ایک میل پر دریا کے دوسرے کنارے ابھی تک ایک قلعہ کے کھنڈر اس واقعہ کی یاد دلاتے ہیں۔ بیعنامہ امرتسر کے بعد جب گلاب سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ہی اس کی فوجوں کو پسپا کر دیا تھا۔ اس کا بھائی بنا۔ دھیان سنگھ تین سال تک پونچھ کے سدھنتیوں سے نبرد آزما رہا۔

کشمیریوں کی جدوجہدِ آزادی انجمنِ اسلامیہ کے قائم ہونے کے بعد شروع ہوئی لیکن اس انجمن کی سرگرمیاں تعلیمی امور تک ہی محدود رہیں۔ سن بارہ کے قریب جموں ینگ مسلم ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا اس کے بعد احرار اور کشمیر کمیٹی کا دور شروع ہوا لیکن اس میں بنیادی اختلافات رونما ہونے کی وجہ سے کشمیری لیڈروں کی توجہ اپنے معاملات میں الجھ کر رہ گئی۔ سنہ ۳۲ء میں ینگ مسلم ایسوسی ایشن کی جگہ مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جدید آئینی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ چنانچہ کشمیر میں بھی بعض کمیشن نامزد کیے گئے لیکن ان کی سفارشات سے عوام کو فائدہ پہنچا نہ حکومت انھیں ورغلانے میں کامیاب ہو سکی۔ اسی اثنا میں شیخ عبداللہ نے کانگریس اور وزیرِ اعظم کشمیر گوپال سوامی آئنگر کے جھانسے میں آکر نیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ اس سے کشمیر کی سیاسی جدوجہد کے دو الگ راستے مقرر ہو گئے۔ مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس، انھوں نے اپنی سمجھ اور اپنے اپنے لائحہ عمل کے مطابق عوام کی بھلائی کے لیے کوشش جاری رکھی۔ کئی تحریکیں چلیں، ابھریں اور ختم ہو گئیں لیکن اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عوام کا سیاسی شعور بڑھتا گیا اور راجہ سے ٹکر لینے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ پونچھ کے حریت پسند مسلمانوں نے جب کبھی موقع دیکھا مرمٹنے پر تیار ہو گئے

۱۹۳۱ء کی جدوجہد میں تو انھوں نے والئی پونچھ کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ڈوگرہ فوج سے ہتھیار چھین لئے اور اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد دربار کشمیر اور والئی پونچھ کے درمیان ٹھن گئی۔ مدتوں یہ قضیہ جاری رہا۔ آخر عوام بھی اس جھگڑے میں اُلجھ کر رہ گئے۔ یہ زمانہ ۱۹۳۸ء کا ہے۔ اس کے فوراً بعد دُوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔ پونچھ کے جانبازوں نے موقع غنیمت جانا اور جنگِ آزادی میں شریک ہونے کے لئے گھر بار کو خیرباد کہہ کر فوج میں شامل ہو گئے۔ دنیا دیکھی، دنیا والوں کا ڈھنگ دیکھا، گھر آئے تو نئے ولولے تھے نئی آرزوئیں تھیں لیکن جب دیکھا کہ ابھی تک ظلم و تشدد کا دور دورہ باقی ہے تو دل کھٹا ہو گیا۔ شیخ عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا تو موقع غنیمت جان کر پونچھ کے مجاہد بھی آگے بڑھے۔ لیکن شیخ پاکستان کے خلاف تھے، ہندوؤں کی طرف کھنچے کھنچے رہتے اس سے ان لوگوں میں شبہات پیدا ہو گئے اور جب شیخ عبداللہ قید ہوئے تو معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہری سنگھ بھی بڑا کائیاں تھا ان کی حرکات پر کڑی نظر رکھی۔ اسے پونچھ کے سرفروش مجاہدوں کا خیال آتا تو نیند حرام ہو جاتی۔ ۱۹۴۶ء میں راجہ نے ریاست کے ان علاقوں میں جہاں مسلمان قدرے ہتھیار بند تھے فوجی چوکیاں بٹھا دیں۔ ۱۹۴۷ء کی بہار میں اُن فوجوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ پلندری، باغ، راولاکوٹ، تھوراڑ، سنگ، مچھمن تین اور ہاڑی دھیرہ میں باقاعدہ قلعہ بندی کر دی۔ لائسنس والے ہتھیار چھین لئے۔ ساتھ ہی مسلم کانفرنس کے لیڈروں کو نظربند کر لیا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں باغ میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا تو ڈوگرہ فوج نے پانچ سو کے قریب مسلمان زخمی اور شہید کر دیئے۔ یہ انھی دنوں کا ذکر ہے کہ کپورتھلہ اور پٹیالہ کے مہاراجہ سری نگر آئے۔ راجہ کو حوصلہ دیا۔ وہ ایک منتر پڑھائے اور کچھ کانوں میں پھونک کر واپس لوٹ گئے۔ ایک طرف شیخ عبداللہ رہا ہوئے اور دُوسری طرف

نہتے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہوگیا۔ پونچھ کے مسلمانوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ چنانچہ سدھنتی اور باغ کی تحصیلوں میں تو علانیہ مخالفت شروع ہوگئی۔ کچھ جلسے جلوس بھی ہوئے لیکن مسلم کانفرنس کے علمبردار اس میں شریک نہ تھے کیونکہ انھیں پہلے ہی نظر بند کر لیا گیا تھا۔ پاکستان میں شمولیت کا سوال پیچیدہ ہونے سے لوگوں میں کئی قسم کی قیاس آرائیاں کی جانے لگیں۔ جب راجہ کے تیور بگڑتے دیکھے تو پونچھ میں خفیہ طور پر ہتھیاروں کی فراہمی شروع ہوگئی۔ عین اس وقت سردار محمد ابراہیم کا نام سننے میں آیا۔ سردار ابراہیم ۱۹۱۷ء میں تحصیل باغ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور آئے اور اسلامیہ کالج سے بی۔ اے (آنرز) کا امتحان پاس کیا۔ جب انگلستان سے واپس آئے تو بیرسٹر تھے۔ آپ کی قانونی قابلیت سے استفادہ کرنے کے لئے آپ کو اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نامزد کیا گیا لیکن جب دیکھا کہ راجہ نیشنل کانفرنس کا آلۂ کار بن کر انسانیت سوز مظالم ڈھانے میں پس و پیش نہیں کرتا تو بڑا قلق ہوا۔ پہروں سوچا۔ آخر اپنے سرکاری عہدہ سے سبکدوش ہو کر مسلم کانفرنس میں شامل ہوگئے۔ لوگوں نے سر آنکھوں پر لیا۔ ابراہیم زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے۔ اسمبلی کے انتخابات شروع ہو چکے تھے کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے سردار کا مقابلہ کرتا۔ پھر پونچھ کی بغاوت کا زمانہ آیا۔ راولاکوٹ اور باغ کے دیہاتی پہلے سے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ انھوں نے ۲۴؍ اکتوبر ۴۷ء کو متوازی حکومت کا اعلان کر دیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ لڑائی کے سوا چارہ نہیں تو پھر لڑنے کے لئے صفیں درست کر لی جائیں۔ آزاد کشمیر حکومت نے اپنے پہلے سرکاری اعلان میں تمام غیور مسلمانوں کے نام یہ احکامات صادر کئے:۔

۱۔ ۲۴؍ اکتوبر ۴۷ء کے بعد ہری سنگھ یا کسی اور شخص یا اشخاص نے ہری سنگھ کی ہدایات کے مطابق کشمیر پر حکومت کرنے کا دعویٰ کیا تو اسے جمہوری حکومت

کے قوانین کے ماتحت سزا دی جائے گی۔

۲۔ ریاست کا کوئی شخص ہری سنگھ، اس کے رشتہ دار، دوست یا اس کے کسی گماشتے یا مقرر کردہ افسر کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔

۳۔ ریاست کے تمام باشندے آزاد حکومت کے ان احکامات پر عمل کریں جو وہ آج کے بعد جاری کرے گی۔

اس اعلان کے مطابق مظفر آباد دار الحکومت قرار دیا گیا لیکن ۲۴؍ اکتوبر کے سرکاری اعلان میں پلندری اور اس کے بعد تراڑ کھیل کو سرکاری دار الخلافہ قرار دیا گیا۔ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اعلان کے مطابق حکومت کی از سرِ نو تشکیل کی گئی، اور سردار محمد ابراہیم سربراہِ حکومت نامزد کیے گئے۔ اعلانِ آزادی کا ردِ عمل یہ ہوا کہ اِدھر پونچھ کے مجاہد اُٹھے اُدھر سرفروش قبائلی سربکف کشمیر پر چڑھ دوڑے۔ ان مجاہدین کے پاس یونین کا وہ اسلحہ نہ تھا جو اس نے پاکستان سے چھین کر کشمیر میں بھیج دیا۔ جدید آلاتِ حرب نہ تھے جو پاکستان جانے سے روک دیئے گئے بس وہی ایک بندوق تھی جس کے سایہ میں پلے، گوریلا جنگ اور شبخون کے مردِ میدان تھے اور اب انھوں نے بہادری کے جوہر دکھانے شروع کیے اِدھر ڈوگرہ سپاہی اپنے زورِ بازو پر نازاں تھے لیکن جب کشمیر کا مجاہد سینہ تان کر میدان میں اُترا تو اس کے ایک نعرہ نے ہری سنگھ کی سلطنت کی بنیادیں ہلا دیں۔ شیخ عبداللہ کا قصرِ امید دھڑام سے زمین پر آن رہا۔ ایک آتش فشاں پہاڑ تھا کہ پھٹتے ہی ہری سنگھ کے محل میں دراڑیں پیدا ہو گئیں۔ اب تک اس نے مظلوم مسلمانوں کا خون بہایا تھا، اب اسے اس کا بدلہ دینے پر تیار ہونا پڑا۔ وزارتِ حرب کے نقشہ نویسوں نے اندازہ لگایا تھا کہ دو ہفتہ میں کشمیر کو مجاہدین سے خالی کرا لیا جائے گا لیکن اس سے ان کی قسمت

کی لکیریں تو نہ بدل گئی تھیں کہ راہِ باطل پر ہوں اور حق سے فتح و نصرت کی امید رکھیں۔

آزاد فوجوں نے فاتحانہ انداز میں سری نگر کی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔ راستہ میں لوگوں نے استقبال کیا۔ پھولوں کی بارش کی۔ کشمیر کا میوہ پیش کیا۔ دریائے کشن گنگا کا علاقہ فتح ہو گیا۔ چنانچہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے ایک اعلان کے مطابق مجاہدین کے دستے فتح مظفر آباد کے بعد دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک کوہالہ کے پُل کی طرف، دوسرا دستہ سری نگر کی طرف روانہ ہوا۔ ڈوگرہ فوج نے کوہالہ کے پُل کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مجاہدین کے دستوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں پونچھ کی طرف سے آزاد کشمیر کا ایک اور دستہ اس فوج سے مِل گیا۔ سری نگر کی طرف پیشقدمی کرنے والی فوج نے ڈوگروں کو پسپا کرنا شروع کر دیا۔ اور کئی مقامات پر ہندوستانی فوج سے بھاری اسلحہ چھین لیا۔ بی۔ بی۔ سی لندن نے بھی اعتراف کیا کہ عارضی حکومت کی فوجیں سری نگر سے محض تیس میل دُور رہ گئی ہیں۔ اِدھر جب ریاستی اور ہندوستانی فوجوں نے دیکھا کہ کامیابی کی اُمید نظر نہیں آ رہی تو "ساڑ پھونک" کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا۔ سب سے پہلے نمبر ۴ ڈوگرہ رائفلز نے مظفر آباد کو نذرِ آتش کیا۔ اس کے بعد ماہورہ کے بجلی گھر کو تباہ کر دیا۔

مان لیجئے کہ قبائلی پٹھانوں کا یہ قصور تھا کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی آہ و زاری سُن کر تڑپ اُٹھے، کشمیر کے حریت پسند جانبازوں پر یہ الزام ہے کہ بے بس اور نہتے خاموشی سے جبر و تشدد کو کیوں نہ سہتے رہے۔ لیکن درندہ صفت، بھیڑیا منش ڈوگروں اور ہندو سکھ فوجیوں اور سپاہیوں کا بھی کچھ قصور تھا یا نہیں جنھوں نے دو ماہ کے قلیل عرصہ میں لاکھوں کو شہید کیا، ہزاروں کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ کشمیر پر ہندوستانی افواج کا حملہ پاکستان پر چڑھائی کے مترادف تھا۔ چنانچہ وزیر اعظم سرحد خان عبدالقیوم خاں نے ۲۹ر اکتوبر کو ایک بیان

میں کہا کہ پٹھان مصمم ارادہ کر چکے ہیں کہ وہ کشمیر کو ہندوستان کے حوالہ کرنے پر راضی نہ ہوں گے۔ ریاست میں یونین کی فوجوں کے داخل ہونے کی خبر نے عالمِ اسلام کو چیلنج کیا ہے۔ پٹھانوں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ہر بچے کی قربانی دیں گے۔ لیکن ہندو سامراج کو اس کے خطرناک عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

اب قبائلی مجاہد جہادِ کشمیر میں حصہ لینے کے لئے مردانہ وار آگے بڑھے۔ سنگینوں کے زور سے حکومت کا خمار تھا، شیخ عبداللہ نے نئی دہلی پہنچ کر واویلا شروع کر دیا کہ یونین کی فوجوں کو چھ میل تک پسپا ہونا پڑا۔ اور انھیں خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ حملہ آور اُن کا تعاقب کر کے قلع قمع نہ کر دیں۔ حملہ آور اعلیٰ نشانہ باز ہیں۔ اور انھوں نے کئی طیاروں پر کامیاب حملے کئے۔ نہرو حکومت نے کہا باہر سے آنے والے مجاہد لٹیرے اور حملہ آور ہیں۔ سردار محمد ابراہیم نے اس الزام کو بے بنیاد اور لغو بتایا اور کہا کہ ڈوگرہ فوج نے ظلم و استبداد کا ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ انھوں نے ہمارے دیہات کو لوٹا اور جلایا۔ ہماری خواتین کی بے عزتی کی، اہلِ کشمیر ان مظالم کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ اور حالات نے ان کے صبر و تحمل کی قوت ختم کر دی، تو وہ انقلاب کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اہلِ پونچھ بزدل نہیں میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دیتے رہے ہیں۔ لٹیرے نہیں، امن کے علمبردار ہیں۔ اور قبائلی بیرونی حملہ آور نہیں۔ بلکہ انھوں نے اس وقت ہمارا ساتھ دیا جب چند سنہری ٹکڑوں کی خاطر شیخ عبداللہ ہمیں آگ میں جھونک کر خود راجہ کی گود میں جا بیٹھے تھے۔

ریاست کشمیر میں آزاد فوجیں ۲۲ر اکتوبر ۴۷ء سے برسرپیکار تھیں۔ چند ہی دنوں میں مجاہد مظفرآباد کو فتح کرنے کے بعد وہ کوہالہ سے بڑھتے ہوئے دومیل جا پہنچے۔ پہلا حملہ پچاس محسودی مجاہدوں نے کیا۔ دو گھنٹے کی خونریز جنگ کے بعد ریاستی لشکر تتر بتر

ہوگیا، بہت مارے گئے جو باقی بچے ان کا پتہ نہ چلا۔ کرنل شاہ پسند محسود اپنے قبیلہ کے بڑے لیڈر بھی خاندان کے افراد سمیت اس جہاد میں شریک ہو گئے۔ ۲۴ر اور ۲۵ر اکتوبر کی درمیانی رات انھوں نے اوڑی کو فتح کرلیا اور اب وہ سری نگر کی طرف بڑھے۔ اور ۳۰ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سری نگر میں آزاد حکومت کا پرچم لہرا دیا۔ ہوائی اڈے پر گھمسان کا رن پڑا۔ لیکن بزدل ڈوگرے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ نئی دہلی کی وزارتِ حربیہ نے بھی یہ تسلیم کرلیا کہ ہندوستانی فوج کے کمانڈر لفٹننٹ کرنل ڈی۔ آر۔ رائے بارہ مولا میں مارے گئے۔ آپ کو مہاراجہ کی خاص سفارش پر ۲۷ر اکتوبر کو یہاں بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ لفٹننٹ کرنل رائے نے ۲۸ر اکتوبر کی صبح کو اپنی معمولی سی فوج کے ساتھ بارہ مولا پر حملہ کیا۔ مجاہدین عصرِ حاضر کے بہترین ہتھیار استعمال کر رہے تھے۔ جن میں مشین گنیں، خندقی توپیں اور توپیں بھی شامل تھیں۔ لفٹننٹ کرنل رائے نے محسوس کیا کہ مجاہدین پیچھے کی طرف سے حملہ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک ایسے مقام کی طرف پسپا ہونے کا فیصلہ کیا جس کا معائنہ انھوں نے پہلے کرلیا تھا۔ لیکن عین پسپائی کے وقت آپ ہلاک ہو گئے۔ برگیڈیر راجندر سنگھ بھی اسی معرکہ میں مفقود الخبر ہو گئے۔

۳۱ر اکتوبر کو حکومتِ آزاد کشمیر نے بتایا کہ ہندوستانی طیاروں نے بارہ مولا کے نہتے اور بے گناہ شہریوں پر اندھا دھند بمباری کی جس کی وجہ سے متعدد شہری جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ہلاک ہو گئے۔ یونین نے اقرار کیا کہ محاذِ کشمیر پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ادھر فلسطین کے مشہور سیاسی راہنما سید عبدالکریم بھی جہادِ کشمیر میں حصہ لینے کے لئے مجاہدین سے آملے۔ حکومتِ ہندوستان کی حالت پتلی ہوگئی چنانچہ اس نے وزارتِ خارجہ سے استدعا کی کہ پٹھانوں کو روکئے۔ ورنہ حالت اور زیادہ

نازک صورت اختیار کر جائے گی۔ لیکن جنگلہ گوبند پور اور دریائے جہلم کے پتن پر قبضہ جمانے کے بعد مجاہدین نے ڈوگرہ فوج کو بھاگ کر میرپور میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ ادھر گلگت میں بغاوت رونما ہوئی اور تمام ڈوگرہ افسر ہلاک یا گرفتار کر لئے گئے۔

آزاد کشمیر حکومت کی فوجوں نے یکم نومبر کو تین ہندوستانی طیارے مار گرائے حکومت کے ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ گلمرگ کے اہم مقام پر قبضہ ہو چکا ہے سری نگر کی جنگ میں دشمن کی تین انچ دہانے والی ایک خندقی توپ، دو انچ دہانے والی دو خندقی توپیں، چار سٹین گنیں، تین برین گنیں، دو سو رائفلیں اور ہزاروں کارتوس اور گولوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن کی فوجوں پر مجاہدین کی ہیبت طاری ہو چکی تھی۔ چنانچہ چین کوٹ کے مقام پر پانچ سو کے قریب ڈوگرہ سپاہی ہلاک ہو گئے۔ ہندوستانی فوج خاص طیاروں کے ذریعہ بھیجی جا رہی تھی لیکن حکومت ہندوستان خود اقرار کر چکی تھی کہ حملہ آور جدید آلات حرب سے مسلح ہیں اور نہایت منظم طریقے سے حملے کر رہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی قیادت اعلیٰ فوجی افسروں کے ہاتھ میں ہے۔ وزارت کے چند افسروں نے خیال کیا کہ یہ صرف پاکستانی فوج کے افسر ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ بھول گئے کہ خود میرپور اور پونچھ میں ایسے قابل فوجی موجود تھے جو ان کی ہر جنگی چال کو ناکام بنا کر رکھ دیتے۔

پیر صاحب موہڑہ شریف سید محمد زاہد ۵ر نومبر کو پلندری پہنچ گئے ان کی آمد سے مجاہدین کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ چنانچہ شیخ عبداللہ نے بیان دیا کہ لڑائی وسیع پیمانہ پر شروع ہو چکی ہے۔ آزاد فوجوں نے شدید لڑائی کے بعد سری نگر کے ہوائی اڈہ پر قبضہ کر لیا۔ آفریدی ملکوں نے جب پٹیالہ کے راجہ کی باتیں سنیں تو آگ بگولا

ہو کر رہ گئے۔ جرگہ کے ترجمان ملک عبداللطیف خاں نے کہا کہ اگر سکھوں نے اپنی مسلم کش پالیسی ترک نہ کی تو وہ ان سے پٹیالہ میں ہی آن ملیں گے۔ ایک طرف ہندوستانی افواج کے کئی دستے کشمیر بھیج دیئے گئے۔ اور دوسری طرف پنڈت نہرو نے ۲ر اکتوبر ۴۷ء کی رات کو دہلی سے کشمیر کی صورت حالات پر تقریر نشر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ہند تیار ہے کہ جس وقت کشمیر میں امن اور قانون بحال ہو جائے تو اقوام متحدہ کے کمیشن کی نگرانی میں استصواب رائے کر لیا جائے۔ ہمسایہ حکومت نے کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کے بارہ میں ہماری حکومت پر فریب دہی کا الزام لگایا ہے۔ لیکن اس فریب دہی کے لئے ذمہ دار کون ہے؟ جموں اور کشمیر کے بیشتر علاقوں پر بیرونی حملہ آوروں کا تسلط قائم ہو چکا ہے جو بہترین اور وافر ساز و سامان سے لیس ہیں، قصبے اور دیہات لوٹے اور تباہ کئے جا چکے ہیں اور بہت سے باشندے تلوار کے گھاٹ اُتارے جا چکے ہیں۔ ہم نے کشمیر کے بارہ میں جو قدم اُٹھایا ہے وہ عمیق ترین غور و فکر کے بعد اور نتائج کو پیش نظر رکھ کر اُٹھایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم نے بہت صحیح اور جائز قدم اٹھایا ہے۔ پچھلے کئی دنوں سے صوبہ جموں میں حملہ آوروں کے چُپکے چُپکے داخل ہونے اور صوبہ سرحد سے ملحق کشمیری سرحد پر مسلح گروہوں کے اکٹھا ہونے کی خبریں آ رہی تھیں۔ قدرتی طور پر ہمیں ان خبروں سے تشویش ہوئی۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ کشمیر سے ہمارے بہت قریبی تعلقات ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ کشمیر کی سرحدیں بڑے بڑے ملکوں سے ملتی ہیں اور وہاں کے حالات سے ہمارا متاثر ہونا لازمی تھا۔

میرے پاس صوبہ جموں کے پچانوے دیہات کی مکمل فہرست ہے جو پاکستان سے آنے ہوئے حملہ آوروں نے تباہ کر دیئے ہیں۔ ان حملہ آوروں کے پاس جدید ترین

طرز کے ہتھیار ہیں۔ اطلاع ہے کہ انھوں نے شعلہ بار ہتھیار بھی استعمال کئے ہیں اور ان کے قبضہ سے ایک ٹوٹا پھوٹا ٹینک بھی برآمد ہوا ہے۔

پنڈت نہرو نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ۲۶؍ اکتوبر کو فوجیں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ سری نگر خطرہ میں تھا اور حالات از حد نازک ہو چکے تھے ہمارے اسٹاف نے دن رات کام کیا اور ۲۷؍ اکتوبر کو افواج طیارہ کے ذریعے روانہ کر دی گئیں۔ سری نگر سخت خطرہ میں گھر گیا تھا۔ اور حملہ آور اس کے دروازے تک پہنچ گئے تھے نظم و نسق درہم برہم ہو چکا تھا۔ اور وہاں فوج تھی نہ پولیس مستقبل چاہے کچھ ہی فیصلہ کرے، وادیٔ کشمیر کے لوگوں نے انتہائی جرات، اتحاد اور احساسِ فرض کا ثبوت دیا ہے۔ شیخ عبداللہ کی قیادت میں مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں نے غنیم کے مقابلہ میں اپنے ملک کو بچانے کے لئے بے نظیر اتحاد کا ثبوت دیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کشمیر کی جد و جہد مقبولِ عوام لیڈر کی قیادت میں ایک عوامی تحریک ہے۔ ہماری فوجیں اس عوامی تحریک کو سہارا دینے کے لئے ہی وہاں بھیجی گئی ہیں۔ اور جب کشمیر حملہ آوروں سے پاک ہو جائے گا، ہماری فوجوں کی وہاں کوئی ضرورت نہ رہے گی تو کشمیر کی تقدیر کشمیریوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ ہم انتہائی پُر خطر ایام میں سے گزر چکے ہیں، اگرچہ یہ خطرہ کم ہو گیا ہے لیکن قطعی دور نہیں ہوا ہے۔ اور ابھی بہت سے خطرات سے ہمیں دوچار ہونا ہے۔ ہمیں بہت چوکس رہنے اور ہر ناگہانی حالت کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اس تیاری کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہندوستان میں ہر قسم کے فرقہ وار فسادات کو ختم کر دیا جائے۔ بیرونی خطرات کا مقابلہ کامیابی سے اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب قوم متحد ہو اور اندرونی ملک میں امن و امان ہو۔ ہم

پاکستان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پاکستان سے اس قدر کثیر تعداد میں حملہ آور کیونکر کشمیر کی حدود میں داخل ہوئے اور اس قدر اسلحہ انھیں کہاں سے ہاتھ آیا؟ کیا یہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور ہمسایہ ملک کے خلاف ایک غیر دوستانہ اقدام نہیں؟ کیا حکومتِ پاکستان اس قدر کمزور ہے۔ کہ وہ اپنی حدود سے ایک دُوسرے ملک میں افواج کو داخل ہونے سے روک نہیں سکتی یا وہ خود اس فعل میں شریک ہے؟

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہم اعلان کر چکے ہیں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیر کے عوام ہی کریں گے۔ ہم یہ عہد دے چکے ہیں اور مہاراجہ کشمیر بھی اس کی تائید کر چکے ہیں۔ ہم اس عہد سے انحراف نہیں کریں گے۔ ہم اس امر کے لئے تیار ہیں کہ امن بحال ہونے کے بعد کشمیر میں اقوامِ متحدہ جیسے ادارہ کے ماتحت استصواب رائے کیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ آزادانہ اور مبنی بر انصاف ہو اور ہم ان کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔ اس دوران میں ہم کشمیریوں سے ان کی حفاظت کا جو وعدہ کر چکے ہیں اسے پورا کر کے رہیں گے۔

پنڈت جی اس ڈوگرہ حکمران سے پیمانِ وفا باندھ چکے تھے جس نے انھیں ریاست میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ کبھی پنڈت نہرو مظلوم کشمیریوں کے لئے آواز بلند کیا کرتے تھے اب انھوں نے وہاں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ کشمیریوں کی تحریکِ آزادی کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ مصر کے ایک مشہور صحافی ڈاکٹر مصطفٰی مومن نے کیا پتے کی کہی کہ میرے دل میں نہرو کے لئے قدر و منزلت کے جذبات تھے۔ اور میں یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان میں ایک شخصیت ایسی بھی ہے جو آزادی کے لفظ کے صحیح مفہوم سے واقف ہے اور غلامی اور ملوکیت کی دُشمن ہے لیکن گزشتہ چند ماہ میں ہندوستان میں جو خونی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ان سے میرے خیالات نہرو اور کانگرسی رہنماؤں کے

متعلق تبدیل ہو گئے ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے۔ کہ فلسطین کے یہودی اور ہندوستان کے ہندو ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ دونوں کا مقصد مسلمانوں کو قرطاسِ عالم سے حرفِ غلط کی طرح مٹانا ہے۔ پنڈت نہرو بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ کشمیری عوام کو کچلنے میں ڈوگرہ حکومت نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور جن کو آزادی دلانے کے لیئے خود پنڈت نہرو نے کشمیر حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کی تھی۔ لیکن آج وہی پنڈت نہرو اور اس کی حکومت اُن چالیس لاکھ انسانوں کو بزورِ شمشیر ڈوگرہ سامراج کا غلام بنانے کے لیئے کشمیر میں اپنی فوجیں بھیج رہے ہیں۔ محض اس لیئے کہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ نہرو اور اس کی حکومت کی تازہ حکمت عملی یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیا جائے اور انھیں ہندو سامراج کی غلامی قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ حیرت کی بات ہے کہ آزادی کا راگ الاپنے اور لڑنے والی کانگرس آج اپنی ساری قوت مذہبی دیوانگی اور جنون کی نذر کر رہی ہے۔ اور اپنی طاقت کو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے فنا کرنے پر صرف کر رہی ہے۔ کشمیر پر یونین کی یلغار اس کی اخلاقی موت ہے۔ ان حالات میں سردار محمد ابراہیم نے اقوامِ متحدہ کے نام ایک اپیل جاری کی جس میں بتایا گیا کہ ریاست کشمیر کے لوگ آج ڈوگرہ شاہی کے استبداد اور ملوکیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ڈوگرہ راج نے اپنے سو سالہ منحوس دورِ حکومت میں ہمارے عوام کو ہر ممکن طریقہ سے دبایا اور کچلا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ریاست کشمیر جو حقیقت میں دنیا کے متموّل ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ آج بھوک، افلاس اور غربت کا گہوارہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس بھوک، مجبوری، اور بیچارگی سے تنگ آ کر آخر کار ہمارے عوام اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آج یہ لوگ سچی آزادی کے لیئے عوام کی جنگ کی یادگاروں میں اپنے خون اور آنسوؤں سے ایک

نیا باب تحریر کر رہے ہیں۔ دُنیا کی آزادی پسند قوتیں ہماری بہادرانہ لڑائی کو انتہائی ہمدردی سے دیکھ رہی ہیں۔ بدقسمتی سے ہندوستانی ڈومینین کے لیڈروں نے عوام کی بجائے ریاست کے ظالم سامراج پسند مہاراجہ کی پشت پناہی کو ترجیح دی۔ اور ہمارے سب سے بڑے مددگار عوام کو تہس نہس کر دینے کے لئے اپنی تمام فوجی مدد دے رہی ہے۔

ڈوگرے لاکھوں کشمیری عوام کو خاک و خون میں تڑپا رہے ہیں۔ اور مردوں، عورتوں اور بچوں پر ہوائی جہازوں سے مشین گنیں چلائی جا رہی ہیں۔ پُرامن دیہات کو جلا دیا گیا ہے۔ اور قصبوں کو خاک سیاہ کر دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس اسلحہ، گولہ بارود اور جدید آلاتِ حرب کی بیحد کمی ہے۔ اور ہمارا انحصار صرف ڈوگروں سے چھینے ہوئے اسلحہ پر ہے۔ باایں ہمہ ہمارے لوگوں نے دشمن کو نصف سے زیادہ ریاست سے محض اپنی قربانی کی بدولت باہر نکال دیا ہے۔ عارضی حکومت نے نظامِ حکومت مکمل طور پر اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور نصف سے زیادہ ریاست میں حسب معمول امن و قانون بحال کر لیا ہے۔

چالیس ہزار مربع میل کے رقبہ میں ریاست کشمیر کے ایک لاکھ سے زائد رضاکار سپاہی دوسری عالمگیر جنگ میں جمہوریوں کے شانہ بشانہ لڑتے رہے۔ اور انھوں نے فسطائیت کو ختم کرنے میں بہت کافی حصہ لیا۔ ان میں سے ہزاروں نے اپنی جانیں صرف اس اُمید میں قربان کر دیں کہ ان کے بچے آزادی کی دولت حاصل کر سکیں گے لیکن آج ان شہیدوں کی سرزمین میدانِ جنگ بن چکی ہے۔ اور ظالم مہاراجہ کشمیر ہندوستانی فوج کی مدد سے ہمارے ملک کو تودہ خاک بنا دینے پر تلا ہوا ہے۔ ڈوگرہ فوجوں کے ہاتھوں صرف صوبہ جموں میں ایک لاکھ سے زائد شہری آبادی کا قتلِ عام کیا گیا۔ اور صوبہ کشمیر میں عوام سے بے تحاشا ظالمانہ سلوک کیا جا رہا ہے ہم اپنے اس مقصد کے لئے قربان ہو رہے ہیں

جو محض انصاف اور حق پر مبنی ہے۔ ہم نہایت خونیں اور ظالمانہ طرزِ حکومت کا نشانہ بنے ہیں۔ ہم بے یار و مددگار ہیں۔ اور اس لئے دُنیا کے جمہوریت اور آزادی پسند عناصر خواہ کسی رنگ، نسل یا قومیت کے ہوں، اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اس نازک ترین موقع پر ہمارا ساتھ دیں۔ اور ہماری آزاد عارضی حکومت کو تسلیم کرنے کے علاوہ ہمارے حوصلے بڑھائیں اور ہمیں سامان کی مدد دیں۔

ہندوستانی فوجوں نے ۲ر نومبر ۴۷ء کو بارہ مولا میں شدید بمباری کی جس سے شہری آبادی کا بھاری جانی نقصان ہوا۔ سینٹ جوزف کے ہسپتال پر بھی بم گرایا گیا۔ خوف و دہشت پیدا کرنے کے تمام سامان فراہم کئے گئے لیکن اس کے باوجود سری نگر سے دس میل کے فاصلہ پر بڈگام میں چار گھنٹے تک خونریز معرکہ ہوا۔ سات سو کے قریب مجاہدین نے خندقی توپوں سے حملہ کر دیا۔ ۴ر نومبر کو نائب وزیر اعظم سردار پٹیل اور وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ فوجی سرگرمیوں کے معائنہ کے لئے جموں آئے۔ راجہ ہری سنگھ حوصلہ چھوڑے بیٹھا تھا۔ اسے تسلی دی۔ سردار جی نے مونچھوں پر تاؤ دے کر کہا کہ ان لٹیروں کو دِنوں میں ہی یہاں سے نکال دیا جائے گا لیکن عین اسی دن آزاد فوجوں نے کوٹلی فتح کر لیا۔

حکومتِ پاکستان کے خلاف یہ الزام عائد کئے گئے کہ وہ کشمیر میں مجاہدین کی مدد کر رہی ہے۔ اور قبائلیوں کو ہر قسم کے جدید آلاتِ حرب مہیا کرنے میں مصروف ہے لیکن دُوسری طرف پاکستان کا رویّہ یہ تھا کہ اس نے کشمیر کی گتھی کو آئینی اور مصالحانہ رویّہ سے سلجھانے کی کئی بار کوشش کی چنانچہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں نے ۹ر اکتوبر ۴۷ء کو ایک نشری تقریر میں کشمیر کے متعلق وضاحتی بیان دیتے ہوئے کہا

کہ میں آپ سے اپنے بسترِ علالت پر پڑے ہوئے خطاب کر رہا ہوں۔ آج کشمیر کے عوام اپنی آزادی کے لئے ہی نہیں لڑ رہے، بلکہ وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ بدقسمتی ہے کہ وہ چند ماہ سے نہایت رُوح فرسا اور زہرہ گداز حالات سے گزر رہے ہیں۔ ظلم و تشدد کی گھنگور گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دُوسرے حصوں میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی جو بڑی سکیم تیار کی تھی اور جو الور، بھرت پور، پٹیالہ، فرید کوٹ اور کپور تھلہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اسی سکیم میں کشمیر کے مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا گیا۔ اور اس سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کشمیر کی بزدل حکومت نے انڈین ڈومینین میں شمولیت کا اعلان کر کے فوجی امداد حاصل کی۔ تاکہ کشمیر کی حسین و جمیل وادی کو بے گناہ اور معصوم مسلمانوں کے خون سے گلرنگ بنا دیا جائے۔ مشرقی پنجاب اور پنجاب کی ریاستوں میں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلنے کے بعد ان تباہ کن طاقتوں نے کشمیر کا رُخ کیا۔ ستمبر کے اواخر میں آئی۔ این۔ اے اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے ہیڈ کوارٹرز امرتسر سے جموں میں منتقل کر دیئے گئے اور ہزاروں نام نہاد پناہ گزین سکھ جدید آلاتِ حرب سے لیس ہو کر کشمیر میں داخل ہو گئے یہ لوگ مغربی پنجاب کے راستے نہیں بلکہ مشرقی پنجاب سے کشمیر میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ خود بخود چلنے والے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اور انہیں مزید ہتھیار حکومت کے حکام نے بہم پہنچائے۔ اور ان درندوں نے جموں اور پونچھ میں اس خونی ڈرامے کو دُہرانا چاہا۔ جو اس سے قبل وہ مشرقی پنجاب اور سکھ اور جاٹ ریاستوں میں کھیل چکے تھے۔ ان لوگوں نے معصوم باشندگانِ جموں اور پونچھ کا خون بہانا شروع کر دیا۔ پونچھ میں ان کے مکانات کو جلا دیا گیا۔ ان دیہات کے شعلے مری اور کوہالہ سے نظر آنے لگے۔ جبر و تشدد اور وحشت

بربریت کی ان طاقتوں نے پونچھ اور کشمیر کے لوگوں کو مجبور کر دیا۔ کہ اپنے عزت وناموس اور زندگیوں کو بچانے کے لئے اس طاقت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں جو ایک صدی سے انھیں کُچل رہی ہے اور غلام بنائے ہوئے ہے۔

انڈین یونین کی فوجیں ان لوگوں کو غلام بنانے اور ختم کرنے کے لئے جو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ کشمیر اور جموں کے ظالموں کی مدد کر رہی ہے۔ انڈین ڈومینین کی گورنمنٹ کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ وہ مہاراجہ کے ہاتھوں کو مضبوط کرنا چاہتی ہے جس کے متعلق ہندوستان کے لیڈر بخوبی جانتے ہیں۔ گو آج وہ ان حقائق کو فراموش کر دیا انڈین یونین گورنمنٹ دُنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے اور دھوکا دینے کے لئے کشمیریوں کی جنگ استقلالِ وطن کو بغاوت سے تعبیر کر رہی ہے۔ اور محبانِ وطن کو حملہ آور کے الفاظ سے پُکار رہی ہے۔ اور یہ الزام پاکستان پر لگایا جا رہا ہے کہ وہ محبانِ وطن کی امداد کر رہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پونچھ کے ساٹھ ہزار سابق فوجی جو اسلحہ کے استعمال کو بخوبی جانتے ہیں اور ہندوستان کی حملہ آور فوج سے ہتھیار چھیننے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے بھاری تعداد میں حملہ آوروں اور ڈوگرہ فوجوں سے ہتھیار چھینے اور وہ انھی ہتھیاروں کو استعمال میں لا رہے ہیں۔

انڈین یونین کی فوجیں جوناگڑھ اور مناودر کی پاکستانی ریاستوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ پاکستانی فوجیں کشمیر میں داخل نہیں ہوئیں۔ ہندوستانی حکومت نے ریاست جوناگڑھ کے پاکستان میں شمول کو اپنی سلامتی کے لئے خطرہ قرار دیا تھا لیکن کشمیر کا انڈین یونین میں شامل ہو جانا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کشمیریوں کی قوم کو جو بہت خوبیوں اور صلاحیتوں کی مالک ہے، آج انڈین یونین کے طیارے بمباری کر کے اور اس کی فوجیں آتشباری کر کے

ختم کر رہی ہیں۔ ایک صدی کا ذکر ہے کہ انگریزوں نے امرتسر کے رسوائے عالم معاہدہ کی رُو سے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض کشمیر کو موجودہ راجہ کے جدِّ امجد کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ اخلاقی اور قانونی طور پر یہ معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ اور موجودہ بزدل حکمران کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ چالیس لاکھ انسانوں کو اپنی غلامی کے چنگل میں بہ نوکِ سنگین پھنسائے رکھے۔

کشمیر کے لوگوں نے ڈوگرہ شاہی کے خلاف گزشتہ چند سال میں کئی بار حصولِ آزادی کے لئے کوشش کی لیکن انھیں فوجی طاقت کے بل پر دبا دیا گیا۔ ایک صدی کے کچلے ہوئے چالیس لاکھ انسان مجبور ہو گئے کہ وہ ڈوگرہ غلامی کے جوئے کو اُتار پھینکیں وہ اس وقت زندگی اور موت کی جنگ میں مصروف ہیں۔ اگر وہ اس جنگ میں ناکام ہو گئے تو انھیں مٹا دیا جائے گا، اور ان کا نام تک باقی نہ رہے گا۔ میرا یقین ہے کہ کشمیر کے محبانِ وطن جو اپنی آزادی اور تحفظِ حیات کے لئے نبرد آزما ہیں بالآخر تمام رُکاوٹوں کو پامال کرتے ہوئے کامیابی، نصرت اور فتح کی منزل سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ ہمارے دِل اس وقت ان مجاہدین کے درمیان ہیں جو وادیٔ کشمیر میں اپنی آزادی اور زندگی کے لئے لڑ رہے ہیں۔

آپ نے اپنی تقریر میں بعض الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پونچھ کے باشندوں پر جو مظالم ڈھائے گئے۔ جو تشدد ان کے خلاف روا رکھا گیا۔ اس کی وجہ سے ہزارہ اور مغربی پنجاب میں آباد پونچھیوں کے رشتہ داروں میں جوش پھیل گیا۔ اس کا اثر قبائل پر بھی پڑا اور تھوڑی تعداد میں یہ لوگ اپنے پونچھی عزیزوں کی امداد کے لئے ریاست میں داخل ہو گئے۔ انڈین یونین انھیں حملہ آور کے نام نہاد خطاب سے پکار رہی ہے حالانکہ

حملہ آور انڈین یونین کی فوج راشٹریہ سیوک سنگھ اور وہ ہزاروں سکھ ہیں جو مشرقی پنجاب کے راستے کشمیر میں داخل ہوئے۔ جیسا کہ الور، بھرت پور، پٹیالہ، فرید کوٹ اور کپور تھلہ میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جا رہا تھا۔ ہم نے انڈین یونین گورنمنٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان ریاستوں میں مسلمانوں کو تباہی اور ہلاکت کے منہ سے بچائیے۔ لیکن انڈین یونین گورنمنٹ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ ریاستوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن اب وہی حکومتِ کشمیر کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہی ہے اور فوجی امداد کے ذریعے مسلمانانِ کشمیر کو موت کی نیند سُلا دینا چاہتی ہے۔ انڈین یونین گورنمنٹ نے دُنیا کو دھوکا دینے کے لئے جو یہ رٹ لگائی ہے کہ کشمیر پر باہر سے حملہ ہوا ہے یہ قطعاً غلط، بے بنیاد اور جھوٹ ہے، ایسا کہنا انتہائی بد دیانتی ہو گی۔

مَیں تمام واقعات کی تفصیل سامنے لانا چاہتا ہوں، تاکہ دنیا پر حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔ آپ نے انڈین یونین کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ کشمیر کے شرکتِ ہندوستان کے فراڈ اور دھوکے کو پاکستان کی حکومت کبھی بھی منظور نہیں کرے گی۔ کشمیر کے بزدل اور ظالم حکمران نے کشمیریوں کو غلام بنانے کے لئے انڈین یونین کی طرف سے فوجی امداد لی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ محبانِ وطن کا عزم استقلال تمام رکاوٹوں پر حاوی ہو جائے گا۔ اور وہ کامیاب ہوں گے۔ اس وقت کشمیر کے محبانِ وطن آزادی اور موت کی جنگ میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہوئے تو آزادی ان کے قدم چومے گی۔ اور اگر ناکام رہے تو ہندوستان کے دُوسرے حصّوں میں جس طرح مسلمانوں کو مٹا دیا گیا ہے اُس سے بھی زیادہ بُری طرح بے دردی اور سفاکی کے ساتھ انھیں مٹا دیا جائے گا۔ پاکستان اور کشمیر کے مابین خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کے لئے

میں نے کئی ایک کوششیں کیں۔ ۲؍ اکتوبر کو میں نے وزیر اعظم کشمیر کے سامنے تجویز رکھی کہ عارضی معاہدہ کے مطابق سپلائی اور سرحداتی حملوں کو روکنے کے لئے دونوں حکومتوں کے نمائندوں میں بات چیت ہونی چاہئے۔ لیکن وزیر اعظم کشمیر نے جواب دیا۔ وہ اس وقت دوسرے معاملات میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔ چنانچہ حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک نمائندہ وزیر اعظم کشمیر سے بات چیت کرنے کے لئے سری نگر بھیجا گیا۔ لیکن وزیر اعظم کشمیر نے اس سے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ نمائندہ واپس آگیا۔ ۱۵؍ اکتوبر کو وزیر اعظم کشمیر نے ایک تہدید آمیز برقیہ مجھے روانہ کیا۔ کہ اگر حکومتِ پاکستان تمام معاملات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کے لئے تیار نہ ہوئی تو وہ بیرونی امداد حاصل کریں گے۔ میں نے فوراً اس تجویز کو مان لیا۔ اور وزیر اعظم کشمیر سے کہا۔ کہ وہ اپنے نمائندے اس کے لئے نامزد کریں۔ لیکن حکومتِ کشمیر نے اب تک اس تجویز کا کوئی جواب نہ دیا۔ ۲۰؍ اکتوبر کو قائدِ اعظم نے وزیر اعظم کشمیر کو لکھا۔ کہ تمام معاملات کو سلجھانے کے لئے کراچی تشریف لائیں لیکن اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ قائدِ اعظم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ کشمیر کی دھمکی کا مطلب الٹی میٹم ہے اور اس کی حکمت عملی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ انڈین یونین میں شامل ہونے کا موقع تلاش کرتی ہے۔

چنانچہ ریاست کی طرف سے ان تمام کوششوں کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ ڈوگرہ فوجوں نے مسلمانوں پر تشدد شروع کر دیا۔ جس روز کشمیر کی حکومت نے انڈین یونین میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اس روز ۹ بجے صبح ہندوستان کی چھاتہ باز فوجیں سری نگر میں اترنی شروع ہو گئیں۔ شرکت کا اعلان عوام کی مرضی اور منشا کے خلاف کیا گیا۔ انڈین یونین کی فوجوں کا مقصد بنوکِ شمشیر کشمیر پر قبضہ کرنا ہے۔ انڈین یونین کی فوجوں کے کشمیر

میں داخل ہونے کے باوجود پاکستان حکومت نے ہر مرحلہ پر خوش اسلوبی اور دوستانہ فضا میں نپٹانے کی کوشش کی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے کشمیر کے متعلق فوراً ایک کانفرنس لاہور میں بلانے کا بُلاوا گورنر جنرل انڈین یونین اور وزیر اعظم کو دیا۔ اس دعوت کو مان لیا گیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ ۲۹ر اکتوبر کی صبح کو کانفرنس منعقد ہو گی۔ لیکن آخری وقت یہ اطلاع حکومتِ ہندوستان کی طرف سے دی گئی۔ کہ پنڈت نہرو کی علالت کی وجہ سے کانفرنس ملتوی کر دی جائے۔ چنانچہ یکم نومبر کو دوبارہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔ لیکن پھر یہ جواب ملا۔ کہ پنڈت نہرو وزیر اعظم ہندوستان لاہور آنے کو تیار نہیں۔ اس لیئے اس کانفرنس کا خیال ترک کر دیا گیا۔ یکم نومبر کو ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن تنہا لاہور آئے اور انھوں نے قائدِ اعظم اور میرے ساتھ کشمیر کے متعلق بات چیت کی۔ جو تجاویز پیش کی گئیں ان کا جواب اب تک انڈین یونین گورنمنٹ کی طرف سے نہیں دیا گیا۔ اگر حقیقتاً ہندوستان گورنمنٹ کشمیر کے مسئلہ کو سلجھانے کا ارادہ رکھتی ہوتی تو نائب وزیر اعظم انڈین یونین نہرو کی جگہ پر اس کانفرنس میں شرکت کر سکتے تھے۔ ہوا کیا۔ لارڈ مونٹ بیٹن کے لاہور سے واپس جانے کے بعد پنڈت نہرو نے ایک تقریر نشر کر دی۔ اب تمام معاملہ آپ اور تمام دنیا کے سامنے ہے آپ خود تمام معاملات کا جائزہ لے کر انصاف کر سکتے ہیں۔ استصواب رائے عامہ کا ذکر کرتے ہوئے خان لیاقت علی خاں نے کہا۔ کہ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ اس استصواب رائے کا کیا فائدہ جبکہ ووٹروں کو زبردستی ریاست سے نکالا جا رہا ہے یا پھر موت کی نیند سُلایا جا رہا ہے۔ ایسے اعلانات سے عوام اور بیرونی دُنیا کو انڈین یونین گورنمنٹ دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اور محبانِ وطن خوب جانتے ہیں کہ اس اعلان کا مقصد کیا ہے۔

آپ نے شیخ محمد عبداللہ کی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس خودساختہ محبِ وطن کی تمام حقیقت دُنیا کے سامنے واضح ہو چکی ہے۔ جب کہ مسلم کانفرنس کے لیڈروں کو جیل میں اب تک محبوس کیا ہوا ہے۔ شیخ عبداللہ کو رہا کر دینا یہ واضح کر دیتا ہے کہ وہ اِس سازش کا کردارِ اعلیٰ ہے۔ کشمیر کے آزادی پسند محبانِ وطن کے خلاف جارحانہ اقدام کر لینے کی سازش میں برابر کا شریک ہے۔ جب کشمیر کے ان واقعات کی تاریخ لکھی جائے گی تو عبداللہ کی قسم کے بہت سے خودساختہ محبانِ وطن کی غداریاں اور بھیانک تصویر دُنیا کے سامنے آجائے گی۔

وزیر اعظم کی اس تقریر سے حکومتِ پاکستان کی پوزیشن بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ آپ کا یہ بیان ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن کسی معاہدہ کی شرائط پر غور کرنے کے برعکس نائب وزیر اعظم ہندوستان نے ۷ر نومبر کے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان کے وزیر اعظم نے اپنے بسترِ علالت سے ایک نشری تقریر میں ہندوستان کی چند ریاستوں میں مسلمانوں کے منظم قتلِ عام اور استیصال کی جو فرضی اور بھیانک تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے متعلق تفصیل سے بحث کرنا بے سود ہے۔ اگرچہ عارضی دماغی انتشار یا اضطراب کی حالت میں واہمہ فرضی اور بے بنیاد تصورات اور اشکال پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں جس ناگہانی کیفیت کا اظہار کیا ہے وہ سُننے اور پڑھنے والوں کے دِلوں میں استعجاب اور خوف پیدا کئے بنا نہیں رہ سکتی۔

تاریخ کے بہاؤ کو پُوری بددیانتی اور شرانگیزی سے چھیڑا گیا ہے۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کو سورماؤں اور نجات دہندوں کا خطاب دیا گیا ہے۔ حملہ آوروں نے ہنستی ہوئی وادی کے دیہات میں معصوم، بے سہارا اور پُرامن باشندوں پر جو دردناک مظالم توڑے ہیں، ان کو درخورِ اعتنا گردانا نہیں گیا۔ اور ایک ہمسایہ علاقہ کے منظم، ماہرانہ اور ساز وسامان سے لیس

حملہ کو ایک حاکم قوم کے ظلم و تشدد کے خلاف عوام کی بغاوت کا نام دیا گیا ہے۔ سرحدی وزیر اعظم کی طرف سے جذبات کا مبہم ہذیانی اظہار اور ان حملہ آور دستوں کی ہیئتِ ترکیبی اور ان کا ساز و سامان واضح طور پر اس دلچسپی کا انکشاف کر رہے ہیں جو کشمیر کی ہمسایہ ریاست اس کے اندرونی معاملات میں لے رہی ہے۔ درآنحالیکہ اس مملکت کے لیڈر پچھلے دور میں بار بار یہ اعلان کرتے آئے ہیں کہ اقتدارِ اعلیٰ کے بعد ریاستیں خود مختار ہوں گی۔ اور ایک یا دوسری مملکت کے ساتھ الحاق کے بارے میں ریاستوں کے حکمران قطعی آزاد ہوں گے۔ سردار پٹیل نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ بھرت پور اور الور میں فسادات اس وقت شروع ہوئے جب وزیر اعظم پاکستان ہندوستانی کابینہ کے ایک ممتاز رکن تھے۔ اور ریاستوں کے ساتھ تعلقات کی راہبری کا ذمہ دار تاجِ برطانیہ کا نمائندہ تھا۔ ان فسادات کی ابتدا میو قوم کی طرف سے ہوئی تھی جن کے جاٹوں اور راجپوتوں سے وقتاً فوقتاً تصادم ہوتے رہتے۔ غیر مسلموں کے مکانات جلائے گئے ان کے مویشی چرائے گئے اور ان کی فصلوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔

جہاں تک پٹیالہ، فریدکوٹ اور کپورتھلہ کے واقعات کا تعلق ہے مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پاکستان کے وزیر اعظم نے پنجاب کے عام فسادات سے انہیں جدا کیوں شمار کیا ہے۔ مغربی اور مشرقی پنجاب میں جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کے لئے کسی ایک فرقہ کو ذمہ دار نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔ اگر ان ریاستوں کے حکمران فرقہ وار فسادات کو اس حد تک روک نہیں سکے جس سے مسلمانوں کی عام ہجرت عمل میں نہ آتی تو اس بدتدبیری کے جرم میں دوسری حکومتیں بھی شریک ہیں جو بشمول پاکستان اپنے باشندوں کے ترکِ وطن کے سیلاب کو روکنے میں ناکام رہیں۔

وزیر اعظم پاکستان نے کہا ہے کہ جب حکومتِ ہند سے ان علاقوں کے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مداخلت کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو حکومتِ ہند نے جواب دیا کہ "یہ ریاستوں کا اندرونی مسئلہ ہے۔ اور ہم اس میں دخل نہیں دے سکتے"۔ جب کبھی اس مسئلہ کو اٹھایا گیا تو دونوں مملکتوں نے ریاستوں کے اندرونی معاملات کے متعلق دخل اندازی کے راستے میں آئینی دشواریوں کو تسلیم کیا۔ آخری مرتبہ اس حقیقت کا تحریری اعتراف اس موقع پر کیا گیا جب دونوں حکومتوں کے نمائندے ۱۷ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو دہلی میں ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ لیگ ماضی میں ہمیشہ اس امر پر اصرار کرتی رہی کہ اقتدارِ اعلیٰ کے ختم ہونے کے بعد ریاستیں اندرونی و بیرونی معاملات میں مطلق آزاد اور خود مختار رہنی چاہئیں۔

دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ چونکہ مسلم لیگ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل انداز نہ ہونا چاہتی تھی اس لئے مجبوراً کانگرس کو اپنا پارٹ ادا کرنا پڑا۔ ان دو نقطۂ نظر پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ امر واضح ہے کہ حکومتِ پاکستان نے آخری وقت بھی صلح کی جو پیشکش کی اُسے ٹھکرا دیا گیا۔ سردار پٹیل نے کشمیر کے فیصلہ کا تو کوئی حل نہ بتایا البتہ یہ دھمکی ضرور دے دی کہ وہ ریاست سے ہندوستانی افواج کے اخراج یا کشمیر کے اعلانِ شمولیت پر کسی وقت بھی غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے

۷ر نومبر ۴۷ء کو والیٔ ریاست دیر نے اعلانِ جہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیر کے اسی فی صد مسلمانوں کا قتلِ عام اور کشمیر میں ہندوستانی فوجوں کے داخلے کی سازش مسلمانانِ عالم کے لئے بالعموم اور افغانوں کے لئے بالخصوص ایک چیلنج ہے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک بیرونی حکومت کا ایسا اقدام ہماری حمیت اور غیرت کو چیلنج ہے۔ ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔ اور میں اور میرے قبائل آخری آدمی

تک کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں ہندوستانی فوجوں اور ڈوگروں کے خلاف لڑیں گے مجاہدین فتح و نصرت کا علم بلند کئے سری نگر سے محض پانچ میل دُور رہ گئے۔ شیخ عبداللہ سٹ پٹائے ”ہندوستان ٹائمز“ کے نامہ نگار کو کہا کہ اگر کشمیر کی موجودہ صورتِ حال پاکستان اور ہندوستان کی جنگ پر منتج ہوئی تو پاکستان کی قبر وادیٔ کشمیر میں کھودی جائے گی“

قتل کا مرے عہد تو کیا ہے بارے

حکومتِ ہندوستان نے کشمیر کے اعلیٰ افسروں کے نام خفیہ ہدایات جاری کر دیں کہ:۔

۱۔ کشمیری مسلمان آخر وقت تک یہ نہ سمجھنے پائیں کہ اُن کا حشر مشرقی پنجاب کا سا ہوگا اس لئے ہندو مسلم تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

۲۔ جو پناہ گزین پنجاب سے آئے ہیں اُن میں خطرناک عنصر پر خصوصاً سکھوں پر کڑی نگرانی ہونی چاہیئے۔

۳۔ کشمیر میں اگلے دو ماہ بہت نازک ہیں۔ اس میں ممکن ہے ہم کو پیچھے ہٹنا پڑے۔ مگر ہماری قطعی شکست صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کشمیر کے مسلمانوں کو یہ احساس ہو جائے کہ ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، اس لئے کوشش کیجیئے کہ ہمارے خلاف پروپیگنڈے کا یہ محاذ طاقتور نہ ہو سکے

۴۔ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو پاکستان جانے سے روکئے اور یہاں سے جانے کی تمام آسانیاں دُور کر دیجیئے کیونکہ نازک وقت آنے پر یہی خانماں برباد لوگ کشمیر کے محاذ پر لگائے جا سکتے ہیں۔

۵۔ وقت آنے پر ہم خان عبدالغفار خاں کی پارٹی پر بھی بھروسہ کر سکتے ہیں لیکن اگر ہندوستان میں ہندو مسلم تعلقات ناخوشگوار رہے تو پھر پٹھان بھی ہمارا ساتھ نہ دے سکیں گے

اخباروں میں پاکستان کے خلاف ایسے مضامین شائع کرائیے جن سے ظاہر ہو کہ پاکستان میں مسلمانوں کی بہت بری حالت ہے۔ تاکہ مسلمان وہاں جانے کا خیال ہی دل میں نہ لائیں۔

۶۔ آپ کے علاقے میں جن ریاستوں کے فرمانروا مسلمان ہیں ان کے علاقوں میں کوئی ایسی تحریک شروع نہ ہونے دی جائے جس سے ہندو مسلم فساد رونما ہو کیونکہ مجلسِ اقوام میں کشمیر کے سوال پر اس کا بہت برا اثر پڑ سکتا ہے۔

۷۔ راشٹریہ سیوک سنگھ اور اس قسم کی دوسری پرائیویٹ فوجوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور اس بات کی پوری کوشش کی جائے کہ یہ لوگ کشمیر میں داخل نہ ہو سکیں کیونکہ وہاں جا کر انھوں نے انتقامی جذبات کے ماتحت مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کیا تو ہمیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا ہو گا۔

۸۔ کشمیر کا معاملہ ہندوستان و پاکستان کی پوری ساکھ کا معاملہ ہے اور اس میں بات کا دار و مدار صرف اس پر ہے کہ ہم کشمیری مسلمانوں کو انڈین یونین کے حسنِ سلوک کا کہاں تک یقین دلا سکتے ہیں اور پاکستان کے متعصبانہ نعروں سے انھیں کہاں تک غیر متاثر رکھ سکتے ہیں۔

۹۔ یہ ہماری مستقل پالیسی نہیں۔ مستقل پالیسی کا فیصلہ تو ظاہر ہے کہ دستور ساز اسمبلی اور آپ کی صوبائی اسمبلی ہی کرے گی۔ لیکن کشمیر کے قضیے پر چونکہ ہمارے پورے مستقبل کا دار و مدار ہے اس لئے عارضی طور پر اس پالیسی کو فوراً عملی شکل دی جائے۔ کشمیر کا قضیہ کامیابی کے ساتھ ختم ہو جانے پر یہ حق عوام کو باقی رہے گا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

سازشیں وسیع پیمانے پر کی گئیں۔ ہندوستان ریاست کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے بے تاب تھا وہ اس کے لئے ہر قیمت دینے پر بھی رضامند ہو گیا۔ لیکن جب سرفروش مجاہدوں نے اپنے مظلوم بھائیوں کے حق میں آواز اٹھائی تو پاکستان پر یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ وہ غیر آئینی طور پر ان "حملہ آوروں" کو مدد دے رہا ہے۔ لیکن مقبوضہ علاقہ میں آئین پسندی کا یہ عالم تھا کہ راشٹریہ سیوک سنگھ کے رضاکاروں کو ہدایات جاری کر دی گئیں کہ وہ منتظم سکیم کے ماتحت مسلمانوں کا ملیامیٹ شروع کر دیں۔ جن لوگوں نے مدافعت کی کوشش کی انہیں زندہ جلا دیا گیا۔ نومبر کے پہلے ہفتہ تک آزاد فوجیں سری نگر کے نواحی علاقوں تک پہنچ کر ہندوستانی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ہندوستان کی طرف سے جو فوجیں جموں، کٹھوعہ، نوشہرہ سے سری نگر بھیجی گئیں انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ مجاہدین کو بلگام، پٹن، بارہ مولا گلمرگ سے پسپا کر کے اوڑی تک دھکیل دیا جائے۔ چنانچہ ۵ر اور ۶ر نومبر کی درمیانی رات میں سری نگر سے خوفناک بمباری شروع کر دی گئی گو اس وقت اننت ناگ پر امن رہا لیکن ڈوگرہ فوجیں کوٹلی اور میرپور میں گھر گئیں اسی طرح پونچھ، نین باغ اور راولاکوٹ میں جو فوجیں تھیں ان کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، ہیبت سے ہی ہتھیار ڈالنے شروع کر دیئے۔ گلگت میں مجاہدین نے پل پرتاپ پر حملہ کر دیا آٹھ نومبر تک محاذِ جنگ کی حالت یہ تھی کہ فوجی کمک بروقت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی فوجیں بارہ مولا پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔ گو اس سے حوصلے پست نہیں ہوئے لیکن دشمن اس عارضی فتح پر بھی بوکھلا اٹھا سردار بلدیو سنگھ نے عام صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ قبائلی اور دیگر حملہ آور ۳۰۳ رائفلوں سے مسلح ہیں، جو سرحد میں بنائی گئی ہیں حملہ آوروں کے پاس ٹومی گنیں، سٹین گنیں اور خود بخود چلنے والی ہلکی توپیں اور مشین گنیں بھی ہیں حملہ آور

اب تک ہزاروں کی تعداد میں کشمیر میں داخل ہو رہے ہیں۔

جنرل طارق نے آزاد فوجوں کی قیادت ۸ر نومبر سنہ ۴۸ء سے سنبھالی۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے آزادی کی جنگ وسیع پیمانہ پر شروع ہو گئی۔ نام نہاد حکومت کے نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد نے بھی یہ تسلیم کیا کہ مجاہدین گلگت پر قابض ہو چکے ہیں اور اس کا نظم و نسق مکمل طور پر ان کے ہاتھ میں ہے۔ عین اس وقت تین ہزار محسود قبائل شہزادہ فضل دین کے صاحبزادے کی قیادت میں عازم کشمیر ہو گئے۔ صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعظم سردار محمد اورنگ زیب کی اپیل پر کنڈی خاندان کے لیڈر خان محمد نواب خاں بھی بیس ہزار جوانوں سمیت جہادِ کشمیر میں حصہ لینے کے لئے مسلمانوں کی مدد پر اتر آئے۔ اس وقت تک کوٹلی جموں اور پونچھ کے محاذ پر معرکے جاری تھے۔ چنانچہ ۱۰ر نومبر سے پہلے پہلے مجاہدین نے راولاکوٹ اور باغ پر قبضہ کر لیا۔ بارہ مولا کو واپس لینے کے لئے سرگرمیاں اور تیز کر دی گئیں۔ کوٹلی کے محاذ پر مزید کمک بھیج دی گئی کیونکہ اسی دن خان فدا محمد خاں ڈیڑھ سو کے قریب محب الوطن جوانوں سمیت وہاں بھیج دیئے گئے۔ ہندوستانی طیاروں نے کشمیر کے نہتے مسلمانوں پہ بمباری کرنے کے بعد اب اپنا غصہ اہلِ پاکستان پر نکالنا شروع کیا۔ گڑھی حبیب اللہ پر جو بمباری کی اس سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ آزاد فوجوں نے جب دیکھا کہ غیر ملکی فوجیں اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئی ہیں تو انھوں نے دو پل توڑ دیئے جس سے ان فوجوں کی پیش قدمی رک گئی۔ ادھر سرحد کے دو قبائل لبز اور بٹ کا ایک پورا بٹالین آزاد فوجوں میں شامل ہو گیا۔ چنانچہ مجاہدین کو میرپور اور پونچھ میں شاندار فتوحات حاصل ہوئیں۔ راولاکوٹ میں شکست کھانے سے پہلے ڈوگروں نے تمام شہر جلا دیا ہندوستانی طیاروں نے پُرامن شہری آبادی پر خوفناک بمباری کی۔ کیونکہ دست بدست

مقابلہ کی سکت نہ رہی۔ چنانچہ مجاہدین نے بھی گوریلا جنگ شروع کر دی۔ سردی نے زور باندھا اور پلوں کی تباہی نے ڈوگروں کو اور بھی مایوس کر دیا۔ آزاد فوجوں نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوستانی فوجوں کو پونچھ اور نوشہرہ چھاؤنی میں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

۱۲ نومبر کو لاہور کے ایک انگریزی اخبار ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے نمایندہ نے راولپنڈی میں ایک زخمی آفریدی مجاہد سردار گل سے ملاقات کی روئیداد بھیجی۔ جو بارہ مولا کے مقام پر ہندوستانی دستوں سے دست بدست جنگ میں مجروح ہوا۔ جب اس آفریدی سردار سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ زخمی کیسے ہوا۔ تو اس نے مسکرا کر جواب دیا ”میں نے اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا جس نے مجھے زخمی کیا۔“

یہ آفریدی سردار اپنے پانچ سو رفقا کے ساتھ قبائلی علاقہ سے کشمیر میں داخل ہوا تھا۔ اس نے نمایندہ پریس کو بتایا ”ہم کشمیر کی شیطانی حکومت کے خلاف جہاد کرنے آئے تھے۔“

سول کا نمایندہ رقمطراز ہے: مجھے آفریدی سردار سے معلوم ہوا کہ وہ ان چند قبائلی لیڈروں میں سے ایک ہے جو اس وقت بارہ مولا سری نگر روڈ پر ہندوستانی دستوں کے خلاف دیوانہ وار لڑ کر ان کے لئے وجہ پریشانی بنے ہوئے ہیں۔ اس سردار نے مجھے بتایا کہ ”ہم اس جہاد کو جاری رکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ پاکستان نے کشمیر کے سلسلہ میں جو عدم تعاون شروع کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود ہمارا جہاد جاری رہے گا۔

جب میں نے آفریدی سردار کو بتایا کہ پاکستان پر قبائلیوں کو امداد دینے کا الزام عائد کیا جا چکا ہے تو زخمی سردار نے اس الزام کو بے بنیاد قرار دیا اور گرمجوشی سے کہا کیا

آپ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ پاکستان نے ہمیں معمولی سی مدد دی ہوتی تو آج یہ حالات پیدا ہوتے۔ قبائلی سردار نے مجھے اپنے ساتھیوں کی ایک بندوق دکھائی جس کے دہانہ سے گولیاں بھری جاتی ہیں۔ اس نے کہا "ہمیں چور بازار کے شاطروں سے دو روپے کی گولی کے حساب سے اسلحہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے سے معذور ہوں کہ چور بازار کے یہ شاطر کون ہیں؟"

میں نے افریدی سردار سے یہ دریافت کیا۔ کہ ہندوستان کی باقاعدہ فوج کے خلاف آپ کب تک جنگ جاری رکھ سکیں گے تو اس نے جواب دیا "ہم مصروف جہاد ہیں اور ہماری آزاد فوجوں کی جمعیت دشمنوں کو بالآخر حیرت میں ڈال دے گی"

اس سوال پر کہ آزاد فوجیں خوراک اور طبی امداد کیونکر حاصل کریں گی۔ قبائلی سردار نے چند منٹ خاموشی اختیار کر لی۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سوچ رہا ہے۔ بعد ازاں اس نے کہا۔ یہی وہ بڑے بڑے مسائل ہیں۔ جن سے ہم اب دوچار ہیں۔ ممکن ہے ان کے باعث ہم عارضی طور پر پسپائی کے لئے بھی مجبور ہو جائیں۔ میں وزیرستان جا رہا ہوں تاکہ اپنے وسائل کو زیادہ بہتر بنا سکوں۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ اور اپنے ساتھ اور سامان اور ساتھی لاؤں گا۔ فی الحال ہماری سکیم یہ ہے۔ کہ صرف معمولی جھڑپوں پر اکتفا کی جائے بعد ازاں ہندوستانی فوج کو انتہائی دور کے پہاڑی علاقوں میں ہم لے آئیں گے۔ جب وہ بکثرت ہندوستنیوں کی امداد سے محروم ہو جائیں گے تو ہم ان پر جھپٹ پڑیں گے۔ اس طرح کافی وقت ضائع تو ضرور ہوگا۔ لیکن ہماری سرگرمیوں کا انجام یقیناً فیصلہ کن ہوگا۔

میں نے قبائلی سردار سے دریافت کیا "آپ کے افسر کون ہیں؟" اس نے فوراً

جواب دیا "ہر قبیلہ کا اپنا اپنا لیڈر ہوتا ہے۔ اور قبیلہ کی کمان اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے مجھے بھی وائسرائے کا کمیشن ملا ہوا تھا۔ ہم میں سے ہر ایک پیدائشی سپاہی ہوتا ہے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ ہماری سرگرمیوں میں زیادہ ہم آہنگی نہیں۔ نہیں تو پسپائی کی نوبت کبھی نہ آئے۔ خود بخود چلنے والے ہتھیار اور جدید ترین اسلحہ کی کمی ہے۔ ہمیں فضائی حملوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین کامل ہے کہ ہم ان تمام مشکلات پر قابو پالیں گے آزاد فوجوں کا انتہائے مقصود بڑوت تک وادی کشمیر پر مکمل قبضہ کرنا ہے۔ آزاد فوجوں کی ہمدرد ریاستوں اور حکومت کشمیر کے مخالفین کی موجودگی میں ہندوستانی فوج کو ہر محاذ کا خیال رکھنا ہوگا۔ جونہی برف پڑنا شروع ہو جائے گی "ہم" ہر طرف سے ان پر حملہ کر دیں گے" جب میں نے قبائلی سردار سے پوچھا کہ اس "ہم" سے کیا مراد ہے تو اس نے صرف یہ جواب دیا "آزاد فوجیں" اور وہ ہنس دیا۔

میں نے قبائلی سردار سے کہا "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ برطانیہ بھی کشمیر کے ڈرامہ میں کچھ کہنے کا حق رکھتا ہے" تو سردار نے جواب دیا "انگریز بڑے معقول پسند ہوتے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ جاتے جاتے ہماری اس دل لگی سے چنداں پریشان نہ ہوں گے"

میں نے پوچھا "آپ اس ملک میں اپنی کارروائیاں کیسے کر رہے ہیں جس کے متعلق آپ کچھ جانتے نہیں" سردار نے جواب دیا "کشمیری ڈوگرہ راج کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اگر وہ خود عملی کارروائی کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ تو ہماری رہنمائی تو ضرور کر سکتے ہیں"

یہ جوش کی ایک جھلک ہے عزائم اتنے راسخ کہ ذرائع جنگ محدود ہونے پر بھی فتح کی امید تھی لیکن یہی ہمت و استقلال تھا کہ جس طرف ہلالی پرچم لہرایا فتح و نصرت کے شادیانے بجنے لگے ————

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی سے مردِ آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں

محاذِ جنگ

کشمیر میں زندگی و موت کی یہ کشمکش دُنیائے مشرق کی تاریخ کا ایک نیا باب ہے اگر ہندوستان اس وقت ڈوگرہ حکمران کی مدد نہ کرتا تو یقیناً آج اس کی دیواریں منہدم ہو کر رہ جاتیں۔ ایک طرف پاکستان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کشمیر پر حملہ پاکستان پر حملہ ہے اور دُوسری طرف ہندوؤں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قبائلیوں نے ہندوستان پر حملہ کر دیا ہے۔ چنانچہ روزنامہ ’ملاپ‘ ۳؍ نومبر کے شمارہ میں مقالۂ افتتاحیہ ”آزاد ہندوستان کا سب سے پہلا امتحان“ میں لکھتا ہے کہ یقیناً یہ نہیں کہ کشمیر کی جنگ ایک معمولی ہے اور ہمیں اپنی طاقت کے مطابق اُس کا مقابلہ کرنا ہے یقیناً یہ نہیں بلکہ کشمیر پر جو حملہ ہو رہا ہے وہ دراصل ہندوستان پر حملہ ہو رہا ہے۔ یہ کہ حملہ کرنے والے غیر منظّم آفریدی نہیں بلکہ تنظیم شدہ پاکستانی ہیں اور آخر میں یہ کہ اگر ہم اس حملہ کو روک نہ سکے، اگر پاکستانی سازشوں

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروّت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی سے مردِ آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں

محاذِ جنگ

کشمیر میں زندگی و موت کی یہ کشمکش دُنیائے مشرق کی تاریخ کا ایک نیا باب ہے اگر ہندوستان اس وقت ڈوگرہ حکمران کی مدد نہ کرتا تو یقیناً آج اس کی دیواریں منہدم ہو کر رہ جاتیں۔ ایک طرف پاکستان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کشمیر پر حملہ پاکستان پر حملہ ہے اور دُوسری طرف ہندوؤں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قبائلیوں نے ہندوستان پر حملہ کر دیا ہے۔ چنانچہ روزنامہ ’ملاپ‘ ۳ر نومبر کے شمارہ میں مقالۂ افتتاحیہ ”آزاد ہندوستان کا سب سے پہلا امتحان“ میں لکھتا ہے کہ یقیناً یہ نہیں کہ کشمیر کی جنگ ایک معمولی ہے اور ہمیں اپنی طاقت کے مطابق اس کا مقابلہ کرنا ہے یقیناً یہ نہیں بلکہ کشمیر پر جو حملہ ہو رہا ہے وہ در اصل ہندوستان پر حملہ ہو رہا ہے۔ یہ کہ حملہ کرنے والے غیر منظّم آفریدی نہیں بلکہ تنظیم شدہ پاکستانی ہیں اور آخر میں یہ کہ اگر ہم اس حملہ کو روک نہ سکے، اگر پاکستانی سازشوں

پر فتح نہ پا سکے تو ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ ہم بطور ایک آزاد قوم کے زندہ رہیں۔

روزنامہ 'ملاپ' "کشمیر کی لڑائی پاکستان کی لڑائی" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ ہندوستان کی آزادی کی جنگ اب چھڑی ہے یہ جنگ ہمیں عدم تشدد سے نہیں بلکہ تشدد کے ہتھیاروں سے لڑنی ہے۔ زمانہ حال کے جدید آلات سے لڑنی ہے۔ اس کے لئے جہاں ہم ایک طرف اپنی فوج کو بڑھائیں اور اسے مسلح کریں وہاں دوسری طرف دیس کو سندیس دیں کہ وہ اپنی رکھشا کے لئے تیار ہو جائے۔ ہر ایک نوجوان جو اٹھارہ سال کا ہو گیا ہے ہندوستان کی نیشنل ملیشیا میں بھرتی ہو جائے اگر بھارت ماتا یدھ کا بگل بجا دے تو دو دن میں ہند کی کایا پلٹ ہو جائے۔ سارے دیش میں جیون کی ایک نئی لہر چل پڑے۔ امید کرنی چاہیئے کہ پاکستان جنگ میں ایک دن کود پڑے گا اور کود پڑے تو اسے اپنا سوبھاگیہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ پاکھنڈ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

لیکن 'نئے بھارت' سکھوں کی بہادری پر بڑا نازاں ہے۔ چنانچہ 'کشمیر کے راستے میں' اس نے لکھا کہ ہماری سرکار سکھوں کو اجازت دے دے کہ وہ اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر سکیں۔ دنیا دیکھے گی کہ کس طرح ایک طرف سیالکوٹ کے راستے سکھ ست سری اکال کے نعرے لگا کر پاکستانی صفوں کو توڑ کر کشمیر تک پہنچنے کی راہ بنا لیتے ہیں۔ دوسری طرف مغربی پاکستان کے پایۂ تخت لاہور تک پہنچ کر پاکستان کو پھوکی دھمکیوں کی اہمیت دنیا کے سامنے رکھتے ہیں اور تیسری طرف گورداس پور اور قصور کے راستے پاکستان کی بنیادوں کو الٹا سیدھا کر کے کشمیر پہنچنے کا سامان کرتے ہیں۔

لیکن سکھوں نے جس بہادری اور دلیری کا ثبوت دیا تاریخ اس خونی دور کو ہمیشہ کے

لئے یاد رکھے گی۔ حکومت کی دھمکیوں کے باوجود ہندوستانی افواج کی حالت دگرگوں ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ ۴؍ نومبر تک اس کے کماندار مایوس ہو چکے تھے۔ سری نگر سے بارہ مولا تک کا بھی کوئی علاقہ ہے لیکن ایک ماہ گزرنے کو آیا وہ بھی نہ فتح ہو سکا۔ مظفر آباد کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ باغ۔ راولاکوٹ۔ راجوری اور بھمبر میں جو فوجیں بھیجی گئیں وہ بالکل نیست و نابود کردی گئی تھیں۔ چنانچہ اب یہ فوجیں پیشقدمی سے احتراز کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ مجاہدین نے کوٹلی، نوشہرہ، جھانگڑ اور میرپور شہر پہ پوری شدت سے حملے شروع کردئے تھے ہندوستانی فوج کے گھرے ہوئے دستوں کو طیاروں کے ذریعے غذا پہنچائی جانے لگیں ——— یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝

آزاد فوجوں نے ٹنگمرگ کو خالی کر کے اوڑی میں اپنا محاذ قائم کرلیا۔ بارہ مولا میں ہندوستانی فوج کو بدستور روکا جا رہا تھا۔ ۵؍ نومبر تک کرنیل عبدالرحمان، کرنیل علی بخش اور بریگیڈیر خدا بخش شہید کئے جا چکے تھے۔ اس خبر سے قبائلیوں میں اور بھی زیادہ جذبۂ انتقام بڑھ گیا۔ اس طرح مسلم پناہ گزینوں کے جو قافلے جموں سے پاکستان کی طرف آرہے تھے، ستواری کے قیام پر حملے سے تمام مسلمان شہید کردیئے گئے۔ صرف پانچ سو کے قریب جو بچے جنہیں ہسپتال میں لے جا کر زہر کے انجکشن دے دیئے گئے۔ یہ خونی کھیل اس وقت کھیلا گیا جب پٹیالہ کی فوجوں کے دو بریگیڈ کشمیر پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے جموں میں اعلان کیا کہ کشمیر پہ مسلمانوں کا کوئی حق نہیں اس لئے ریاست سے انھیں صاف کردیا جائے گا۔ (اس سے پہلے یہی اقدام وہ پٹیالہ میں اختیار کر چکے تھے) ان لرزہ خیز واقعات سے عالم اسلام میں بھی غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ۷؍ نومبر کو بدلہ لینے کے لئے پونچھ میں جانباز

چھاپہ مار دستوں نے پوری دلیری سے دشمن پر حملہ کر دیا اسی طرح اوری اور بارہ مولا کے محاذ پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا جس سے ڈوگرہ فوج کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بہت سا اسلحہ اور سامانِ خوراک چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ میرپور میں گھری ہوئی فوج پر مسلسل حملے ہو رہے تھے چنانچہ وزارتِ دفاع کے ایک فوجی ترجمان کو تسلیم کرنا پڑا کہ مجاہدین کے سامنے ہماری فوجوں کی کوئی پیش نہیں چلتی۔

سردار پٹیل نے جوناگڑھ میں تقریر کرتے ہوئے بڑے فخر سے یہ کہا تھا کہ ہم نے نواب جوناگڑھ کو ریاست سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ والئے جوناگڑھ کا قصور یہ تھا کہ اس نے ہندو اکثریت سے استصواب رائے کئے بغیر پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا لیکن ہندوستان کشمیر میں اسی اصول کے اطلاق پر راضی نہ ہو سکا۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن ڈوگرہ حکمران نے ہندوستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ وزیر اعظم پاکستان نے ۱۶ر نومبر کو پاکستان کا نقطۂ نظر پیش کیا۔ سردار پٹیل نے جوناگڑھ، مناوادر اور منگرول کی ریاستوں پر ہندوستانی فوجوں کے قبضہ کو حق بجانب قرار دیا اور ریاست حیدر آباد کو بھی دھمکی دی کہ اس کا بھی جوناگڑھ کا سا حشر ہوگا۔ وزیر اعظم نے اپنے بیان میں کہا کہ پاکستان کی ہمیشہ سے یہ دلی خواہش اور حکمت عملی ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جو متنازعہ فیہ امور ہیں۔ ان کا تصفیہ باہمی گفت و شنید سے پُرامن اور آبرومندانہ طریق سے طے ہو جائیں۔ جہاں تک ریاستوں کے اعلانِ شمولیت کا تعلق ہے سینکڑوں ایسی ریاستیں جو انڈین یونین میں شامل ہوئیں لیکن ان میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اگر حکومتِ پاکستان چاہتی تو ایسی ریاستوں کے شمول پر اعتراض کر سکتی تھی۔ لیکن حکومتِ پاکستان نے ہرگز مداخلت نہیں کی۔ جوناگڑھ پہلی ریاست تھی جس نے پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اس ریاست پر انڈین یونین کی طرف سے دباؤ

ڈالنے کی کافی کوشش کی گئی۔ لیکن نواب جوناگڑھ نے تمام دھمکیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے عوام کی رائے کا احترام کیا۔ اور پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ انڈین یونین کی دھمکیاں نواب صاحب کو مرعوب نہ کر سکیں اور ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ لیکن انڈین یونین نے اپنی دباؤ ڈالنے کی پالیسی ترک نہ کی۔ اور اعلانِ شمول کے فوراً بعد ریاست جوناگڑھ پر الزامات اور دھمکیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی گئی اور ریاست کی اقتصادی ناکہ بندی کی مہم بھی شروع ہو گئی۔ جب انڈین یونین ان اقدامات سے بھی ریاست کو مرعوب نہ کر سکی تو اس نے ہندوستان کے علاقے بمبئی میں ایک نام نہاد عارضی حکومت قائم کر دی۔ جس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ راجکوٹ میں جوناگڑھ کی تمام جائداد پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں اس نام نہاد عارضی گورنمنٹ نے جس میں ہندوستان کے کاٹھیاواڑ والے بریگیڈ کے افسر بھی شامل تھے اپنے آدمی بھیج کر ریاست کے انتظامی امور میں گڑبڑ ڈالنی شروع کر دی۔ اس خلل اندازی میں ہندوستانی فوجوں نے بھی بیش از بیش حصہ لیا۔

حکومت ہند کا دوسرا جارحانہ اقدام یہ تھا کہ اس کی فوج نے علانیہ طور پر جوناگڑھ پر حملہ کر دیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جس کی وجہ سے حکومتِ جوناگڑھ کے لئے انتظام قائم رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اس کے بعد حکومت ہند نے دیوان کی درخواست کی آڑ لے کر ریاست کا خود انتظام سنبھال لیا۔ ناقابلِ تردید قانونی پوزیشن یہ ہے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان میں شامل ہو چکی تھی۔ اس لئے دیوان ہرگز ایسی درخواست کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ اور نہ ہی حکومت پاکستان کی منظوری کے بغیر حکومتِ ہند کو کسی ایسی درخواست کو منظور کرنے کا حق حاصل ہے لیکن حکومت ہند نے اس درخواست کے بہانے اپنا اُلّو سیدھا کر لیا۔ اور ریاست کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دوسری طرف ان تمام جارحانہ اور آئین شکن کارروائیوں کے

باوجود حکومتِ پاکستان کا رویہ مصالحانہ رہا۔ اگرچہ حکومت ہند کی طرف سے ہمیشہ اشتعال دلانے کی کوشش کی گئی اور حکومتِ ہند نے ہر موقعہ پر غیر دوستانہ رویہ اختیار کیا۔ اگر حکومتِ پاکستان بھی ان کارروائیوں کے جواب میں حکومتِ ہند کے رویے کو اپناتی تو باقاعدہ جنگ کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلتا۔ لیکن حکومتِ پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنا ایک سپاہی نہ بھیجا۔ اور ریاستی حکومت کو بھی کامل ضبط کی ہدایت کی۔ حکومتِ پاکستان کو قانونی طور پر یہ حق حاصل تھا کہ وہ وہاں اپنی فوج بھیج کر فوراً انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیتی۔ لیکن اس اقدام سے احتراز کیا گیا۔ کیونکہ اس طرح دونوں ممالک میں جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا۔ ریاست مناوادر بھی پاکستان میں شامل تھی حکومت ہند نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ حکومت ہند نے منگرول اور بابریاواڑ پر بھی اپنی فوجیں مسلط کر دیں۔ حالانکہ یہ دونوں جوناگڑھ کا ایک حصہ ہیں۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے ریاست کشمیر کے تنازعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پاکستان نے بار بار کوشش کی کہ اس مسئلے کو مذاکرات کے ذریعہ سلجھایا جائے۔ مہاراجہ کشمیر نے مسلمانوں پر انتہائی مظالم شروع کر دیئے تھے۔ ریاست میں ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ سینکڑوں مسلمان عورتیں جبراً چھین لی گئیں۔ ان انسانیت سوز مظالم کی وجہ سے ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو پاکستان آنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ڈوگروں، سکھوں اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے ہتھیار بند جتھوں نے خانماں برباد اور نہتے مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم توڑے جو انسانیت تہذیب وتمدن اور شائستگی کے چہرے پر بدنما داغ ہے۔ ریاستی اور ہندوستانی فوج ان جتھوں کی باقاعدہ امداد کر رہی ہے۔ اس تمام کارروائی کا مقصد یہ ہے کہ طاقت سے کشمیر کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا جائے

ڈوگرہ اور ہندوستانی فوجوں نے صرف ریاستی مسلمانوں پر ظلم وتشدد ہی نہیں کیا بلکہ

پاکستان کے علاقہ میں داخل ہو کر بھی متعدد جگہ پر حملے کئے اور یہ سلسلہ آج تک جاری رہے حکومت پاکستان نے پوری کوشش کی کہ حکومت کشمیر سے مذاکرہ کے بعد یہ معاملہ طے ہو جائے۔ لیکن مہاراجہ ہندوستان میں شامل ہونے کا عزم کر چکا ہے۔ لہٰذا ہر بار بے معنی بیانوں سے مذاکرات کی تجاویز کو نظر انداز کر دیا گیا۔ لطف یہ ہے کہ پاکستان میں جوناگڑھ کے شمول پر حکومتِ ہند نے جن اصولوں کی بناء پر اعتراض کیا تھا۔ ہندوستان میں کشمیر کے شمول پر انہی اصولوں کی خوب مٹی پلید کی گئی۔ ہندوستان نے اس سلسلے میں پاکستان سے مشورہ کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ کشمیر میں ہندوستانی فوج مسلمانوں کو بری طرح کچل رہی ہے۔ حالانکہ یہ واضح ترین حقیقت ہے کہ کشمیر کے ان حالات کا پاکستان کی سلامتی پر گہرا اثر پڑ رہا ہے۔

ہندوستانی طیارے صرف عوام کو ہی بمباری کا نشانہ نہیں بنا رہے بلکہ انہوں نے پاکستان کے علاقہ پر بھی بے باکی سے بمباری کی ہے کوہالہ کے پل کے قریب پاکستان کے علاقہ پر بم پھینکے گئے اس کے بعد ضلع ہزارہ میں گڑھی حبیب اللہ میں پولیس کی چوکی پر سٹین گنوں سے گولیاں برسائی گئیں۔

ہم پہلے اشارتاً اس کانفرنس کا ذکر کر آئے ہیں جو کشمیر کے اعلانِ شمولیت کے فوراً بعد لاہور میں طلب کی گئی تھی۔ اس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ قائد اعظم کی تجویز کے مطابق اسے ۲۹ر اکتوبر کو لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں پاکستان کے گورنر جنرل، وزیر اعظم، ہندوستان کے گورنر جنرل، وزیر اعظم اور کشمیر کا راجہ اور وزیر اعظم شریک ہونے والے تھے اور جو بعد میں پنڈت نہرو کی علالت کے باعث ملتوی ہو گئی۔ پھر یکم نومبر کو بھی یہ کانفرنس نہ ہو سکی۔ کیونکہ پنڈت نہرو نہیں آئے تھے۔ البتہ مذکورہ تاریخ کو لاہور میں حضرت قائد اعظم اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے درمیان ملاقات ہوئی جس میں قائد اعظم نے حسب ذیل

تجاویز پیش کیں :۔

۱۔ حکومت ہائے ہندوستان و پاکستان دونوں ڈومینینوں کو اس امر کا مکمل اختیار دیں کہ وہ کشمیر میں مشترکہ مساعی سے امن قائم کریں۔

۲۔ دونوں حکومتیں اعلان کریں۔ کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر کشمیر سے ہندوستانی فوجیں اور قبائلی نکل جائیں گے۔

۳۔ دونوں گورنر جنرل مشترکہ کوششوں سے حالات کو درست کریں۔ اور انتظامات کو اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔

۴۔ دونوں گورنر جنرلوں کی نگرانی میں بلا مزید تاخیر استصواب رائے کا انتظام کیا جائے۔

اگرچہ حکومتِ پاکستان نے قبائلیوں کی دشمنی مول لینے پر یہ تجاویز پیش کیں۔ جو کشمیر میں برسرِ پیکار تھے۔ اور جن کے عزیز و اقارب کو ریاست میں نقصانات اٹھانے پڑے۔ سرحدی قبائل پاکستان کے ماتحت نہیں۔ اور نہ ہی وہ حکومتِ پاکستان کی رضامندی سے کشمیر میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ مہاراجہ کے مظالم سے مشتعل ہو کر کشمیر میں داخل ہو گئے۔ بایں ہمہ حکومتِ پاکستان نے اپنی نیک نیتی کے اثبات میں یہ تجاویز پیش کر دیں۔ لیکن حکومتِ ہندوستان پر ان تجاویز کا اثر نہ ہوا۔ اور سرکاری طور پر جواب دینے کی بجائے پنڈت نہرو نے ایک نشری تقریر میں کشمیر کے معاملے کا مبہم اور گول مول حل پیش کیا جس میں استصواب رائے کا ڈھول تو پیٹا گیا۔ لیکن ان تجاویز کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ جب حکومتِ ہند کو یاددہانی کی گئی تو جواب میں انڈین گورنمنٹ نے ان تجاویز کو ماننے سے انکار کر دیا۔

حکومتِ ہند کے جواب سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کشمیر کے معاملے کو بزورِ شمشیر حل کرنا چاہتی تھی۔

لیکن تلوار کا جواب بات سے نہیں، تلوار سے دیا جاسکتا ہے، مجاہدین کا ایک ریلا آیا اور ڈوگرہ فوج خس وخاشاک کی طرح بہ نکلی۔ میر پور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس بھاگ گیا اور مجاہدین نے ۷ر نومبر کو میر پور شہر کا نصف حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اُدھر گلگت کے مجاہد اٹھے اور انھوں نے پورے زور سے سری نگر کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ایک انگریزی روزنامہ "ڈیلی ایکسپریس" کا نمایندہ جنگ کے عینی مشاہدات قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مجاہدین کی لاریاں دو میل سے کشمیر کی طرف جا رہی ہیں۔ یہ پٹھان والہانہ انداز میں نعرے بلند کر رہے ہیں۔ چنانچہ جس پہاڑی سے وہ گزریں اللہ اکبر کے نعروں سے وہ علاقہ گونجنے لگتا ہے۔ پچاس ہزار قبائلی اس جہاد میں شریک ہیں۔ میں کرنل شاہ پسند خاں (جو شاہ امان اللہ کے سابق فوجی ایڈی کانگ ہیں) کے پاس بیٹھا بات چیت کر رہا تھا کہ پٹھانوں کی مزید ۴۵ لاریاں دیکھیں۔ ان کے چہروں سے غصہ ٹپک رہا تھا۔ لیکن ان کی غضبناک نگاہیں یہ صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ سکھ اور ڈوگرہ فوج کا قلع قمع کر دیں گے۔ ان تنومند اور جفاکش مجاہدین کو کشمیر پہنچنے سے قبل دو سو میل پیدل سفر کرنا پڑتا تھا لیکن شوقِ جہاد میں انھوں نے دِنوں کی منزلیں گھنٹوں میں طے کیں۔ ان کے سپہ سالار میجر جنرل خورشید انور ہندوستانی فوج میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکے ہیں۔ میجر اسلم خاں ان کے ڈپٹی ہیں، جن کی عمر کوئی تیس سال کے قریب ہو گی۔ ان پٹھانوں نے ہندوستانی فوج سے بے شمار اسلحہ چھین لیا ہے اور اس کی تعداد کا انداز صرف اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ کارتوس کا کوئی گاہک ہی نہیں ملتا۔

مجاہدین کی پیشقدمی کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے ۸ر نومبر ۱۹۴۷ء تک راجوری پر مکمل قبضہ کر لیا۔ صوبہ سرحد کے وزیر اعظم نے ایک نشری تقریر میں آزاد فوجوں سے پوری

ہمدردی کا یقین دلایا۔ چنانچہ مشرقی افغانستان کے قبائل نے بھی کشمیر میں مسلمانوں کے قتلِ عام کا بدلہ لینے کا اعلان کر دیا۔ اب آزاد فوجوں کی اور ڈھمار میں بندھی چنانچہ بارہ مولا کو واپس لینے کے لئے طرفین میں خوب معرکہ ہوا۔ دشمن کا لشکر پسپا ہوتا چلا گیا۔ کئی سپاہی ہلاک اور ان گنت زخمی ہو گئے۔ مجاہدین نے اس محاذ کے ساتھ ہی نوشہرہ کے لئے بھی جان کی بازی لگا دی۔ دشمن کا مقابلہ خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ بے کس و مظلوم و مجبور آگے بڑھتا لیکن اس کے پاؤں لغزش کھا جاتے۔ اس کا حوصلہ بلند تھا لیکن اس کو اپنی غربت کا خیال آتا تو اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ مقابلہ حق و باطل کا تھا۔ جب مفلوک الحال کشمیری کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک ایسے صحرا میں کھڑا ہے جس میں تیز و تند آندھیاں آ رہی ہیں اور قریب ہے کہ اس کو اڑا لے جائیں۔ ہر لمحہ نازک تھا کہ آنے والا دور اس کی حیات و موت کے فیصلہ کا منتظر تھا۔ عین اس وقت ایک امریکن سارجنٹ بین الاقوامی بریگیڈ میں شامل ہو گیا۔ خان عبدالقیوم خان نے چترال، سوات اور امب کی ریاستوں کے علاوہ آزاد قبائل کو اس جنگ میں شریک ہونے پر مبارکباد دی۔ اب سب نے مل کر ان زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کی جس میں سو سال سے مسلمان کی ہڈیاں سڑ رہی تھیں۔ جمعیۃ اخوان المسلمین کے قائد شیخ حسن البنا نے وزیر اعظم پاکستان کے نام ایک ذاتی پیغام میں کہا کہ پاکستان اپنے تئیں تنہا محسوس نہ کرے۔ تمام عالم اسلام اس کے ساتھ ہے۔ یہی وہ ایک کڑی ہے جس سے آج یہود نواز ادارہ اقوام متحدہ کے ایوان بھی لرزاں ہیں۔ حکومت آزاد کشمیر نے اپنے دار الخلافہ سے ۲۲ نومبر کے اعلان میں بارہ مولا کے محاذ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مجاہدین کی گشتی سرگرمیاں جاری ہیں اور میرپور میں ہندوستانی دستوں کو پیچھے دھکیلا جا رہا ہے۔ ہندوستانی طیاروں نے کوہالہ کے پل پر شدید بمباری کی اور راولپنڈی سری نگر روڈ پر کئی ایک مقامات کو تباہ کر دیا۔ جموں اور کشمیر کا کچھ علاقہ ہری سنگھ کی حکومت

کے زیرِ اثر تھا وہاں شیخ عبداللہ نے عام گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے۔ ڈوگرے اس کام میں پہلے سے ہی طاق ہیں۔ پرچہ دکھایا نہ کوئی بات کی۔ صرف سنگین کا اشارہ کیا اور کسی شخص کو بلا حیل و حجت زندان میں ڈال دیا۔ غزنی کے پٹھانوں نے بھی اس جبر و تشدد کے المناک واقعات سُنے تو خون نے جوش مارا وہ بھی تانیں اُڑاتے ملتان پہنچے۔ شہر کے بازاروں میں پریڈ کی اور اپنے پیر و مرشد سے کشمیر جانے کی اجازت طلب کی کہ آج وہاں فتحِ سومنات کی تیاریاں ہو رہی ہیں ذرا ہمیں بھی دورِ محمود کی تاریخ دُہرانے کی اجازت ملے۔ اُدھر ہندوستانی طیاروں کی سُنیئے۔ سردار محمد ابراہیم سر حکومتِ آزاد کشمیر ۲۳ نومبر کو مظفر آباد پہنچے اور عوام نے ایک جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی لیکن ان پر بمباری شروع کر دی گئی۔ مشین گن سے اتنی گولیاں برسائی گئیں کہ توبہ ہی بھلی۔ آخر جلسہ کچھ وقفے کے لیئے ملتوی کر دیا گیا۔ ہندوستانی طیارے یہ سمجھے کہ بڑی فتح ہوئی لیکن جب واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ جلسہ بمباری کے بعد بھی کافی عرصہ تک جاری رہا ہے

ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
اللہ کو پامردیٔ مسلم پہ بھروسہ

مجاہدین اور مشتعل ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اوڑی پونچھ روڈ پہ ہندوستانی فوج کی ایک کمپنی کا صفایا کر دیا۔ ۲۶۔ فوجی بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دیں۔ دشمن حملہ کی تاب نہ لاکر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ گوریلا جنگ اور شبخون کی سکیم پہ عمل شروع تھا۔ چنانچہ ۲۵ نومبر کو وزارتِ حربیہ ہندوستان نے اپنے ایک اعلان میں مجاہدین کی پیشقدمی کا ذکر کیا کہ انہوں نے ہماری فوجوں پر چھپ کر گولیاں برسانی شروع کر دی ہیں جس کی وجہ سے ہندوستانی فوجوں کے لیئے آگے بڑھنا ممکن نہیں رہا۔ اوڑی کے محاذ کے علاوہ مجاہدین نے پونچھ کا اچھی طرح سے محاصرہ کرنے کے بعد ہندوستانی فوج کے ذرائع رسل و رسائل منقطع کر دیئے۔

پنڈت نہرو نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ہماری فوجوں کی پیشقدمی بہت سست ہے کیونکہ ہمیں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان نے ہماری کارروائی کو ایک فراڈ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے لیکن ہم نے جو اقدام اختیار کیئے وہ جائز اور درست تھے، اور ہمیں تمام دُنیا کے سامنے اسے درست اور صحیح ثابت کرنے کے لئے تیار رہوں۔ پنڈت نہرو کی اس تقریر پر ہم آیندہ چل کر بحث کریں گے۔ ہندوستانی فوجوں کو کشمیر میں کامیابی کا جو گھمنڈ تھا وہ محض خواب بن کر رہ گیا۔ اور جب ہندوستان کو حقیقت کی تلخیوں کا احساس ہوا تو پھر اسے دُوسروں کا سہارا ڈھونڈنے کی فکر ہوئی۔

جہاد کشمیر میں میرپور کی چھاؤنی پر قبضہ مجاہدین کی سب سے بڑی فتح ہے۔ مصری اخبار نویس سید صالح الشادی اور سید عبدالقادر حمزہ نے فتح میرپور کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس محاذ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ ایک اخباری نامہ نگار کی زبانی مفصل رپورٹ سنیئے: میرپور جو صوبہ جموں کا ایک نہایت ہی اہم قصبہ اور چھاؤنی ہے اور جہاں پانچ سڑکیں آکر ملتی ہیں، کل شام آزاد کشمیر کی افواج کے قبضہ میں آگیا، ہندوستانی افواج کے تین ہزار سپاہی بھمبر کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ شام کے پانچ بجے ڈوگروں نے شکست کھا کر شہر کو آگ لگا دی۔ راستے میں موضع کوٹھا اور پوٹھا میں جو مسلمان بھی ان کے ہاتھ لگا اسے شہید کر دیا گیا اور میرپور میں خوفناک آگ کے شعلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف ایک سو عورتیں اور بچے باقی رہ گئے، اخبار نویسوں کی پارٹی چھ بجے میرپور روانہ ہوئی۔ اور انھوں نے راستہ میں یہ روح افزا خبر سُنی کہ میرپور پر مجاہدین کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اس پر ڈرائیور نے ہماری کار کی رفتار تیز کر دی۔ ساڑھے سات بجے ہمیں دُور سے میرپور میں آگ کے شعلے صاف طور پر بھڑکتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ راستہ کی دُشوار گزاری کے

باعث ہم کار سے اُتر کر پیدل اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمیں بم پھٹنے اور گولیاں چلنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں ڈوگروں نے پسپا ہوتے وقت راستہ میں پانچ دیہات جلا دیئے۔ ہم تھوڑے عرصہ کے بعد آزاد کشمیر کی فوجوں کے آخری دستوں تک جا پہنچے جو فتح کی خوشی میں چائے نوش کر رہے تھے، اور ایک دُوسرے کو فتح پر مبارکباد دے رہے تھے مجاہدین نے دُشمن کے کافی اسلحہ پر قبضہ کر رکھا تھا لیکن ان کی اپنی رائفلیں نہایت معمولی اور ناقص تھیں۔ اکثر مجاہدین نے لکڑیاں ہاتھوں میں اُٹھا رکھی تھیں اور وہ اُنھی سے بندوقوں کا کام لے رہے تھے۔ دُشمن سے چھینی ہوئی بندوقیں اور رائفلیں ہی مجاہدین کا سہارا تھیں، لیکن ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے حوصلے بہت بلند تھے، اور وہ اپنی شکست کی صورت میں اسلام کے لئے بے پناہ خطرہ محسوس کر رہے تھے جب ہم ان مجاہدین کے قریب سے گزر گئے تو گولیوں کی زیادہ آوازیں آنے لگیں۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ دُشمن کا محصور دستہ ابھی لڑ رہا ہے۔ جب ہم شہر کے پاس پہنچے تو ہمارے دماغ جلتی ہوئی لاشوں کی بدبُو سے پھٹنے لگے کئی لاشیں راستہ میں پڑی ہوئی تھیں۔ پٹھانوں نے ہمیں ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ پٹھانوں کے چیف کمانڈر عبداللہ جان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ہمیں میرپور کی کامیابی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا:۔

" دو دن ہوئے ہم یہاں پہنچے۔ ہم اسی تلاش میں تھے، کہ کوئی ایسا مقام معلوم ہو سکے جہاں دُشمن کی کمزوری سے فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ آج صبح سات بجے ہم نے دُشمن پر حملہ کر دیا۔ میں نے اپنی ایک پارٹی کو شہر میں گھس جانے کی ہدایت کی۔ صبح آٹھ بجے دُشمن کے طیاروں نے بمباری شروع کر دی۔ دو بجے بعد دوپہر دُشمن کی فضائی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں اور یہ سلسلہ چار بجے شام تک جاری رہا

پانچ بجے تک دشمن کے پاؤں متزلزل ہوگئے اور اس نے شہر کو خالی کرنا شروع کردیا۔ سات بجے دشمن کی فوج کا بیشتر حصہ شہر کو جلا کر اور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد شہر خالی کر گیا تھا، ہمارے چار بہادر اس جنگ میں کام آئے اور دو زخمی ہوئے۔ دشمن کی بمباری سے ہمارا کوئی مجاہد شہید نہیں ہوا، آؤ دشمن کا نقصانِ جان معلوم کرنے کے لئے شہر کا چکر لگائیں۔“

قبائلی سردار نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہی تھے کہ ایک اور بم پھٹا۔ ہم نے شہر میں گشت لگانے کی دعوت قبول کرنے سے اظہارِ معذوری کیا۔ رات کے ساڑھے دس بجے ہم میرپور سے واپس روانہ ہوگئے۔ راستہ میں پٹھان مجاہد فتح کے شادیانے بجا رہے تھے ڈھول بجائے جا رہے تھے، پٹھان فرطِ مسرت میں ناچ بھی رہے تھے، چاندنی رات تھی اور ارد گرد پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں اس فضا میں موسیقی اور ناچ کا منظر پیش کرنے کے لئے نظیر اکبرآبادی سے بہتر منظر نگار کی ضرورت تھی۔ دس منٹ تک ہم یہ منظر دیکھتے رہے اور راستہ میں موسیقی اور ناچ کے امتزاج سے پیدا شدہ رُوح افزا منظر میری آنکھوں کے سامنے رہا اور عمر بھر اسے فراموش کرنا میرے لئے ناممکن ہوگا۔

لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب مجاہدین میرپور میں داخل ہوئے تو اس وقت شہر میں ایک مسلمان بھی موجود نہ تھا۔

سردار محمد ابراہیم خاں نے مجاہدین کے لشکر کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ جموں کٹھوعہ اور دُوسرے دیہات میں مسلمانوں کی تباہی کے متعلق تو آپ پہلے پڑھ آئے۔ لیکن اب ذرا سنیے کہ کشمیر میں محرم کیونکر منایا گیا۔ عاشورہ کے دن ڈوگرہ سپاہیوں نے میرپور پر حملہ کیا جس میں سولہ کے قریب مسلمان شہید ہوگئے۔ مولانا امام بخش کے گھر کو آگ لگادی گئی۔

جامع مسجد بھی آگ کی لپیٹ میں آ رہی تھی کہ آزاد فوج کے غیور مجاہد اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور جان پر کھیل کر گھر کے چراغ کو بجھانے کی کوشش کی جس نے گھر کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میرپور کے سب انسپکٹر پولیس راجہ محمد اقبال خاں اور ڈپٹی کمشنر راجہ سرور خاں بمعہ اعیال گولی کا نشانہ بنا ڈالے گئے۔ ایک تاریخی مسجد کو بھی شہید کر دیا گیا۔ صرف یہی نہیں ہندوستانی فوج کی اندھا دھند بمباری سے بارہ مولا بھی تباہ ہو کر رہ گیا۔

ایک طرف مسلمان ڈوگرہ حکمران کے خلاف مصروفِ جہاد تھے اور دوسری طرف شیخ عبداللہ نے ۲۶ر نومبر کو کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ان مسلمانوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں جو اس وقت جنگِ آزادی میں شریک ہیں۔ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا

مجاہدین نے اپنا جھنڈا تیار کیا اور جب اسے حکومت کے ہیڈ کوارٹر پہ لہرایا گیا تو جوشِ مسرت سے ڈبڈبائی آنکھوں نے اس کا خیر مقدم کیا، ہر دل سے دعا نکلی، کئی ایسے تھے جنہوں نے اس پرچم کو پہلی سلامی اتاری کئی ایسے تھے جو اسے آخری سلام کہنے کے لئے آئے میدانِ جنگ میں اس ہلالی پرچم کے سایہ میں کچھ شہید ہوئے کئی لاشوں کے انبار سے گزرتے فاتحانہ انداز میں بڑھتے گئے — پرچم کیا تھا لاکھوں کشمیریوں کا نشانِ آزادی — نصف حصہ میں سفید اور سبز رنگ کی چار چار دھاریاں، سفید وادیٔ کشمیر کو سیراب کرنے والے چار دریاؤں اور سبز چار منطقوں، وادیٔ کشمیر، جموں، لداخ اور شمالی مغربی علاقہ کو ظاہر کرتی ہیں۔ بالائی نصف کی مزید تقسیم کر دی گئی جس میں ایک اقلیتوں اور دوسرا اسلامی روایات کی علمبرداری کرتا ہے — یہی وہ علم تھا جو کوچی قبائل کا لشکرِ جرار ہاتھ میں لئے میرپور سے جموں کی طرف بڑھا۔

شیخ عبداللہ نے کہا تھا کہ پاکستان کی قبر کشمیر میں کھودی جائے گی۔ کوچی قائد سردار کشمیر اخاں نے للکارا نہیں، ہندوستانی فوج کے اقتدار کا جنازہ جموں میں ہی نکالا جائے گا۔

میرپور میں اعلیٰ افسروں کو گولی سے اُڑا دیا گیا تھا، آزاد حکومت کشمیر نے وہاں اپنے مسلمان افسر مقرر کر دیئے۔ کوٹلی اور نوشہرہ میں طرفین کے فوجی دستے موقع کی تلاش میں تھے۔ مجاہدین نے ہندوستانی فوج کی آنکھ میں دھول ڈالی اور اوری کوٹلی روڈ کو بالکل کاٹ دیا۔ جب کوئی اور پیش نہ چلی تو ہندوؤں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مجاہدین کو رُوسیوں کی مدد حاصل ہو رہی ہے۔ حالانکہ ۲۷ر نومبر کو ماسکو ریڈیو کی ایک اُردو تقریر میں ہندوستانی سوشلسٹ لیڈروں پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔ اناؤنسر نے ان لیڈروں کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ یورپ کے سوشلسٹوں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور کشمیر میں عوام کی جدوجہد کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ خان عبدالقیوم خاں نے پھر ایک بیان میں ان الزامات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ انڈین یونین کو مسلم اکثریت کی خواہش کے خلاف کشمیر کے معاملہ میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔ لیکن پنڈت نہرو اور ان کی حکومت طاقت کے نشہ میں سرشار تھی، یہ تہیہ کیا گیا کہ کشمیر کی مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر کے ڈوگرہ حکمران کی مدد کی جائے کہ وہ پھر ایک سو سال تک اپنی گدی پر قابض رہ کر تاریخ کے روح فرسا واقعات کو دُہرا سکے۔ جس وقت شیخ عبداللہ پر راجہ ہری سنگھ کے خلاف بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تو پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ مطلق العنان ڈوگرہ حکمران نے چند لوگوں کے لئے ہزاروں کے مفاد کو قربان کر دیا اور بدقسمت کشمیریوں کو ناجائز طور پر دبا کر انھیں مصیبت و غربت میں مبتلا کر دیا ہے۔ لیکن اب آپ اسی ڈوگرہ حکمران کی حمایت میں انھی خستہ حال کشمیریوں کے خلاف نبرد آزما تھے!

کشمیر کی جنگِ آزادی چھ سو میل لمبے محاذ پر لڑی جا رہی تھی۔ آزاد فوجوں نے دنوں میں ہی نصف ریاست کو اپنے تصرف میں لے لیا اور ہری سنگھ کی حکومت کے مقابلہ میں نیا نظم و نسق قائم کیا۔ آزاد علاقہ میں کوئی دس ہزار کے قریب غیر مسلم بھی ہوں گے جنھیں مساوی حقوق حاصل تھے کسی کی کیا مجال کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ جائے۔ یہ پٹیالہ، فرید کوٹ یا نابھہ نہیں تھا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کا کیمپ دیکھا رات کے اندھیرے میں بھیڑیوں کی طرح حملہ کر دیا۔ آزاد کشمیر حکومت نے انھیں پناہ دے رکھی تھی اس لیئے ان کے جان مال اور عزت و آبرو کی تمام ذمہ داری حکومت پر تھی۔ ہندوستانی فوجیں بارہ مولا، پونچھ کی سڑک کے ارد گرد نو ہزار فٹ اونچی پہاڑیوں پر مورچے لگائے پڑی تھیں۔ مجاہدین نے ۲۲ نومبر کو چھ مشین گنوں اور تین انچ دہانے والی توپوں سے اس پر حملہ بول دیا۔ پہاڑیوں کو تین اطراف سے گھیر کر ان فوجوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہندوستانی فوجوں نے دستی بم اور ہلکی مشین گنوں کی امداد سے انھیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ مجاہدین نے پیچھے ہٹ کر از سر نو تیزی سے حملہ کیا جس میں ہندوستانی فوج کے کئی سپاہی ہلاک ہو گئے۔ سردار محمد ابراہیم نے ۲۹ نومبر کے بیان میں بتایا کہ سپلائی کا انتظام کرنے والے سکھ دستوں میں کہرام مچ گیا ہے۔

اگر مرنا ہے اے مسلم تو یوں مر صحنِ مقتل میں
اِدھر بسمل تڑپتا ہو اُدھر قاتل پھڑکتا ہو

ماسٹر تارا سنگھ سیاسیاتِ ہندوستان میں ایک دلچسپ شخصیت ہیں۔ انتخابات کے بعد جب پنجاب میں وزارت کے قیام کا مسئلہ درپیش تھا تو ماسٹر جی اسمبلی ہال کے سامنے اپنی کرپان نکال کر کھڑے ہو گئے اور اعلانیہ مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ ان کے بھائی بند پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ ماسٹر جی کا اشارہ پاتے ہی پنجاب میں فسادات شروع کرا دیئے۔ امرتسر جالندھر

لاہور اور اس کے علاوہ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر دیہات میں قتل وغارت کی وارداتیں شروع ہو گئیں اور پنجاب دِنوں میں تباہ ہو کر رہ گیا۔ ماسٹر تارا سنگھ ہر وقت یہی سوچتے رہتے کہ جنگ کس سے ہو اور کب ہو، سکھوں کے عہد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک دن کچھ خالصہ سردار باہر سیر کو نکلے راستہ میں چند مسلمان نظر آئے۔ سکھا شاہی کا دور تھا۔ جھٹ ان پر لپکے اور سب کچھ چھین لے گئے۔ طرّہ یہ کہ اس پر انھیں سزا کا حکم سُنا دیا گیا۔ ان بیچاروں نے پوچھا کہ اس میں ہماری خطا کیا ہے، ہم تو بے گناہ ہیں۔ جواب ملا تم خطا نہ کروگے تو کیا ہم سزا نہ دیں گے؟ کشمیر کا قضیہ پاکستان اور ہندوستان میں تھا لیکن یکم دسمبر ۱۹۴۸ء کو ماسٹر تارا سنگھ نے ایک پریس کانفرنس میں اپنے خیالات کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور ہندوستان میں ضرور جنگ ہوگی۔ پاکستان خفیہ طور پر کشمیر کے راستے ہم پر ناگہانی طور پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں کسی وقت کشمیر کو نہیں بھولنا چاہیے۔ تاریخ داں ماسٹر تارا سنگھ کو ہلاکو اور چنگیز کے نام سے یاد کریں گے ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ پنجاب میں قتل وغارت کی تمام ذمہ داری ماسٹر تارا سنگھ اور گورنر گلانسی پر ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے ہم کسی دوسری بحث میں مستند شہادتیں پیش کریں گے!

وزارتِ حربیہ کے یکم دسمبر کے اعلان کے مطابق مجاہدین نے اکھنور اور بھمبر کے درمیان خندقیں کھود کر ہندوستانی دستوں پر حملے شروع کر دیئے۔ اوری کے مغرب میں کئی حملے کئے گئے۔ دراصل اس وقت اکھنور اور بھمبر کے درمیان جو محاذ قائم ہو چکا تھا اس میں طرفین نے زبردست سرگرمی دکھائی۔ آزاد فوجوں نے اس محاذ کے علاوہ راجوری کے جنوب میں جمع ہو کر اور ایک طرف سے حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہری سنگھ کی حکومت نے تسلیم کیا کہ ہندوستانی اور ڈوگرہ فوج کو کوٹلی خالی کر دینا پڑا۔ اس شہر سے پاؤں اُکھڑنے کے

بعد ان فوجوں کو جھانگڑ میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک ڈوگرہ افسر نے بتایا۔ کہ یہ ایک جنگی تدبیر تھی۔ لیکن مجاہدین نے بھی جھانگڑ کے جنوب میں مورچے لگا دیئے اور نوشہرہ کے جنوب مغرب میں کافی فوج بھیج دی۔ سب سے پہلے کٹھیالہ پر حملہ کیا گیا جہاں سے ڈوگرہ سپاہی بھاگ نکلے۔ اس کے بعد دیوا بٹالہ کے مقام پر آزاد فوجوں نے جمع ہونا شروع کر دیا جو دریائے توی کے عین کنارے پر واقع ہے۔ ریاستی فوجوں کو اب جموں کا خطرہ پیدا ہو گیا چنانچہ انھوں نے سوچیت گڑھ اور اس کے نواحی دیہات جو جموں سے جنوب کی طرف جموں سیالکوٹ روڈ پر ہیں، خالی کر دیئے۔ نوشہرہ اور جھانگڑ میں ایک ہزار کے قریب باقی فوجی موقع کی تلاش میں کھڑے تھے۔ ڈنگی میں تین سو کے قریب مجاہد جمع ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان فوجوں نے بھمبر اور اکھنور کے درمیان کالت اور ٹچوال کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جو جموں سے ۲۲ میل پر واقع ہے۔ ہندوستانی طیاروں نے میر پور، باغ اور پونچھ کے علاقوں پر پرواز کی لیکن انھیں اپنی فوجیں اتارنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ مجاہدین فتح و نصرت کے شادیانے بجاتے جموں سے دس میل کے فاصلہ پر پہنچ گئے۔ اس سے ہندو اور سکھوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ وہ جموں سے مشرقی پنجاب بھاگنے شروع ہو گئے۔ اس بھگدڑ میں وہ لوگ بھی ہری سنگھ کا ساتھ چھوڑ گئے جنھیں راجہ نے درآمد کیا تھا۔ چونکہ دار الخلافہ کو خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے سرکاری دفاتر کا ضروری ریکارڈ جموں سے پٹھان کوٹ منتقل کر دیا گیا جنرل طارق نے موقع کو غنیمت سمجھ کر پوری شدت سے حملے کا حکم دے دیا چنانچہ اوری۔ اکھنور اور جھانگڑ میں دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ دست غیب کی مدد سے مجاہدین نے اکھنور فتح کر لیا۔ اس میں تین سو کے قریب ڈوگرہ اور ہندوستانی فوج ہلاک ہو گئی۔ آزاد فوجوں نے دس خندقی توپیں، ۴۷ برین گنیں، سینکڑوں رائفلیں اور بارود کا ذخیرہ دشمن سے

چھین لیا۔ مجاہدین نے ۳ر دسمبر سنہ ۴۷ء کو اکھنور کا محاصرہ کیا اور دو دن میں ہندستانی فوج کا قلع قمع کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے شکرانہ کے نوافل پڑھے گئے

اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر

اللہ اکبر و للہ الحمد

کمانڈر نے امامت کے فرائض سر انجام دیئے۔

ڈوگرہ فوج شہر خالی کرتے وقت دو مسلم محلوں کو جلا کر خاکستر کر گئی۔ آزاد فوجوں کے کمانڈر نے شہر کا دورہ کیا تو پتہ چلا کہ ستر نی صد مسلمان شہید کئے جا چکے ہیں۔ مجاہدین نے اس ہندوستانی دستے کا تعاقب شروع کر دیا جو جموں کی طرف بھاگ رہا تھا۔

اوڑی کے محاذِ جنگ کے متعلق "اجیت" امرتسر کا عینی شاہد ۵ر دسمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے :۔

"۔ ۔ ۔ ۔ نواحی پہاڑیاں دشمن کی باقاعدہ فائرنگ سے گونج رہی تھیں ششدر تھا کہ کیوں ہماری فوجوں نے ان پہاڑیوں کو حملہ آوروں سے پاک وصاف نہیں کیا۔ اور کیوں یہ دوسیل کی طرف پیشقدمی نہیں کر رہیں۔ چونکہ حملہ آور دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس لئے میں نے برگیڈیر سے پوچھا کہ حملہ آور کہاں ہیں؟ برگیڈیر نے جواب دیا۔ کہ اور کوئی سوال پوچھئے۔ یہ تو مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں پر ہیں۔ لگاتار کئی راتوں سے حملہ آور ہماری فوجوں پر شبخون مار رہے تھے۔ اور ہم ہر دفعہ عظیم نقصانات اُٹھانے کے بعد خاموش ہو رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہماری فوجیں حملہ آوروں کو ان کے ٹھکانوں سے نہ ہٹا سکیں۔ ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ہماری فوجوں

کو ابھی تک یہ معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ دشمن ہیں کہاں پر ......

...... اس علاقہ کی مقامی آبادی کا رویہ ہندوستانی فوجوں کے سخت خلاف ہے۔ وہ حملہ آوروں کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے راز بتاتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن ہماری پوزیشن سے مکمل واقفیت رکھتا ہے۔ لیکن ہم دشمن کے حالات سے اندھیرے میں ہیں ...... اوڑی کے لوگ حملہ آوروں کو خوراک مہیا کرتے ہیں اور انھیں قیمتی اطلاعات بہم پہنچاتے رہتے ہیں لیکن جب ہم ان سے حملہ آوروں کے ٹھکانوں کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں تو ان کے لبوں پر مہرِ خاموشی لگ جاتی ہے۔

پہلے تو ان لوگوں کو دہلی اور سری نگر میں رہنے والے لوگوں کی نسبت حملہ آوروں کے عزائم سے زیادہ واقفیت ہے۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ حملہ آور ہارے نہیں ہے اور نہ ہی وہ پسپا ہو رہے ہیں دیگر ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ حملہ آور ابھی تک کشمیر میں دھڑا دھڑ داخل ہو رہے ہیں ...... اُوڑی کے باشندے پاکستان کے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے حملہ آوروں کی امداد نہیں کر رہے بلکہ وہ اس لئے حملہ آوروں کی پشت پر ہیں کہ صرف ایسا کرنے سے ان کا جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ رہ سکتی ہے۔"

۶ر دسمبر کو پنڈت نہرو نے جموں کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب رونے سے کچھ نہیں بنے گا۔ عملی طور پر میدان میں آگے آئیے —— قدرت دیکھ کر مسکرانے لگی ——

تینوں محاذ پر جنگ کی وسیع تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ مجاہدین نے نوشہرہ اکھنور روڈ پر دشمن کی لاریوں کے قافلہ پر حملہ کر کے ۱۴ لاریوں کو تباہ کر دیا۔ محاذِ جموں کی اطلاعات کے مطابق ان کا پہلا دستہ نہر پرتاپ کو عبور کر گیا ــــ آزاد کشمیر گورنمنٹ نے باعزت سمجھوتے کی عدم موجودگی میں جنگ جاری رکھنے کا اعلان کر دیا ــــ ۸ر نومبر تک طرفین کی گشتی سرگرمیاں جاری تھیں لیکن شدید برفباری کی وجہ سے کوئی خاص معرکہ نہ ہوا۔ تقسیمِ فلسطین کا فیصلہ ہوا تو ارضِ مقدس میں کئی تصادم ہوئے، عرب ممالک نے بھی فلسطین کی آزادی کے لئے علمِ جہاد بلند کر دیا ــــ

فن لینڈ کے ایک انجینیر مسٹر ایکلینڈ ۹ر دسمبر ۴۷ء کو بین الاقوامی برگیڈ میں شامل ہو گئے

ڈوگروں کے مظالم تو اس وقت تک بھی جاری تھے۔ چنانچہ کوٹلی کے قریب ایک نوجوان مسلم عورت کو بالکل ننگا کر دیا گیا۔ اور اسی حالت میں اسے بازاروں میں گھمایا گیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ بعد میں یکے بعد دیگرے اس کے تمام اعضا کاٹ دیئے گئے اور ایک خنجر سے اس کے ماتھے پر "پاکستان" لکھ دیا گیا۔ اور اسے شہر کے باہر ایک درخت . . . سے لٹکا دیا گیا۔ دس دوسرے نوجوان مردوں کو مضبوط رسوں سے ایک لاری سے باندھ کر پوری تیزی سے چلا دیا گیا یہ بیچارے گھسٹنے کی حالت میں جاں بحق ہو گئے۔ اسی طرح ہزاروں مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد ہلاک کیا گیا۔ ان کا قصور ظالم ڈوگروں کی نظر میں فقط یہ تھا کہ وہ مسلمان ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے عظام میں کشمیر اور جوناگڑھ کے مسئلہ پر گفت و شنید جاری تھی۔ کراچی اور لاہور میں کئی نشستیں ہوئیں لیکن معاملہ نشستند و گفتند و برخاستند تک ہی محدود رہا۔ مجاہدین نے ۱۵ر نومبر تک اوڑی کے محاذ پر دشمن کی تین چوکیاں چھین لیں۔ ڈیڑھ سو سپاہی ہلاک کئے اور بے شمار لاریاں اور ٹینک تباہ کر دیئے۔ شیخ عبداللہ ان ناکامیوں پر

جھلا اُٹھے۔ آخر بڑی دوڑ دھوپ کے بعد خواجہ عبدالسلام دلال کو گرفتار کر لیا کہ وہ حکومت کے خلاف خفیہ سازش میں شریک ہیں۔ لوگوں نے مظاہرہ کیا تو سری نگر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ مجاہدین نے ۱۴ دسمبر تک اوڑی کے محاذ پر دشمن کے چار اہم جنگی مقامات چھین لیے۔ کوٹلی کے جنوب میں ہندوستانی فوج کے دانت کھٹے ہو گئے۔ چنانچہ آزاد فوجوں نے نوشہرہ اور کوٹلی کے درمیان دشمن کے کافی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ملک گل بادشاہ کھٹائی کی ہدایت کے مطابق جموں کے محاذ پر مجاہدین بدستور پیشقدمی کرتے صرف چھ میل تک پہنچ گئے۔ شیخ عبداللہ بدحواس ہو چکے تھے۔ سری نگر میں ایک تقریر کہ ڈالی کہ ہم پاکستان کو تلوار کا جواب تلوار سے دیں گے۔ بڑی دلیری دکھائی۔ لیکن مقابلہ کٹھن تھا۔ آزاد کشمیر حکومت نے بہادری دکھانے والوں کے لئے تین تمغے دینے کا اعلان کر دیا —— ہلال کشمیر، ستارہ پونچھ اور آرڈر آف دی میرٹ —— اس کا اثر یہ ہوا کہ حکومت ہندوستان نے تمام اخبارات پر پابندی عائد کر دی کہ وہ مجاہدین کی فتح کے متعلق کوئی رپورٹ شائع نہ کریں۔ اوڑی کے محاذ پر ۱۶ دسمبر کو جو مڈبھیڑ ہوئی اس میں مجاہدین نے دشمن کے گشتی دستہ پر حملہ کر کے اسے سخت جانی نقصان پہنچایا۔ مجاہدین کی اس فاتحانہ پیشقدمی سے جموں اور اس کے نواحی علاقوں میں سراسیمگی پھیلنے سے ہزاروں غیر مسلم راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ برما کے مشہور انجینیر آر۔ اینڈرس، انڈین ایرفورس کے سابق آفیسر مسٹر نویل گرین اور اینگلو اورینٹل کالج میں عربی کے پروفیسر محمد الاعرابی نے بین الاقوامی برگیڈ میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ پوچھیں گے کہ غیر ملکی جہادِ کشمیر میں کیوں دلچسپی لے رہے تھے اس کا جواب برگیڈیر رسل ڈی ہیٹ کی زبانی سنئے آپ نے ریڈیو پاکستان لاہور سے ۱۷ دسمبر کو ایک نشری تقریر میں بتایا کہ میں کابل میں بطور

انجنیر کام کر رہا تھا۔ لیکن کام دلچسپ نہیں تھا۔ اس لئے میں تقدیر آزمائی کے لئے پاکستان میں نکل آیا اور آخر نومبر میں آزاد افواج میں شامل ہو گیا۔ ابتدا ان دیکھے خطرات اور حوادثات کا اشتیاق مجھے آزاد افواج میں کشاں کشاں لے گیا لیکن بعد میں جب میں نے آزاد افواج کے سپاہیوں اور افسروں سے واقفیت حاصل کر لی۔ اور ان کے ایمان اور یقین اور ان اسباب سے آگاہ ہوا۔ جن کی بنا پر وہ سب متحد ہو کر اپنے وطنِ عزیز کی حفاظت کے لئے میدانِ جہاد میں نکلے تھے۔ تو خود میرے دل میں بھی انہی جذبات نے گھر کر لیا اور میں بھی اپنے مقصد کی حقانیت کے متعلق اسی پختہ ایمان سے ان کے دوش بدوش لڑنے لگ گیا۔ اس جنگ نے اکثر میرے دل میں امریکن جنگِ آزادی کی یاد تازہ کر دی۔ کیونکہ یہ جنگ بھی عوامی اور جمہوری حکومت قائم کرنے اور ظالم کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے لڑی گئی تھی۔

آزاد فوجیں کشمیر میں جو لڑائی لڑ رہی ہیں وہ حقیقی معنوں میں ظلم اور استبداد کی طاقتوں کے خلاف انصاف اور آزادی کی خاطر عوام کی ایک جد و جہد ہے۔ شاید آپ خود ہی اندازہ لگا لیں گے کہ اس شقاوت، جور اور تعدی کی کیا انتہا ہو گی جس نے کشمیریوں جیسی امن پسند اور خاموش قوم کو جھنجھوڑ کر آمادۂ جہاد کر دیا۔ میں نے بیشتر متاثرہ علاقوں کا مشاہدہ کیا ہے اور ان میں سے کئی مورچوں پر میں نے دو بدو لڑائیوں میں شرکت کی ہے۔ میں نے ہر جگہ اجڑے ہوئے مسلم دیہات دیکھے جنہیں ڈوگرے تباہ کر گئے تھے اور جن کے مکانات زمین کے برابر کر دیئے گئے جن کی عورتوں کو اغوا کر لیا گیا جن کی فصلوں کو جلا دیا گیا۔ اور جو خود پہاڑیوں میں بھاگ کر اپنی جانیں بچانے پر مجبور ہوتے اور جانبِ مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو کر آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔

کم پوش، فاقہ مست اور بے سروسامان آزاد فوجوں نے معجزانہ کارنامے کر کے دکھائے ہیں۔ بتدریج اور انتہائی پامردی سے وہ ظالموں کو اپنے ملک سے دھکیل رہے ہیں۔ آزاد فوجیں اپنے ایمان اور اخلاقی قوت کے بل بوتے پر اس وقت تک لڑنے کا عزم کئے ہوئے ہیں جب تک کہ ان کی سرزمین سے غیر ملکی تسلط کا نام و نشان تک نہ مٹ جائے۔ ان کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ مشکلات پر ہنستے ہیں۔ ایسے انسانوں کے لئے کوئی کام بھی ناممکن نہیں۔ حکومت ہند اور سابق مہاراجہ کے منظم عساکر کے مقابلہ میں انھوں نے اپنی تمام لڑائیاں صرف اپنے حوصلے اور جرات کے بھروسہ پر لڑی ہیں۔ تمام جدید سامانِ جنگ کی پشت پناہی کے باوجود ناپاک اتحاد اب تک ایک بھی بڑی لڑائی جیت نہیں سکا ہے۔ اور نہ ہی آخری فتح میں آزاد فوجوں کے ایمان و یقین کو متزلزل کر سکا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ کشمیر کی آزادی اور نجات کی اس جدوجہد میں مجھے بھی اپنا حصّہ ادا کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ مَیں بدستور امکانی حد تک ان بہادر سپاہیوں اور مجاہدوں کی مدد کر رہا ہوں جو میرے دوست اور رفیق ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ اس قسم کی جدوجہد کو تمام دُنیا کے آزاد لوگوں کی ہمدردی اور تعاون حاصل نہ ہو۔ مَیں آپ کو الوداع کہنے سے پہلے ایک اقتباس سناؤں گا جو مَیں اکثر پڑھتا رہتا ہوں:-

> ,,آزادی کی جدوجہد سے چاہے وہ دُنیا کے کسی خطہ پر ہو
> تمام انسانیت کی تقدیریں وابستہ ہیں اور آزادی کے
> تمام طلبگاروں کے لئے وہ مشترک فوائد کی حامل ہے۔‘‘

عبداللہ شاہی میں مسلم کانفرنس کے معاونین کی عام گرفتاری شروع ہو چکی تھی۔

خواجہ عبدالسلام دلال کے بعد خواجہ غلام نبی ایم۔ ایل۔ اے اور خواجہ عبدالغنی ایم۔ ایل۔ اے سابق پارلیمنٹری سکریٹری حکومتِ کشمیر سری نگر میں گرفتار کر لئے گئے۔ ہری سنگھ جی جموں میں بیٹھے شیخ کو تھپکی دے رہے تھے۔ لیکن جب حکومت ہندوستان نے اعلان کیا کہ مجاہدین کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی ہے تو راجہ کے جی میں آیا کہ اپنے محل یہاں سے اُٹھاؤں اور بمبئی کی بندرگاہ پر جا بیٹھوں۔ نوشہرہ سے تین میل شمال مغرب میں ایک ہندوستانی دستے کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔ ہندوستان نے اپنی خفت کو چھپانے کے لئے کئی بہانے تلاش کئے۔ آخر چپکے سے کہہ ڈالا کہ اس جنگ میں ۱۹ر دسمبر تک کوئی ۱۴۱ سپاہی ہلاک اور ۱۹۳ زخمی ہوئے۔ لیکن اگر غیر جانبدارانہ طور پر اعداد و شمار فراہم کئے جائیں تو تعداد کئی گنا زیادہ نکلتی۔ اگرچہ مجاہدین کو بارہ مولا سے ہاتھ دھونا پڑا تھا لیکن اس کے سوا ہندوستانی فوج کے ہاتھ اور کچھ نہ لگا۔ جنرل طارق نے کشمیری عوام کے نام ۳۰ر دسمبر کو ایک اپیل جاری کی کہ وہ شہری اور فوجی نظم و نسق کی تعمیر میں حکومت سے ہر ممکن تعاون کریں۔ ادھر حج سے جو کشمیری واپس پہنچے انھوں نے بھی آزاد کشمیر فوجوں میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ سردار محمد ابراہیم نے ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو پریس کانفرنس میں ایک تقریر کی جس کے اہم نکات یہ تھے:۔

۱۔ آزاد کشمیر حکومت کو کشمیر کی جائز حکومت تسلیم کر لینے کے لئے حکومت آزاد کشمیر پاکستان اور دُوسرے آزاد ممالک سے باقاعدہ خط و کتابت کر رہی ہے۔

۲۔ ریاست جموں و کشمیر کا دو تہائی حصہ آزاد کشمیر حکومت کے قبضہ میں ہے جہاں باقاعدہ نظامِ حکومت قائم کیا جا چکا ہے۔

۳۔ مظفر آباد اور پونچھ میں دس ہزار ہندو سکھ پناہ گزین موجود ہیں ان کی پوری حفاظت

کی جا رہی ہے۔

۴۔ آزاد کشمیر حکومت کے بین الاقوامی برگیڈ میں سینکڑوں حریت پسند بہادر شامل

۵۔ قبائلیوں نے کشمیر میں لوٹ مار نہیں کی۔ انڈیا ریڈیو اور ہندوستانی لیڈروں کے الزامات بے بنیاد ہیں۔

۶۔ حکومتِ آزاد کشمیر کے عہدیدار یہ ہیں :۔

سردار محمد ابراہیم (صدر۔ وزیرِ خارجہ۔ مواصلات، جیلیں، پناہ گزین، تعمیرِ اسلامی، انصاف) میجر سید علی احمد شاہ (وزیر دفاع، اسلحہ و لائسنس اسلحہ) سید نذیر حسین شاہ (وزیر خزانہ) چوہدری محمد عبداللہ خاں بھلی (وزیر مال، دیہات سدھار، بجلی، آبپاشی، ریاست سے باہر جائدادیں) مسٹر غلام الدین وانی (وزیرِ تعلیم۔ لوکل سیلف گورنمنٹ، ڈسٹرکٹ بورڈ، تعلقاتِ عامہ، نشریات و اطلاعات۔ ڈرگس، ریسرچ) خواجہ ثناء اللہ (وزیرِ ترقیات، جنگلات، زراعت، سول سپلائیز، تجارت، اندرونی اقتصادی منصوبہ بندی، آثارِ قدیمہ اور ٹرانسپورٹ)

خواجہ صاحب کشمیر کے ایڈوکیٹ بھی ہیں۔ آپ نے لاہور کے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے سردار پٹیل پر یہ امر واضح کیا تھا کہ کشمیر کے ۳۲ لاکھ مسلمان اپنی آزادی کے تحفظ اور بقا کے لیے اس مقدس جہاد کو جو انھوں نے ظالم ڈوگرہ شاہی کے خاتمہ کے لئے شروع کر رکھا ہے، عمر بھر جاری رکھنے کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ ریاست کے راجہ اور نہرو کی حکومت کے لئے پہلے ہی کیا کم مصیبتیں تھیں کہ اب ریاستِ کشمیر کے پُرسکون کشتواڑ اور بھدرواہ کے علاقوں میں بھی عام بغاوت پھیل گئی۔ ہری سنگھ کی رانی اسی علاقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جہاں کی عورتیں اپنے حُسن کے اعتبار سے کوہ قاف کی پریاں کہلاتی ہیں۔ "ملاپ" نے نئی دہلی سے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ اس علاقہ کے حکمران

نے تمام لوہاروں کو جمع کر کے ایک اسلحہ ساز فیکٹری قائم کر رکھی ہے۔ وزارتِ حربیہ کے اعلان نے مایوسی کا اظہار کیا۔ شیخ عبداللہ کی حکومت نے حکم دے دیا کہ تمام ریڈیو سیٹ چھین لئے جائیں۔ کہ شکست کی خبروں سے راجہ کے حواس باختہ نہ ہو جائیں۔ مجاہدین نے ۲۴ر دسمبر کو اکھنور اور نوشہرہ کے درمیان دشمن کا ایک طیارہ گرا لیا۔ اور ایک فوجی قافلہ پر حملہ کر کے ۲۸ لاریاں تباہ کر دیں۔ "سنڈے ٹائمز" کے نامہ نگار نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ کشمیر کی ہندوستانی فوج تباہی سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔ کیونکہ آزاد فوجوں نے پونچھ کے مغرب میں جمع ہو کر ایک آخری حملہ کی سکیم مکمل کر لی تھی۔ تعجب کا امکان ہے کہ پتن کے مشرق میں ایک مورچے پر محض تین سو کے قریب مجاہد قابض تھے اور ہندوستانی فوجیں ان کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ہندوستان نے ایک چال یہ چلی کہ پاکستان کے حصہ کا روپیہ اور سامانِ جنگ روک لیا۔ لیکن یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی کیونکہ جلد ہی اسے یہ فیصلہ واپس لینا پڑا۔ ۲۵ر دسمبر کو جھانگڑ اور نوشہرہ کے علاقوں میں شدید لڑائی ہوئی جس میں طرفین کو کافی جانی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ یہ پرانے زمانہ کی لڑائی نہ تھی کہ دو فوجیں ایک میدان میں آئیں دوپہر بھر جنگ ہوئی اور فیصلہ ہو گیا۔ بیسویں صدی میں تو ہوائی لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ دشمن نے گھات میں بیٹھ بیٹھ کر مقابلہ کی ٹھانی مجاہدین کی فوجیں کئی دستوں پر مشتمل تھیں۔ جب موقع ہاتھ آیا اس سے فائدہ اٹھا کر دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ مجاہدین نے ۲۷ر دسمبر تک جھانگڑ۔ متلاسی۔ سریا منگل کوٹ اور مجھکا کی چھاؤنیوں پر قبضہ کر کے ایک ہزار ہندوستانی سپاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے علاوہ ۳۵ لاریاں، ۳ ٹینک، کئی ٹن گولہ بارود، ۶ توپیں اور دوسرا سامان قابو میں آیا۔ جموں کے فوجی افسروں کو خطرہ لاحق ہوا۔ چنانچہ انھوں نے پنڈت

نہرو کو تار دیا کہ مجاہدین کا دباؤ ہر لحظہ بڑھ رہا ہے۔ اگر حالت یہی رہی تو ؎

ہم تو ڈوبے تھے صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

پاکستان نے ایک بڑی عقلمندی یہ کی کہ وزیرستان سے اپنی فوج واپس بلالی۔ قبائلیوں کو بھی محسوس ہوا کہ وہ آزاد ہو گئے ہیں۔ اب انھوں نے اپنے ماحول کا جائزہ لیا تو متحیر ہو کر رہ گئے۔ کشمیر چلو —— کشمیر چلو کے نعرے فضا میں گونج رہے تھے انھوں نے بھی کشمیر کی طرف رُخ کیا۔ ’ڈیلی نیوز‘ لندن کا نامہ نگار ۱۶ر نومبر ۴۷ء کو اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ میں نے ڈوگرہ ہندوستانی اور آزاد فوجوں کے کارنامے خود دیکھے۔ کشمیر کے مختلف محاذوں کو بھی دیکھا ہے۔ جہاں تک مشاہدات کا تعلق ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں، کہ آزاد فوجیں بڑی نڈر، تجربہ کار، فنونِ جنگ سے واقف رموزِ حرب سے آشنا اور سخت جفاکش ہیں۔ وہ ہر ہر قدم پر شجاعت دکھاتی ہیں مجاہدین بڑے پابندِ نماز ہیں۔ لڑائی میں بھی اپنا فریضہ قضا نہیں کرتے۔ فرصت کے وقت خدا سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اور خشوع و خضوع سے سجدے کرتے ہیں۔ نوافلِ سحری کے بعد تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کلام اللہ کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ کسی کو ناجائز تکلیف نہیں دیتے۔ بے شک دشمنوں کو مار کر اس کے مال پر قبضہ کر لیتے ہیں لیکن بیہودہ لوٹ مار نہیں مچاتے۔ آتشزنی ان کے ہاں قطعاً منع ہے۔ آزاد فوج میں بہت سے غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ سب کا اصول، طریق عمل اور آئین بالکل مساوی ہے۔ وہ جانبازی دکھاتے اور سرفروشانہ لڑتے ہیں۔ اس کے برعکس ڈوگرہ اور ہندوستانی فوج کا عمل افسوسناک اور بزدلانہ ہے۔ اس کا مقصد تباہ کاری اور ان کا نصب العین ستمرانی ہے۔

سردار پٹیل ۲۸ر دسمبر کو جموں پہنچے کہ بھاگتی ہوئی فوجوں کی ڈھارس بندھائیں۔ حالات اس حد تک ناساز گار ہو گئے کہ بخشی غلام محمد نے اعلان کیا کہ جبری بھرتی کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ گویا امریکی کانگرس میں صدر ٹرومن تقریر کر رہے تھے کہ روس کی جارحانہ پالیسی کے خلاف یہاں عام بھرتی کا حکم جاری کر دیا جائے —— ۲۹ر دسمبر کو شیخ عبد اللہ نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کشمیر کے اندرونی حالات حد سے زیادہ خراب ہو گئے۔ سر محمد ظفر اللہ خاں نے اس دن کراچی کی ایک پریس کانفرنس میں کشمیری عوام کو مکمل آزادی کی ضمانت دینے کا اعلان کر دیا!

سری نگر کے ۱۸۳ منچلے جوان دشوار گزار پہاڑیوں سے گزرتے اور وحشی ڈوگرہ فوج کی نظر سے بچتے ۳۰ر دسمبر کو مظفر آباد آ پہنچے۔ انھوں نے بتایا کہ ہری سنگھ ہندوستانی فوجوں کی شہ پر کس طرح مسلمانوں کو ریاست بدر کرنے پر تُلا بیٹھا ہے۔ مجاہدین نے جب اس ظلم و استبداد کا آنکھوں دیکھا حال سُنا تو وہ مشتعل ہو گئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اُسی دن اوڑی کے محاذ پر ایک ہندوستانی دستہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ہندوستانی فوجوں نے اپنی چوکی کی خوب حفاظت کی لیکن حملہ میں کئی سپاہی ہلکان ہو گئے۔ نوشہرہ کے محاذ پر تو اس دن خوب جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پاکستان میں آئے ہوئے کچھ مسلمانوں نے بڑی دلیری دکھائی۔ وہ سیالکوٹ کے موضع چک بجے مل میں ٹھہرے ہوئے تھے وطن کی یاد بہت ستانے لگی۔ آخر ایک دن اپنا سامان لانے کی غرض سے ریاست میں واپس جانے کی کوشش کی لیکن راستہ میں غیر مسلموں نے حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم یہاں سے ایک سوئی تک باہر نہ جانے دیں گے۔ آخر آپ بھی سوچیں مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کی سرزمین ہی نہیں خریدی تھی ان چالیس لاکھ کشمیریوں کو

بھی خریدا تھا۔ وہ وہاں سے اپنا سامان کیونکر لا سکتے تھے جب ان کی ہڈیاں تک مہاراج کی ملکیت تھیں۔

ہندوستانی فوجوں کو یہ گمان پیدا ہو گیا کہ وہ پونچھ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایک مضبوط دستہ وہاں بھیجا گیا۔ مجاہدین نے سوچا کہ اگر یہ فوجی سالم وہاں پہنچ گئے تو ہماری پوزیشن کمزور ہو جانے کا امکان ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس دستہ کو راستہ میں ہی آن لیا۔ نوشہرہ میں دو بکتر دستے بھیجے گئے۔ لیکن انھوں نے بھی منہ کی کھائی۔ ۱۹۴۷ء کا خونی سال رخصت ہو رہا تھا کہ وزارت حربیہ ہندوستان نے اپنے اعلان میں اعتراف کیا کہ جھانگڑ کے مقام پر گشتی دستوں کی ڈبھیڑ ہو گئی۔ مجاہدین نے سوچیت گڑھ کی طرف سے جموں پر حملہ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ کشمیر کی برفباری ہندوستان کے فوجی ماہروں کے لئے ایک مصیبت بن گئی۔ ذرائع رسل و رسائل منقطع ہو جانے کی وجہ سے سردار بلدیو سنگھ کو اور خطرہ لاحق ہوا۔ کیونکہ ۳۱ر دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی رات میں تین ہزار کے قریب مجاہدین نے مشین گنوں اور خندقی توپوں سے مسلح ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور ۱۲ میل لمبے اور نئے محاذ پر اس شدت سے حملہ کیا کہ ہندوستانی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ چکرونی سے کلدال تک کا تمام علاقہ مجاہدین کے قبضہ میں تھا۔ ریاستی افسر محاذ پر پہنچے تو ہاتھ ملنے لگے اور بغلیں جھانکتے واپس لوٹ آئے۔

ہندوستانی طیاروں نے البتہ بڑی سرگرمی دکھائی۔ بھمبر کے علاوہ پاکستان کے دیہات پر بمباری شروع کر دی لیکن اس فضائی مظاہرے سے کسی کامیابی کی امید لاحاصل تھی۔ نہرو گورنمنٹ نے ۸ر جنوری کو اعلان کیا کہ دو صد کے قریب آفریدی مجاہدین نے کٹھوعہ کے قریب سانبہ کٹھوعہ روڈ کو عبور کرنے کی کوشش کی۔ قبیلہ محسود

کے سردار کیپٹن میر داد شاہ نے مجاہدین کے عزم و استقلال کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ کشمیر میں ہماری فتح مسلّمہ حقیقت ہے۔ ہندوستانی یونین نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ پاکستان محسودیوں کو ٹریننگ دے رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے قبائلی پٹھانوں کو کسی ٹریننگ یا اسلحہ کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود پیدائشی سپاہی ہیں۔ اور فتحِ کشمیر تک پوری جانبازی سے برسرِ پیکار رہیں گے۔ ۱۱ر جنوری کو عازمِ کراچی ہونے سے پہلے سردار محمد ابراہیم نے بتایا کہ ہندوستان کی فوجی قوت کا بھرم کھول دیا گیا ہے اور ہمارا جذبۂ جہاد غیر مسلم فوجوں کو شکست پر شکست دے رہا ہے۔ ۱۱ر جنوری سنہ ۴۸ء تک کشمیر کی جنگ نوشہرہ۔ جموں۔ اوری، پونچھ اور اکھنور کے محاذوں پر لڑی جا رہی تھی۔ مجاہدین نے جموں اور نوشہرہ کے درمیان ہندوستانی فوج کے ذرائع رسل و رسائل بالکل منقطع کر دیئے۔ اکھنور کے محاذ پر دشمن کے ایک دستے نے پیشقدمی کرنے کی کوشش کی لیکن سخت جانی نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ گاندھی جی نے ۱۲ر جنوری کو مرن برت رکھ لیا اور کہنے لگے کہ ملک کے دو فرقوں میں امن قائم کرا دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔

سلامتی کونسل کے اجلاس میں آزاد کشمیر حکومت کی نمائندگی کے لئے سردار محمد ابراہیم کراچی پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے ۱۳ر جنوری کو ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ مجاہدین اب تک دشمن کے بیس طیارے گرا چکے ہیں۔ ہندوستان نے جب دیکھا کہ سلامتی کونسل میں بھی ممبروں کی رائے ہمارے حق میں نہیں تو سردار پٹیل نے ۱۵ر جنوری کو مالی معاہدہ کے مطابق ۵۵ کروڑ روپے دینے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ یہ ہماری فیاضی کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ سیاسی چال ملاحظہ ہو کہ چپکے سے یہ رقم ہڑپ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جب دیکھا کہ گھی ہضم نہیں ہوتا تو پاکستان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

گاندھی جی کا سیاسی برت بھی کامیاب رہا۔ کیونکہ سردار پٹیل اس طرح جھکنے پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ آخر ۱۸ر جنوری کو بارہ بج کر ۴۰ منٹ پر گاندھی جی نے اپنا برت توڑ ڈالا۔ لاہور کی فریڈم لیگ کے صدر مسٹر محمد یوسف نے آپ کو کہلا بھیجا کہ اب ذرا کشمیر کی طرف بھی توجہ دیجئے۔ لیکن گاندھی جی کو تو اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔ ۲۰ر جنوری کو منٹگمری کے ایک پناہ گزین نے آپ پر بم پھینکا۔ لیکن قسمت نے یاوری کی اور آپ بال بال بچ گئے۔ اُدھر سلامتی کونسل میں مسٹر آئنگر نے بڑے دعوے سے کہا کہ اگر ہندوستان چاہے تو دِنوں میں کشمیر کو حملہ آوروں سے خالی کرا لے لیکن ان کی فوجوں کی اپنی یہ حالت تھی کہ ۲۷ر اکتوبر سنہ ۴۷ء کے بعد تین ہندوستانی ڈویژن پے در پے شکست کھا چکے تھے۔ ہندوستان کی وزارتِ حربیہ نے اپنے ۲۲ر جنوری کے اعلان میں ساکن فضا کا اعلان کیا حالانکہ مجاہدین نے جموں اور نوشہرہ کے محاذ پر کئی ڈوگرہ اور ہندوستانی سپاہی ہلاک کر دیئے تھے۔ مجاہدین نے ۵۰ میل لمبے محاذ پر ہندوستانی فوج کے گرد گھیرا ڈال کر ذرائع رسل و رسائل منقطع کر دیئے آفریدی قبائل کے ایک دستہ نے جان پر کھیل کر دشمن کے اہم اڈوں کا کھوج لگا لیا اور ۲۵ اور ۲۶ر جنوری کی درمیانی رات مجاہدین نے پونچھ کے اردگرد دشمن کی چوکیوں پر حملہ کر کے پانچ سو ہندوستانی اور ڈوگرہ سپاہی ہلاک اور زخمی کر دیئے شیخ عبداللہ نے جو قومی فوج بھرتی کی اس میں بچے کھچے مسلمانوں کو صرف ۵ ۱/۲ فی صد نمائندگی دی گئی اور باقی کے رضاکار مشرقی پنجاب کی ریاستوں سے بُلائے گئے تھے۔

آپ یہ نہ سمجھ لیجئے کہ آزاد کشمیر حکومت محض ڈوگرہ فوج کے خلاف ہی نبرد آزما تھی۔ بلکہ مقبوضہ علاقہ میں مکمل فوجی اور سول نظم و نسق قائم تھا۔ حکومت

نے ۲۸ جنوری کو فیصلہ کیا کہ ریاست میں شرعی نظام قائم کیا جائے۔ اس سے مجاہدین کا جوش اور بڑھا اور اب وہ اس جنگِ آزادی کو مذہبی فریضہ سمجھنے لگے۔ ہندوستانی طیاروں نے بڑی جرات سے راول کوٹ پر تو بم گرائے لیکن کوئی ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھا۔ البتہ ان کے اپنے دو ہوائی جہاز مجاہدین کے نشانہ کا شکار ہو گئے۔ اب تک کشمیر کی جنگ میں تیس کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔ نوشہرہ کے قریب مجاہدین سے سامنا ہوا تو ہندوستانی فوج راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئی۔ دنیا میں بہت سے انقلاب آئے لیکن ہندوستان میں گاندھی جی کا قتل ایک ایسا خونی انقلاب ہے کہ اس نے ملک کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کر دیا ہے۔ ایک ہندو نے اپنی قوم کے سب سے بڑے محسن کو ہلاک کر دیا۔ جس شخص نے عمر بھر عدم تشدد کے اصولوں کی تبلیغ کی تھی وہ ۳۰ جنوری کو خود تشدد کا شکار ہو گیا۔ مسٹر گاندھی نے آنکھیں بند کیں تو ہندوستان کے طول و عرض میں فساد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ یونین کے عزائم ننگا ہو کر ناچنے لگے۔ دنیا کے عظیم المرتبت محسن کا قتل انسانیت، صلح و آشتی اور عقل و انصاف کا خون ہے۔ شام پانچ بج کر چالیس منٹ پر گاندھی جی کے کیمپ کا ایک ممبر کمرے سے باہر آیا اور اس نے کہا کہ باپو ختم ہو گئے —— آج ہندوستان کا مسلمان یتیم ہو گیا، اس کی امیدوں کا آخری سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ دنیا کے طول و عرض میں صفِ ماتم بچھی۔ سب نے مل کر افسوس کیا، لیکن جانے والا جا چکا تھا ——

گاندھی جی کے احترام میں آزاد کشمیر حکومت کا پرچم سرنگوں کر دیا گیا۔ حکومت کے نائب صدر نے مسٹر دیوی داس گاندھی اور پنڈت نہرو کے نام ایک برقیہ میں آپ کے اس اندوہناک انجام پر اظہارِ افسوس کیا۔

سلامتی کونسل میں ہندوستانی وفد ناکام و نامراد واپس لوٹنے پر مجبور ہو گیا۔ بمبئی، پونا، مدراس، کانپور، بیزواڈہ اور دوسرے مقامات پر مشتعل ہجوم آپے سے باہر ہو گئے

تمام سرکاری دفاتر بند پڑے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں مہا سبھا، راشٹریہ سیوک سنگھ اور مسلم نیشنل گارڈز کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ بے گناہ مسلمانوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا!

ہندوستان امید کے پل باندھے بیٹھا تھا کہ سلامتی کونسل میں پوری کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ لیک سکسس میں ۱۵ جنوری سے عام بحث جاری تھی لیکن گاندھی جی کے قتل کے بعد ہندوستانی وفد بے نیل و مرام واپس عازم دہلی ہوا۔ وہاں پہنچ کر اپنی ناکامی کا جی بھر کر رونا رویا۔ شیخ عبداللہ کو ڈانٹ بتائی گئی۔ آخر سر اوکھلی میں دیا تھا۔ اب موسلوں کا کیا ڈر۔ وہ چپ ہو رہے۔ اب لیک سکسس جانے کی بجائے عازم جموں ہوئے۔ راجہ کے سامنے گھٹنے ٹیک گڑگڑا کر معافی مانگی۔ ہری سنگھ کے تخت کو سہارا دیا تاکہ ان حریت پسند مجاہدین کے خلاف محاذ قائم رکھا جا سکے جو اب شیخ کے ترک کردہ اصولوں کو اپنا کر آزادی کے لئے نبرد آزما تھے۔ ۴ فروری کو بڑا معرکہ ہوا۔ آزاد فوجوں کا ایک طاقتور گشتی دستہ ہندوستانی فوجوں کو سخت جانی نقصان پہنچا کر دراس کے مورچوں میں گھس گیا۔ راجوری کے محاذ پر ڈوگرہ فوج نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن اپنے بیس مردے اور ہتھیاروں کی بڑی مقدار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اگلے دن جب اکھنور کے جنوب میں تصادم ہوا تو دشمن کو سخت جانی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ چالیس ہندوستانی سپاہی ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح اوری کے محاذ پر ایک دستہ

کو روک کر تین سپاہی ہلاک اور مجروح کر ڈالے گئے۔

آزاد فوجوں نے انتہائی نازک لمحات میں بھی بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اسلحہ کی کمی تھی۔ فوجوں کی تعداد بھی بھلا کتنی ہوگی۔ لیکن ہمت و استقلال اور جرأت و دلیری کا یہ عالم کہ ۸؍ فروری ۴۸ء کو نوشہرہ کی سب سے بڑی چھاؤنی پر حملہ بول کر بہت سی چوکیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اُدھر پونچھ کی ہندوستانی فوج کی سنئے کہ کہوٹہ کی طرف جانے کی کوشش شروع کردی۔ مجاہدین نے فوراً موقع پر پہنچ کر اسے ایسے سبز باغ دکھلائے کہ واپس اڈے کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ ۱۰؍ فروری کو آزاد کشمیر کی وزارتِ دفاع کے ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ پونچھ کے جنوب میں تین میل دُور ایک ہزار جانبازوں نے ہندوستانی دستے کو روکا اور ۴۸ گھنٹے شدید مقابلہ کیا۔ آخر مجاہدین نے پانچ سو کے قریب ہندوستانی اور ڈوگرہ سپاہی ہلاک کر ڈالے اسلحہ کی بھاری تعداد حاصل ہوئی۔ 'سٹیٹسمین' کے نمائندے نے کہا آزاد کشمیر گورنمنٹ کے ایک اعلیٰ افسر نے مجھے بتایا کہ آزاد فوجوں نے ابھی ابھی ہندوستانی افواج سے ایک سو لاریاں چھینی ہیں۔ غدار عبداللہ کی نیشنل گارڈ کا ایک دستہ آزاد فوجوں سے مل گیا ہے اور اس وقت ہندوستانی فوجوں سے نبرد آزما ہے۔ ۱۱؍ فروری کے اعلان کے مطابق مجاہدین نے اوڑی کے محاذ پر قریب قریب پچیس سپاہی ہلاک کر ڈالے اور پونچھ کے محاذ پر دشمن کے دیکھ بھال کرنے والے دستوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا۔ عین اسی وقت بارہ مولا کے عوام نے ہری سنگھ کے خلاف علمِ جہاد بلند کردیا۔ اور سنگرام کے مقام پر بارہ مولا سری نگر روڈ کاٹ دی۔ سوپور سری نگر سے کوئی ۲۳ میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ وہاں حریت پسند مسلمانوں نے کافی مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔ اُدھر

تاراسنگھی سکھوں کی سُنئیے کہ آزاد فوجوں کا مقابلہ کرنے کی جسارت پیدا ہوگئی۔ آخر ۲۱ر فروری کو جب آمنا سامنا ہوا تو بزدل پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ کشمیری مسلمان اپنی ضد کا بڑا پکا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب برساتی مینڈک ٹرانے لگے ہیں تو ایک ہی جست میں سکھوں کا قلع قمع کر ڈالا۔

ہندوستانی وفد نئی دہلی پہنچا تو اس نے واویلا شروع کر دیا کہ اب ہمیں سخت مشکل درپیش ہے۔ سلامتی کونسل میں کسی نے بھی حق کا ساتھ دینے سے گریز نہیں کیا۔ رہی سہی امید اب ہندوستانی فوج سے تھی کہ وہ ہمارا وقار قائم رکھے گی اور کشمیر کو حملہ آوروں سے خالی کر لے گی۔ لیکن اس کی کوئی فوجی سکیم کامیاب نہ ہوئی۔ البتہ ۱۶ر فروری کو محصور فوجوں نے پونچھ سے ہندوستانی طیاروں کی مدد حاصل کر کے محاصرہ کو توڑنے کی کوشش کی لیکن مجاہدین کی خندقی توپوں اور بندوقوں کی گولہ باری کے سامنے کچھ پیش نہ چلی۔ البتہ مفت میں اڑھائی سو سپاہی مروا ڈالے۔ اور مجاہدین کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ نوشہرہ کے قریب ہندوستانی فوج نے مغرب کی طرف پیشقدمی کرنی چاہی لیکن حملہ کی تاب نہ لا سکی اور اپنی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ آزاد ہند فوج کے مسلم ارکان میجر جنرل کیانی اور کرنل حبیب الرحمٰن بھی مجاہدین کے دوش بدوش جہادِ کشمیر میں مصروف تھے۔ نزار خیل سے ۲۷ر فروری کو سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ اوری سے پانچ میل پر دشمن کے ایک گشتی دستے سے جو مڈبھیڑ ہوئی تو دشمن کے ستّر سپاہی ہلاک ہو گئے۔ محاذ پونچھ پر سکھوں کا ایک مضبوط دستہ (جس کے ساتھ ۱۲۰ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک کمپنی بھی تھی) گھوڑوں کا چارہ جمع کرنے کے لئے نکلا کہ گھات میں بیٹھے ہوئے مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ ۳۷ ہلاک ہو گئے۔ باقی ۲۹ کو گرفتا

کرلیا گیا ۶

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

آخر جب ۲۸ر فروری کو ہندوستانی پارلیمنٹ میں بجٹ پیش کیا گیا تو وزیرِ خزانہ مسٹر چیٹھی نے بتایا کہ مسئلۂ کشمیر اور پناہ گزینوں کی آمد بجٹ کے خسارہ کا باعث ہے۔ اُدھر سردار محمد ابراہیم نے بتایا کہ کشمیر کے تیرہ میں سے آٹھ اضلاع مجاہدین کے قبضہ میں ہیں۔ نوشہرہ کے محاذ پر طرفین کی گشتی سرگرمیاں جاری تھیں۔ ہندوستانی طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے کافی جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ تعجب کا امکان ہے کہ پُرامن شہری آبادی پر بم برسانے سے ہندوستانی فوجوں کو کیوں تسکین حاصل ہوتی تھی۔ پونچھ کی گھری ہوئی فوج کے متعلق ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ اس نے گھیرا توڑنے کے لیے جو کوشش بھی کی وہ ناکام ہو کر رہ گئی۔ ۳ر مارچ کو اس نے پھر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن اسے واپس پسپا ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔

تحریکِ آزادی کے علمبردار چوہدری غلام عباس نے ریاست جموں و کشمیر میں سب سے پہلے شخصی استبداد کے خلاف آواز اُٹھائی اور سچ پوچھیے تو آپ سے بڑھ کر کسی نے اتنی قومی خدمات سرانجام نہیں دیں۔ شیخ عبداللہ کے بعض نام لیوا کہتے ہیں۔ کہ وہ کئی بار جیل گئے اور اس کی صعوبتیں سہتے رہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ جیل جانے سے گھبراتے رہے اور قید ہو کر انھوں نے کبھی پوری سزا نہیں بھگتی۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ کس طرح انھوں نے آخری بار خفیہ سمجھوتہ سے رہائی پائی تھی اور اگر جیل جانا ہی قربانی ہے تو چوہدری غلام عباس سب سے آگے رہے۔ آپ نے کبھی اپنے اصول سے گر کر رہائی نہیں پائی۔ کوئی چھ دفعہ جیل گئے ہوں گے۔ پہلی بار ایل۔ ایل۔ بی کا نتیجہ بھی بند کوٹھڑی

ہیں سُنا۔ ڈوگرہ راجہ کے وحشیانہ مظالم کے خوف سے کشمیری مسلمان کچھ بزدل ہوتے چلے گئے۔ آخر جب توہینِ قرآن کا واقعہ رونما ہوا تو سری نگر میں ایک بھاری جلسہ ہوا تھا۔ ایک سرحدی پٹھان نے بڑی جوشیلی تقریر کی۔ حکام نے اسے گرفتار کر لیا اور جب اس کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو لوگوں میں اتنا جوش پھیلا کہ جیل میں گھسنا چاہا۔ ہجوم پر فائرنگ سے کئی بے گناہ مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ چوہدری غلام عباس حکومت کی نظروں میں کانٹا بن کر کھٹک رہے تھے۔ چنانچہ اگلے ہی دن آپ کو گرفتار کر لیا۔ تاریخِ کشمیر کے موجودہ دَور میں آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنھیں سیاسی بنا پر قید کیا گیا تھا۔

چوہدری صاحب کی گرفتاری کے بعد ریاست میں عام سیاسی بیداری شروع ہوگئی اس وقت ہری کشن کول وزیر اعظم تھے۔ انھوں نے موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر آپ کو رہا کر دیا۔ اور وعدہ کیا کہ سب مطالبات تسلیم کر لئے جائیں گے۔ لیکن شرط یہ رکھی کہ اب باہر کے لوگوں کو مداخلت کے لئے نہ اُکسایا جائے۔ وقتی مصلحت کی بنا پر چند دنوں تک تو یہ سیلاب تھم گیا۔ لیکن آہستہ آہستہ سیاسی شعور بڑھتا گیا۔ گرفتاریاں ہوئیں۔ سمجھوتے مرتب ہوتے رہے اور پھر ٹوٹتے رہے۔ لوگوں میں قید کا خوف کم ہوتا گیا۔ کئی بار گولیاں چلیں۔ اور اس طرح سے کشمیریوں کو اپنے آپ پر بھروسہ پیدا ہوتا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی تو چوہدری غلام عباس نے میر واعظ یوسف شاہ کے تعاون سے لوگوں کو جدوجہد آزادی کے لئے منظم کرنا شروع کر دیا۔ ریاست میں آہستہ آہستہ معمولی آئینی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ شیخ عبداللہ نے ۱۹۳۸ء میں نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ گویا شیخ عبداللہ کی خدمات چوہدری صاحب کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔

شیخ نے ہر موقع پر گرگٹ کی طرح رنگ بدلا لیکن چوہدری غلام عباس آج تک اپنے اصول پر ڈٹے ہوئے ہیں ۔ انھوں نے سب سے پہلے ریاست میں پاکستان زندہ باد کا نعرہ بلند کیا تھا ۔

چوہدری غلام عباس نے متواتر بیس سال تک مسلمانوں میں احساسِ بیداری پیدا کرنے کے لئے ہزاروں میل پیدل سفر کیا ۔ ریاست کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گاؤں گاؤں گئے ۔ جنگل جنگل پھرے ۔ بھوک کے دن کاٹے ، پیاس اور سردی سہی ۔ اپنی مالی حالت خراب رہی ۔ جموں میں جو پریکٹس شروع کی ۔ اس میں بھی کوئی توجہ نہ دی ۔ کیونکہ یہ مردِ غازی سب کچھ ان چالیس لاکھ کشمیریوں کے لئے لُٹا چکا تھا ، جو آج اس کے ادنیٰ سے اشارے پر جان تک کھیلنے پر مستعد ہیں ۔ آپ نے مستقل قومی جدّ جہد کے لئے جو سنہری خدمات سرانجام دی ہیں ۔ انھیں تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا ۔ جب چوہدری صاحب ۲؍ مارچ کو رہا کئے گئے ۔ تو سیاسی حلقوں میں عجیب چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں ۔ آخر آپ نے کراچی میں انکشاف کیا کہ مجھے اس لئے رہا کیا گیا تھا کہ مسلم کانفرنس میں پھوٹ ڈال کر تحریکِ آزادی کو ناکام بنا دیا جائے ۔ مسٹر آصف علی نے امریکہ میں تقریر کرتے ہوئے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ شیخ عبداللہ نے اپنے سیاسی حریف کو رہا کر کے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے ۔ دراصل حکومتِ ہندوستان دنیا پر یہ واضح کرنا چاہتی تھی کہ کشمیر میں ذمہ دار حکومت قائم ہے اور اسے سیاسی جماعتوں کی پوری تائید حاصل ہے ۔

رائل انڈین فورس کے ہوائی جہازوں نے جس بربریت کا ثبوت دیا ہے غالباً گزشتہ جنگِ عظیم میں بھی اس کی مثال نہ مل سکے گی ۔ ہندوستانی فوجیں مقابلہ کی ٹکر نہ

تھیں۔ اس لئے دست بدست جنگ آزمائی سے گریز کرتی رہیں۔ طیاروں سے وحشیانہ بمباری کا مقصد شہری آبادی میں خوف پیدا کرنا تھا۔ لیکن دشمن کی یہ تمام چالیں ناکام بنا ڈالی گئیں۔ مجاہدین نے ۴ مارچ کو چناری پر بمباری کرنے والے ہوائی جہاز کو گولی سے مار کر نیچے گرا ڈالا جو دومیل کے قریب گر کر پاش پاش ہوگیا۔ شیخ عبداللہ کی حکومت اس المناک حشر کو دیکھ کر سیخ پا ہوگئی۔ چنانچہ آزاد کشمیر حکومت کے دو وزرا کی جائدادیں ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔ حکومت ہندوستان نے ۵ مارچ کو وائٹ پیپر شائع کیا جس پر ہم مقدمۂ کشمیر میں تفصیلی بحث کریں گے۔ لیکن اس کی وجہ محض یہ تھی کہ حکومت ہندوستان ریاست میں ذمہ دار حکومت کے اعلان سے سلامتی کونسل پر یہ واضح کرنا چاہتی تھی کہ اس وقت وہاں نمائندہ حکومت قائم ہے۔ کونسل کے اجلاس کے دوران میں ہندوستانی وفد کو یہ محسوس ہوا کہ عام ممبروں کی رائے اس لئے ہمارے خلاف ہے کہ ریاست میں کوئی ذمہ دار اور نمائندہ حکومت نہیں۔ کرنل پیر محمد کو عبداللہ وزارت میں لے کر دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالی گئی کہ کابینہ میں مسلم کانفرنس کو بھی نمائندگی دی گئی ہے حالانکہ کرنل صاحب کو آج سے کئی سال پہلے کانفرنس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ جب شیخ عبداللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کا نمائندہ ہیں تو آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے صدر چوہدری غلام عباس نے ۸ مارچ کو لاہور کی ایک پریس کانفرنس میں اس باطل دعوے کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے کہا کہ اگر کشمیر آپ کا حامی ہے تو استصواب رائے سے کیوں گھبرانے لگے لیکن حق تو یہ ہے کہ شیخ عبداللہ ہندوستانی فوج کی سنگینوں کے زور سے اپنی نمائندگی تسلیم کرانے کی ناپاک سازش میں مصروف تھے!

۹ر مارچ ۴۸ء کو آزاد کشمیر حکومت نے اعلان کیا کہ آزاد ہند افواج کے جو قیدی بد قسمتی سے ہندوستانیوں کے ہاتھ لگے۔ ان بیچاروں پر ہندوستانی افواج نے ٹینک دوڑا دیئے۔ اور ان کی ہڈیوں اور خون کا قیمہ بنا ڈالا۔ صرف یہی نہیں بلکہ سخانی (نوشہرہ سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف) پر اندھا دھند بمباری کی گئی فوجی دستوں نے عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی اور انھیں بالکل ننگا کر کے چھوڑ دیا۔ یہ عفت مآب خواتین ۱۳ر مارچ کو آزاد کشمیر کے ایک فوجی کیمپ میں پہنچیں۔ حکومت کی طرف سے انھیں جسم ڈھانپنے کے لئے چادریں مہیا کی گئیں۔ اس سفاکی پر طرہ یہ کہ بلدیو سنگھ وزیرِ دفاع نے بڑے دعوے سے کہا کہ حملہ آوروں کو گرمیوں میں ریاست بدر کر دیا جائے گا۔ حالانکہ اصل جنگ اسی موسم میں شروع ہوئی۔ کمانڈر انچیف جنرل طارق نے بتایا کہ البتہ ہم گرمیوں میں ان مقامات تک پہنچ سکیں گے جہاں تک ابھی ہماری رسائی ممکن نہیں ہو سکی۔ حکومت ہند سٹپٹا کر رہ گئی۔ چنانچہ ۱۶۔ ۱۷ر مارچ کو جب مظفر آباد سے غیر مسلموں کو نکال کر ہندوستان بھیجا جا رہا تھا تو ہندوستانی طیاروں کی خوفناک بمباری سے ۲۵ ہلاک اور ۹ مجروح ہو گئے۔ میرپور کے علاقہ میں اپنی پیشقدمی کو خفیہ رکھنے کے لئے دھوئیں کی دیوار بلند کر رکھی تھی لیکن مجاہدین کی تازہ دم فوج نے سارا نشہ کرکرا کر دیا۔

۲۳ر اکتوبر کو پاکستان کے طول و عرض میں یوم کشمیر منایا گیا جس میں چینی ریزولیشن کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔ ۲۴ر مارچ ۴۸ء تک آزاد کشمیر فوجوں کی حالت یہ تھی کہ جب دشمن نے بھاری توپخانہ اور ہوائی جہازوں کی مدد سے نوشہرہ کے محاذ پر حملہ کیا تو طرفین میں ۱۲ گھنٹے سخت معرکہ برپا رہا۔ پھر برسات کا موسم شروع ہونے کی وجہ سے

پونچھ کی جنگ مدھم پڑ گئی۔ لیکن مجاہدین نے ۴ر اپریل کو ہندوستانی فوج کی خچریں بمعہ سامانِ خوراک چھین لیں۔ اتنی دیر میں شیخ محمد عبداللہ وزارت کا حلف اُٹھا چکے تھے۔ آپ نے اپنے سیاسی حلیفوں سے دل کھول کھول کر بدلہ لیا۔ چنانچہ "کشمیر ٹائمز" کے پریس اور دوسری جائداد پر قبضہ کر کے نیشنل کانفرنس کے حوالہ کر دیا۔ لیکن خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ۷ر اپریل کو مجاہدین کے لشکر نے گھات لگا کر اکھنور کے محاذ پر فیصلہ کن حملہ کیا۔ ہندوستانی فوج کے حواس باختہ ہو گئے۔ چنانچہ ڈیڑھ سو کے قریب لاریوں اور ٹینکوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ لڑائی کے دوران میں اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند ہوتے رہے۔ اس سے تو دشمن اور ہراساں ہونے لگا۔ چنانچہ نوشہرہ کے محاذ پر دشمن شدید جانی نقصان سے پسپا ہو گیا۔

چوہدری غلام عباس کراچی کے بعد لاہور آئے تو سردار محمد ابراہیم بھی یہاں پہنچے۔ انھوں نے ۹ر اپریل کو کابینۂ آزاد کشمیر کی درخواست پر تحریک آزادی کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ ہمارے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ سردار ابراہیم کئی بار پہلے بھی کہتے چلے آئے کہ صدر مسلم کانفرنس کی رہائی پر وہ سب کچھ چوہدری صاحب کے حوالہ کر دیں گے۔ چوہدری غلام عباس نے اس عہدہ کو قبول کر لیا لیکن سردار محمد ابراہیم بدستور سربراہِ حکومت رہے۔

سردار بلدیو سنگھ کی دھمکی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اب وہ وقت آن پہنچا کہ ہندوستانی فوجوں نے "گرمائی حملہ" شروع کر دیا۔ لیکن روزے کیا بخشوانے گئے اُلٹی نماز ہی گلے آن پڑی۔ نوشہرہ کے محاذ پر بڑی خونریزی شروع ہوئی۔ دشمن نے ہوائی جہازوں کی آڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن مفت میں ۱۹۸ جانیں ضائع کروا ڈالیں۔ تین سو کے قریب ہندوستانی سپاہی گھائل ہو گئے۔ اور سو کے قریب لاشیں

اسی جگہ پڑی رہیں۔ مجاہدین نے ۱۳؍اپریل کو مہورا کے پاور ہاؤس کو بیکار کر دیا جس سے کشمیر میں بجلی کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔ ہری سنگھ نے اندھیرے میں پھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے اور نئی دہلی میں جا کر اپنی قسمت کا رونا رو دیا۔

جہادِ کشمیر میں ہندوستانی فوج کی کچھ پیش نہ چلی۔ جب راجوری کے محاذ پر بھی شکست ہی حصہ میں آئی۔ تو فوجی ماہرین کی آنکھیں غصہ سے لال پیلی ہو گئیں۔ ہندوستانی طیاروں کو حکم دیا گیا۔ انھوں نے اندھا دھند زہریلی گیس کے استعمال سے کوئی چار ہزار کشمیریوں کی آنکھیں نکال ڈالیں

۱۷؍اپریل کو آزاد کشمیر حکومت کے ریڈیو نے نشریات کا آغاز کر دیا۔ اگر آپ کشمیری جانتے ہوں تو ۴۵ر۴۹ میٹر پر ساڑھے چھ بجے شام سے رات کے نو بجے تک کا پروگرام ضرور سنئے۔ سلامتی کونسل کا آخری فیصلہ یہ ہوا کہ اس نے ۲۲؍اپریل کو بہ اتفاقِ کثرتِ رائے چھ قوموں کا وہ ریزولیوشن منظور کر دیا جس میں کشمیر کمیشن نامزد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ جہاں تک کونسل کی کارگزاریوں کا تعلق ہے ہم اس پر 'مقدمۂ کشمیر' میں تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔ لیکن اس نئے ریزولیوشن کے اعلان کے بعد شیخ عبداللہ کی نیشنل کانفرنس نے اسے مسترد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہندوستانی حکومت کے خفیہ اجلاس جاری ہیں۔ پنڈت نہرو نے حیدرآباد کو دھمکی دی کہ اگر اس نے یونین میں شرکت کا اعلان نہ کیا تو جنگ کے سوا اور چارۂ کار نہ ہو گا لیکن ہم ہندوستانی وزیر اعظم کو مشورہ دیں گے کہ وہ کشمیر سے سبق سیکھیں اگر کسی وقت ہندوستانی سیاست دانوں نے اس قسم کی جلد بازی سے کام لیا تو اس سے انھیں شدید نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ کشمیر کے مسئلہ کا واحد

حل صرف یہ ہے۔ کہ ریاست میں غیر جانبدارانہ استصواب رائے کے بعد اسے پاکستان میں شامل کر دیا جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق باطل پر غالب آتا ہے یا باطل حق پر چھلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یاد رکھیئے :

“تلوار زبان سے زیادہ سچ بولتی ہے،
شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی صد سالہ
زندگی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

۱۱ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۷ھ مشتاق احمد قریشی عفی عنہ

تاریخ طباعت و اشاعت "جہادِ کشمیر"

طبع گردید چہ ذی شان "جہادِ کشمیر"
گشت دل والہ و قربان "جہادِ کشمیر"
بہرِ مشتاق بتاریخِ اشاعت نامی
گفت ۔ آرائشِ ارکانِ "جہادِ کشمیر"

۱۳۶۷ھ

* * *

راحت پبلیکیشنز

سنہ ۴۰ء سے نئی راہ پر گامزن ہے۔

نئے زاویے پیش کرنے میں اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ۔ جسے ذہنی پرورش کے علاوہ سیاسیاتِ حاضرہ پر بہترین لٹریچر شائع کرنے میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ اب پاکستان کے جواں سال ادیب اور وقت کے بہترین مصنف مشتاق احمد قریشی بی۔ اے کی مستقل خدمات حاصل کرنے کے بعد راحت پبلیکیشنز طرحِ نو کے پروگرام سے آگے بڑھ رہا ہے جس میں آپ براہِ راست مصنف کے دِل کی دھڑکنیں سُن سکیں گے، فرسودہ راہیں چھوڑ کر آپ اس کے نئے احساسات، نئے جذبات اور نظریات سے اپنے ماحول کا جائزہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کی اُمنگوں میں کئی انقلاب ہیں۔ اس کی تحریریں کئی نشتر ہیں۔ اس کے دل و دماغ میں نئی آرزوئیں کروٹیں لے رہی ہیں۔ راحت پبلیکیشنز آپ کو ان موجوں کے اضطراب سے آشنا کرے گا۔ کیا اس کی مستقل سرپرستی آپ پر فرض نہیں؟ آج ہی نام اور پورا پتہ لکھ کر اپنا نام درج رجسٹر کرا لیں تاکہ ہر نئی کتاب چھپنے پر آپ کو فوراً اطلاع دی جا سکے۔

مقدمۂ کشمیر

اعلانِ شمولیت کے بعد ہری سنگھ کو یقین دلایا گیا کہ ہندوستانی فوجوں کی یلغار سے کشمیر کو مجاہدین سے خالی کرا لیا جائے گا۔ لیکن کابینۂ ہندوستان کی یہ امیدیں حقیقت سے ہمکنار نہ ہو سکیں کیونکہ حریت پسند کشمیریوں نے اس کی تمام سازشیں ناکام بنا ڈالیں۔ مجبوراً یہ معاملہ سلامتی کونسل میں پیش کر دیا گیا۔

سلامتی کونسل کیا ہے ؟

لیک سکسس میں دُنیا کے مہذب ممالک کا ننگا ناچ، سیاسی اغراض کے لئے برطانیہ کے ہتھکنڈے، نہرو حکومت اور شیخ عبداللہ کی دروغ بافی، ہندوستانی وفد کے خفیہ عزائم اور حالاتِ حاضرہ کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے "مقدمۂ کشمیر" کا مطالعہ کیجیے جس میں چالیس لاکھ کشمیریوں کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس میں پاکستان کے وفد سر محمد ظفراللہ خاں کی باطل شکن تقریریں، سلامتی کونسل کی اہم قراردادیں' ریزولیوشن اور فیصلے پر مفصل روشنی کے علاوہ کشمیریوں کی تحریکِ آزادی کے ساتھ ساتھ ہندوستان اور پاکستان کے اہم واقعات کی تاریخ بھی قلمبند کی گئی ہے۔ "مقدمۂ کشمیر" سلامتی کونسل کے آخری فیصلہ کے اعلان کے فوراً بعد شائع کر دی جائے گی۔ آپ ابھی سے اسے حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔ "مقدمۂ کشمیر" میں اہم فوٹو، خفیہ دستاویزات اور تفصیلی نقشے بھی شائع کئے جائیں گے۔

راحت پبلیکیشنز محمد نگر لاہور (پاکستان)

’کربلائے پنجاب‘

حدبندی کمیشن کے اعلان کے بعد مشرقی پنجاب کے تمام دیہات میں ایسا خوفناک قتلِ عام شروع ہوا کہ مہذب دنیا تک لرز اُٹھی۔ ’کربلائے پنجاب‘، اسی خونیں سرگزشت کا نام ہے جس میں دو سو سال کی جدوجہد آزادی کی تاریخ کے بعد ۴۷ء کے اوائل سے لے کر آج تک کے اہم واقعات، خضر حیات کی وزارت کے ہاتھوں ہماری تباہی اور مسلم لیگ کے عروج کی مکمل داستان قلمبند کی گئی ہے۔ مصنف ہر قدم پر دل تھام کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کے آنسو کتاب کے صفحات پر بہ نکلتے ہیں۔ آپ خود دیکھیں گے کہ ننگی عورتوں کا جلوس نکالا جارہا ہے۔ دہلی اور گودھرا میں قتلِ عام۔ بے گناہ اور نہتے مسلمانوں پر قیامت خیز مصیبت اور تباہی۔ ریاستی فوجوں کا خواتین سے شرمناک سلوک، دیہات میں مسلح سکھ غنڈوں کی بربریت کے ایسے خوفناک منظر ہیں کہ پڑھتے پڑھتے سانس رُک جائے۔ ’کربلائے پنجاب‘ کی کل ضخامت ڈیڑھ ہزار صفحات ہوگی جو دنیا کے سب سے ہولناک قتلِ عام کی مفصل خونیں داستان ہے۔ اسے چند جلدوں میں شائع کیا جارہا ہے۔ اگر آپ نے اس ہنگامۂ قتل و غارت کا سامنا کیا ہو تو فوراً اپنے صحیح حالات لکھ کر بھیج دیں تاکہ ان واقعات سے دنیا پر ظاہر کیا جاسکے کہ مسلمانوں کو کن خوفناک عزائم کا شکار ہونا پڑا۔ ’کربلائے پنجاب‘، کے تمام اسلامی ممالک میں ترجمے کئے جائیں گے۔

راحت پبلیکیشنز محمد نگر۔ لاہور (پاکستان)

'خونی فیصلہ'

برطانیہ کی الوداعی ٹھوکر سے ہندوستان میں فرزندانِ توحید کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔ اس ہنگامۂ قتل و غارت کی وجوہ، پاکستان کے دشمنوں کی خوفناک سازشیں، برطانوی استعماریت، ہندو سامراج کے خطرناک عزائم، ننگِ انسانیت وحشیوں کی ریشہ دوانیاں، ہمارے قائدین کی بے بسی اور مسلمانوں کی داستانِ مصیبت کے مفصل خونیں واقعات کا آنکھوں دیکھا حال 'خونی فیصلہ' میں پڑھیے۔ مشہور انقلاب پسند لیڈر الحاج اقبال شیدائی، برطانیہ مسلم لیگ کے صدر مسٹر علی محمد خاں۔ صوبہ لیگ کے نائب صدر شیخ صادق حسن۔ مشہور مسلم جرائد 'احسان'۔ 'زمیندار'۔ 'نوائے وقت'۔ 'مغربی پاکستان' اور 'طاقت' نے سیاسیاتِ حاضرہ پر اس بہترین کتاب کے مطالعہ کی پُر زور سفارش کی ہے۔

قیمت دو روپے علاوہ محصولڈاک —— دوسرا ایڈیشن (مصوّر) زیرِ طبع

راحت پبلیکیشنز محمدؐ نگر۔ لاہور

آزادی

قتل و غارت، لوٹ مار، آتشزنی؟ —— حصول آزادی کے بعد ملک میں جس طرح سے وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ہم آزادی کے صحیح تصور سے نا آشنا رہے۔ سیاسی جماعتوں نے حصولِ اقتدار کے جنون میں لاکھوں انسانوں کا بے دریغ خون بہادیا۔ اس خوفناک قتلِ عام سے کوئی سبق نہیں سیکھا گیا۔ بلکہ ملک کے طول وعرض میں اب بھی ان اصولوں کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آج سے کچھ عرصہ بعد پھر یہ ہنگامہ بپا ہو جائے گا جس میں ہماری تمام آرزوئیں بھسم ہو کر رہ جائیں گی۔ یہ کتاب اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔ جس میں آزادی سے متعلق تمام امور پر تفصیلی بحث کے ساتھ ساتھ آنے والے خطرناک دور سے بچنے کے لئے تمام ذرائع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب پریس میں دی جا چکی ہے۔ اپنا نام و پتہ فوراً درج رجسٹر کرا لیں تاکہ اشاعت پر آپ کو بھیجی جا سکے۔

راحت پبلیکیشنز محمد نگر۔ لاہور

دُوسری مطبوعات:

راحت پبلیکیشنز سے اپنی کتب حاصل کرنے میں آپ فخر محسوس کریں گے کیونکہ ہر فرمایش کی تعمیل میں اپنے سرپرست احباب کے فائدے کو ہر حالت میں مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ ادارہ آپ کو تمام بلند پایہ مصنفین اور ہر ادارہ کی مطلوبہ مطبوعات مہیا کرنے میں رعایت کی ضمانت دے سکتا ہے۔

فرمایش کے وقت اپنا نام اور پتہ نہایت خوشخط لکھیں۔ ممکن ہو تو ڈاک خانہ کا نام انگریزی میں لکھیں۔ مطلوبہ کتابوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام تحریر فرمائیں تاکہ پارسل وزنی ہو تو بذریعہ ریل روانہ کیا جائے کیونکہ اس میں آپ کو کفایت رہے گی۔ محصول ڈاک ریل اور دیگر مصارف روانگی قواعد کے مطابق آپ کے ذمہ ہوں گے۔ دُوسری کتب کے علاوہ اس فہرست میں سے اپنی پسند کی کتابیں منتخب فرما کر ہماری خدمات سے فائدہ اُٹھائیں:۔

ازونیاز   ایم اسلم   ۵-۰-۰   اشک ندامت   ایم آسلم   ۳-۱۴-۰

جہنم	ایم اسلم	۵-۰-۰
شامِ غریباں	"	۲-۴-۰
رام کلی	"	۴-۰-۰
شمسہ	"	۵-۰-۰
شام و سحر	"	۵-۰-۰
حسن سوگوار	"	۳-۰-۰
طلسمِ سامری		۱-۱۲-۰
راوی کے رومان	"	۵-۰-۰
جامِ شکستہ		۳-۰-۰
تعزیر	ابوالفضل صدیقی	۴-۰-۰
یادِ ایام	انتظار تنویری	۳-۰-۰
حرف و حکایت	شبلی	۳-۰-۰
انگڑائی	ماہر القادری	۱-۸-۰
روپ سنگار	ڈاکٹر اعظم کریوی	۲-۰-۰
انسان اور دیوتا	نسیم حجازی	۵-۰-۰
تلخیاں	رشید اختر ندوی	۳-۸-۰
کولتار	عظیم چغتائی	۲-۰-۰
کارٹون	شوکت تھانوی	۳-۸-۰
بیوی	شوکت تھانوی	۲-۸-۰
لاہوریات	"	۱-۸-۰
رقصِ ناتمام	عزیز احمد	۳-۸-۰
آنچ	قیسی رامپوری	۲-۸-۰
جنگل میں منگل	مولانا ظفر علی خاں	۲-۰-۰
نازی بیگم	"	۲-۰-۰
سیر ظلمات	"	۴-۰-۰
لاشوں کا شہر	مسز عبدالقادر	۲-۰-۰
صدائے جرس	"	۲-۰-۰
ہوائی قلعے	کرشن چندر	۱-۱۲-۰
درانتی	حاجی لق لق	۱-۴-۰
جامِ جم	کوثر چاندپوری	۳-۰-۰
کرنیں	شفیق الرحمٰن	۲-۸-۰
شگوفے	"	۲-۸-۰
لہریں	"	۲-۸-۰
مد و جزر	"	۲-۸-۰
ہمارا قائد	نیڈلے میلری	۲-۸-۰
ملفوظات	محمود نظامی	۴-۰-۰

حیات محمد علی جناح	رئیس احمد جعفری	۷-۸-۰
آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان	ناموس	۴-۸-۰
ہمارے ہندوستانی مسلمان	ولیم ہنٹر	۲-۱۲-۰
تعلیماتِ اقبال	پروفیسر چشتی	۱-۸-۰
معرکہ اسلام وجاہلیت		۱-۸-۰
عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ		۲-۸-۰
شاہنامہ اسلام چہار جلدوں میں	فی جلد	۵-۰-۰
عصمت انونو		۲-۰-۰
ارشاداتِ جناح	ناموس	۳-۰-۰
کشمیر	چراغ حسن حسرت	۲-۸-۰
تصویرِ کشمیر	حفیظ جالندھری	۰-۱۲-۰
اقبال کا تصورِ زمان و مکان	(ڈاکٹر رضی الدین صدیقی)	۰-۱۰-
موت وحیات اقبال کے کلام میں		۰-۴-۰
علمائے کرام کا مستقبل		۰-۸-۰
شرح اسرارِ خودی		۱-۸-۰
ابن سعود		۳-۰-۰
خالدہ خانم		۰-۱۲-۰

اس کے علاوہ علامہ اقبال، دیگر مفکرین اور مولانا مودودی کی تمام تصانیف اسرار العلوم امام غزالیؒ کی مشہور کتاب احیاء العلوم کا اردو ترجمہ نظم قیمت صرف دو روپیہ آٹھ آنہ۔ عورت کی ہمت، دلچسپ اصلاحی افسانہ قیمت بارہ آنہ۔ خط وکتابت کے لئے جوابی کارڈ کا آنا ضروری ہے۔ ڈاک خرچ و محصول پیکنگ بذمہ خریدار

منیجر راحت پبلیکیشنز۔ محمد نگر لاہور (پاکستان)
محمد اشرف قریشی نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کیا